تاریخ پاکستان کا پہلا باب

ابو سعید بن ابی صفرہ

المُہلب

خطۂِ پاکستان میں اسلام کا پہلا علمبردار

ڈاکٹر سیّد محمد انور

ابو سعید المہلب بن ابی صفرۃ (متوفی 82ھ بمطابق 702ء) کی سوانح حیات "تاریخِ پاکستان کا پہلا باب" کے سلسلہ ٔ کی پہلی کتاب ہے۔ اس سلسلہ کتب کا مقصد پاکستان کے نوجوانوں کو پاکستان کی نظریاتی اساس کی تاریخی بنیادوں سے متعارف کرنا ہے۔ خطہ ٔ پاکستان میں اسلام کے اس پہلے علمبردار کی اتنی مسحور کن بلکہ ہمہ جہتی شخصیت ہے کہ وہ معاشرتی اور سیاسی زندگی کے ہر پہلو پر ہماری رہنمائی کرتی نظر آتی ہے۔

- المہلب خطہ ٔ پاکستان میں محمد بن قاسم سے تقریباً 45 سال قبل سن 42ھ ہجری میں داخل ہوا۔
- المہلب اصولی سیاست کی عملی مثال پیش کرتا نظر آتا ہے۔
- المہلب عرب و عجم کے اتحاد کی یگانگت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
- المہلب اسلامی ریاست میں مذہبی انتہا پسندی، خارجیت اور جارحیت کے خاتمے کی علامت ہے۔
- المہلب کی شخصیت کا افغانستان اور پختونوں سے ایک گہرا تاریخی رشتہ ہے۔
- المہلب کی شخصیت کی پاکستان اور اس خطے کے لیے ایک خصوصی اہمیت ہے۔
- المہلب نہ صرف دنیا کے عظیم سپہ سالاروں میں شامل ہوتا ہے بلکہ ایک حکم اور دانا شخص بھی ہے۔
- المہلب سیاست میں حق پرستی کی علامت ہے۔
- المہلب خطیب اور شاعر بھی ہے اس کے بعض اقوال عربی زبان میں ضرب المثل کا درجہ رکھتے ہیں۔

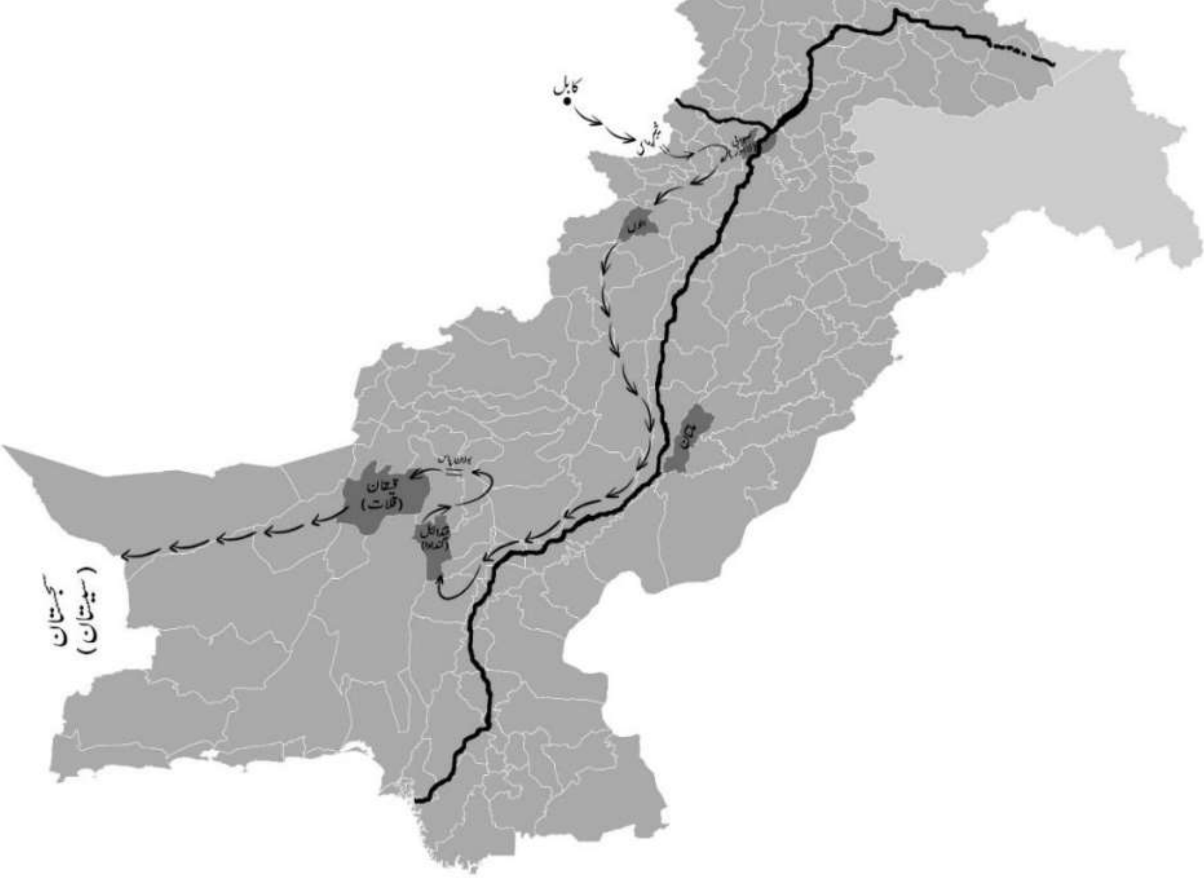

اس نقشہ میں المہلب کی تقریباً ایک سال کی طویل مہم جس میں خطہ پاکستان کی طرف آمد اور اس کا راستہ بتایا گیا ہے۔ المہلب کابل سے بذریعہ درۂ خیبر پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ کے علاقہ میں داخل ہوا۔ وہاں سے مشرق کی سمت صوابی تک گیا۔ پھر جنوب میں بنوں، وہاں سے صوبہ پنجاب میں ملتان کے علاقہ تک گیا۔ اس کے بعد دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر چلتا ہوا شہر قندابیل (گنڈاوا) کی طرف مُڑا۔ اور وہاں سے درۂ بولاں کے ذریعے قیقان (قلات) سے ہوتا ہوا واپس سجستان گیا۔ المہلب کی یہ مہم دیبل پر محمد بن قاسم کی آمد جو 711ء میں ہوئی، سے تقریباً پچاس سال قبل ہوئی۔ یوں المہلب بن ابی صفرۃ وہ پہلا اور واحد مسلم فاتح اور سپہ سالار ہے، جس نے خطۂ پاکستان کے چاروں صوبوں میں سے پہلے خیبر پختون خواہ، پھر پنجاب، اس کے بعد سندھ اور آخر میں بلوچستان میں اسلام پہلے پہل 664ء بمطابق 44ھ میں پھیلایا۔

ابوسعید ؓ بن ابی صفرہ

المُہلب

خطۂ پاکستان میں اسلام کا پہلا علمبردار

ڈاکٹر سیّد محمد انور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نامِ کتاب : المہلب: خطۂ پاکستان میں اسلام کا پہلا علمبردار

مصنف : ڈاکٹر سیّد محمد انور

ایڈیشن : اول، اگست 2024ء

ناشر : وحدت فاؤنڈیشن۔ اسلام آباد

Al Muhallab:
Khita e Pakistan Main Islam ka Pehla Alambardar

ISBN: 978-969-849-91-2

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

زندگی موت سے بہتر ہے، اور (مرنے کے بعد ہماری) نیکی کا چرچا زندگی سے بھی بہتر ہے۔ اور اگر مجھے وہ اختیار دیا جائے جو کسی بھی شخص کو نہیں دیا گیا تو میں چاہوں گا کہ مجھے کان دیے جائیں جس سے میں مرنے کے بعد اپنے متعلق کی جانے والی باتیں سن سکوں۔

(المہلب بن ابی صفرہ)

فہرست

ابتدائیہ 9

'مطالعہ پاکستان کے پہلے باب' کے سلسلہ کی ابتداء 9

مقدمہ 14

تاریخ اور جغرافیہ 17

اسبابِ تصنیف 22

﴿۱﴾ المہلب - خطۂ پاکستان میں داخل ہونے والا پہلا مسلم فاتح جرنیل: 22

﴿۲﴾ المہلب - اصولی سیاست کی عملی مثال 22

﴿۳﴾ المہلب - عرب و عجم کے اتحاد و یگانگت کی علامت 23

﴿۴﴾ المہلب - مذہبی انتہا پسندی اور جارحیت کے خاتمے کی علامت 23

﴿۵﴾ المہلب کی شخصیت کا پختونوں سے تعلق 23

﴿٦﴾ المہلب کی شخصیت کی پاکستان اور پاکستانیوں کے لیے اہمیت 24

باب اول: المہلب بن ابی صفرہ کا شخصی تعارف اور ابتدائی زندگی 30

المہلب کا شجرۂ نسب نام اور کنیت: 30

المہلب کا سن ولادت اور وفات: 32

ابو صفرہ ازدی کی وجہ کنیت کی روایات: 33

دبّا مہلب کا وطن ولادت: 35

عمان کا ازدی قبیلہ: 39

ازد قبیلہ کی حضور ﷺ نے مدح فرمائی۔ 41

المہلب کی آل و اولاد: 42

المہلب کے نامور بیٹوں کا تعارف: 43

مغیرہ کو تعینات کرتے وقت مہلب کا مغیرہ کے بارے میں خطاب: 46

المہلب کی رشتہ داریاں 48

المھلب بطور راوی احادیث: 49

خوارج کا المہلب کے خلاف بغض: 52

المہلب بطور ایک مخاطبِ حماسی: 54

مہلب کے اس حوالے سے دیگر معروف حماسی خطبات: 55

المہلب بطور ایک خوشبیں شخصیت: 58

مہلب کے اقوالِ زریں 59

باب دوئم: المہب کی عسکری زندگی کی ابتدا 68

المہلب کا بچپن اور نظرِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ: 68

المہلب کی پہلی جنگی مہم: 69

ضلع اہواز میں مَناذر کے محاصرہ کا واقعہ: 70

باب سوم: المہلب کے ذریعے پاکستان میں اسلام کی اولین آمد 76

اموی دور کے حکومتی عہدے اور مناصب 76

ھُند شہر 88

المہلب کا بنوں اور لاہور پر حملہ 90

المہلب کی ملتان کی طرف پیش قدمی 100

قند ابیل نام کی وجہ تسمیہ 104

مستشرقین کی معتبر کتب میں المہلب کی پیش قدمی کا اخفاء اور علمی خیانت 112

باب چہارم: المہلب کا اصولی موَقف اور فتنہ خوارج 119

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا وفادار سپاہی 119

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت 119

خارجی فتنہ 120

مختار بن ابو عبیدۃ کا ظہور 121

عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت سے انکار 123

عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیعتِ خلافت لینا 124

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت 125

سیاست میں المہلب کی حق پرستی 137

المہلب بطور سردارِ عراق وبصرہ 137

حجاج بن یوسف اور المہلب بن ابی صفرۃ 140

المہلب کے خوارج کے خلاف نفسیاتی جنگی حربے 141

المہلب کی ایک دلچسپ جنگی چال 142

باب پنجم: المہلب اور اموی دورِ حکومت 152

بنو اُمیّہ کا نظام حکومت 152

اموی دور کے صوبے 153

المہلب بن ابی صفرۃ کے جاری کردہ دراہم 155

عہد: 156

شخص: 156

حکمران: 156
علامت ٹکسال: 156
دھات: 156
قسم سکہ: 156
کس طریقہ سے بنا: 157
تاریخ: 157
وزن: 157
چوڑائی: 157
حوالہ نمبر اسلامی سکہ جات: 157
اموی دور کے دو اہم معتمدین 160
المہلب اور حجاج بن یوسف کی رشتہ داری 160
باب ششم: المہلب کی وصیت اور اقوالِ زریں 165
المہلب کے بتائے ہوئے انتظامی اصول 172
المہلب کے خطوط 174
المہلب اور حجاج بن یوسف کی خط و کتابت 177
حجاج کی سخت گیری 180
المہلب کا حجاج کو دو ٹوک جواب 181
المہلب کے خطبات 191
المہلب کی حکمت بھری باتیں 196
مصادر و مراجع 203

ابتدائیہ اور مقدمہ

ابتدائیہ

'مطالعہ پاکستان کے پہلے باب' کے سلسلہ کی ابتداء

نظریہ پاکستان کی اَساس ہمیں کلام اللہ پڑھتے ہوئے اس وقت سمجھ آتی ہے جب ہم اس کے احکامات کے مخاطبین میں یٰاَیُّھَا النَّاسُ اور یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا کی تفریق دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے، ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اس کی توفیق سے اہلِ ایمان ہیں، اور وہ لوگ بھی جو ہدایت کی نعمت سے محروم ہیں۔ احکامات کی اس تفریق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی سربلندی کے لیے اہلِ ایمان پر کچھ ذمہ داریاں ڈالی ہیں جن میں سے ایک دنیا میں اُس کے دین کی تبلیغ اور اس کے دین کے نظام کا قیام بھی ہے۔ تمام انسانوں میں سے اہلِ ایمان کی تخصیص اور دنیا میں اُن کے ذریعے دین کے نظام کا قیام، یہ دو وہ بنیادی باتیں ہیں جو اس خطہ میں قیامِ پاکستان کی بنیاد بنیں اور الحمدللہ بنیاد ہیں۔ اس ہی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس خطہ میں 'پاکستان' کی بنیاد تو اس ہی دن رکھی جاچکی تھی جب اس سرزمین پر پہلے مسلمان نے اس خطہ میں اسلام پھیلانے کی غرض سے بصورت مبلغ دین یا بصورت فاتح قدم رکھا تھا۔

وہ پاک سرزمین جو آج 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' کے نام سے معرض وجود میں ہے، اس مملکت میں مسلم مبلغین اور فاتحین کی آمد مختلف اَدوار میں مختلف جوانب سے ہوئی۔ یہ سلسلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مکران کے راستے سے شروع ہوا اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اس ہی جانب آگے بڑھتا گیا۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں المہلب بن ابی صفرۃ کی آمد خیبر پختون خواہ میں ہوئی جو کابل کی جانب سے درۂ خیبر میں داخل ہوا اور پیش قدمی کی۔ پھر جنوب میں ملتان سے ہوتا ہوا قلات تک جا پہنچا۔ المہلب بن ابی صفرۃ کے تقریباً نصف صدی بعد سندھ کی بندرگاہ "دیبل" سے محمد بن قاسم داخل ہوا اور شمال میں ملتان تک پہنچا۔

یہ وہ فاتحین ہیں جنہوں نے برصغیر میں 'پاکستان' کی بنیاد صدیوں پہلے رکھ دی تھی۔ لہٰذا ہمارا یقین ہے کہ اپنی نظریاتی اَساس کی پہچان اور معرفت کے لیے از حد ضروری ولازِم ہے کہ اُس دور کی تاریخ اور اس عصر کے مشاہیر اسلام کے تعارف کو مطالعہ پاکستان کے مضمون میں پاکستان کی تاریخ کے پہلے باب کے طور پر پڑھا اور پڑھایا جائے۔

عصر حاضر میں مطبوعہ مطالعہ پاکستان کی کتب میں محمد بن قاسم کے حوالے سے مواد تو ضرور ملتا ہے اور پڑھایا بھی جاتا ہے، لیکن اِن کتب کا ایک تاریک پہلو یہ ہے کہ محمد بن قاسم سے پہلے کے مشاہیر کا نام نہیں لیا جاتا۔ اس وجہ سے —ہماری دانست میں— مروجہ کتب میں موجود تاریخ اَدھوری اور ناقص ہے۔ اِن مشاہیر وفاتحینِ برصغیر میں ایک بہت ہی قابلِ ذکر نام ایک تابعی ابو سعید المہلب بن ابی صفرۃ کا ہے جو صوبہ خیبر پختون خواہ کی طرف سے پاک سرزمین میں اسلام کی آمد کا سبب بنے۔

ہم نے اس ہی قصد و ارادے سے 'مطالعہ پاکستان کا پہلا باب' کے عنوان سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے، جس کی پہلی کڑی اس زیرِ مطالعہ کتاب کی صورت میں پیش خدمت ہے۔ 'مطالعہ پاکستان کا پہلا باب' کے ضمن سے کتب وتصنیفات کے اس سلسلے کا اولین مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں یعنی نسلِ نو کو ایسی شخصیات سے روشناس اور متعارف کروایا جائے جن کی بدولت اسلام کی روشنی خطہ پاکستان میں سب سے پہلے پہنچ پائی۔

ان شخصیات میں وہ سب جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، تینوں خلفاء راشدین کے اَدوار میں مملکت پاکستان کے مختلف علاقوں اور مقامات پر وارد ہوتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ان اصحاب رسول ﷺ کے بعد یا ان کے ہمراہ جو تابعین آتے رہے وہ بھی شامل ہیں، جن میں ایک نمایاں نام ابو سعید المہلب بن ابی صفرۃ کا ہے، جو اس کتاب کا موضوع وعنوان ہیں۔

'مطالعہ پاکستان کے پہلے باب' کی کتابوں کے اس سلسلے سے نہ صرف نظریہ پاکستان کی اَساس سے

ہمارا اور ہمارے نوجوانوں، اور آئندہ نسلوں کا رشتہ زیادہ مضبوط و مستحکم ہو گا، بلکہ ہمیں اس خطۂ پاک سر زمیں سے متعلق کئی ایسی تاریخی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں آسانی ہو گی جن کا براہِ راست تعلق بین الاقوامی امور سے بھی نہایت عمیق ہے۔ مثلاً ‘پاک-افغان تعلقات’، ‘پاک-ایران تعلقات’ وغیرہ وغیرہ... تاریخ کے اس فراموش کردہ اور نظر انداز شدہ باب کو منظر عام پر لانے کا یہ سلسلہ جہاں تاریخ کی تصحیح کرنے میں مدّ و معاون ہو گا وہاں خطہ ہٰذا کے ہمسایہ ممالک کے مابین، نیز دیگر بین الاقوامی اُمور و تعلقات کو سمجھنے سمجھانے میں بھی بنیادی کردار ادا کرے گا۔ علاوہ ازیں اس سلسلے سے ہمیں اپنی ملکی و ملّی تاریخ، اس کی انفرادیت اور خواص جاننے میں بھی کافی مدد ملے گی۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل میں جو اپنی نظریاتی اَساس کے تاریخی حوالوں اور اس خطے کی جغرافیائی تاریخ کے فرق کو سمجھنے میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوتی جا رہی ہیں انہیں سلجھانے میں بھی مدد ملے گی۔ ان شاء اللہ العزیز۔

یعنی اِسلام کی آمد سے قبل متعدد مذاہب اور عقائد کے پیروکار یہاں خطۂ پاکستان میں قیام پذیر تھے۔ ان میں ہندو مت، بدھ مت، پارسی، برہمن اور زرتشتی وغیرہ نمایاں ہیں۔ آثارِ قدیمہ سے بھی اِن مذاہب کی موجودگی کے شواہد ملتے ہیں۔ پاکستان کے مختلف علاقوں سے ملنے والے آثار قدیمہ اور تاریخی حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا مذاہب کے فاتحین مختلف اوقات اور اَدوار میں خطۂ پاکستان کے مختلف علاقوں اور مقامات پر آکر اپنا تسلط اور حکومتیں قائم کرتے رہے ہیں۔ ایسے علاقے خطۂ پاکستان کی جغرافیائی تاریخ کا حصہ ضرور ہیں لیکن ہماری نظریاتی تاریخ کا حصہ نہیں گردانے جاسکتے کیونکہ اس سرزمین میں جب اسلام آیا تب پاک سرزمین یعنی ‘پاکستان’ کے نام کی شناخت بنی، جو ‘پاکستان’ کے نام کی اساس ہے۔ یہ شناخت اسلام کی آمد سے پہلے اس خطہ میں آباد کسی قوم، کسی علاقائی گروہ یا کسی مخصوص زبان بولنے والوں، کوئی الگ لہجہ رکھنے والوں کے لیے نہیں تھی، بلکہ یہ ہر اس فرد، قوم اور قبیلہ کے لیے تھی جس نے اسلام قبول کیا یا اسلامی نظامِ ریاست میں سکونت کو مناسب جانا۔ لٰہذا نظریہ پاکستان سے مکمل شناسائی اس ہی وقت ممکن ہو گی جب اس کی شناختی تاریخ بھی پوری پڑھی اور پڑھائی جائے گی۔ پاکستان میں شامل مختلف علاقوں کی علاقائی و جغرافیائی تاریخ اور اس کا تحفظ اپنی مخصوص

علاقائی شناخت قائم رکھنے کے لیے اس حد تک جائز اور ضروری ہے جب تک اس سے یہ بتانا مقصود ہو کہ اس خطے میں اسلام کی آمد سے قبل کون کون سے ادیان و عقائد کے ماننے والے لوگ یہاں آباد تھے۔

نظریاتی شناخت اور علاقائی شناخت کے مابین فرق اور ان کے آپس کے تعلق کو اس حقیقی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس خطے میں زیادہ تر علاقوں میں اسلام کی آمد سے قبل شلوار قمیص بطور عوامی لباس پہنا جاتا تھا۔ لہٰذا آج بھی یہ لباس نہ صرف برقرار ہے بلکہ ہمارا قومی لباس اور قومی شناخت ہے، مگر اس خطہ میں اسلام سے پہلے زیادہ تر بت پرستی ہوتی تھی جو اسلام کی آمد کے بعد اور اکثریتی آبادی کے قبول اسلام کے بعد باقی نہ رہی اور نہ ہی خطہ پاکستان کی نظریاتی شناخت کا حصہ ہے۔ ہاں برصغیر کے جن علاقوں کی اکثریتی آبادی نے اسلام قبول نہیں کیا ان علاقوں میں اسلام ان کی نظریاتی اساس نہیں سمجھا جاتا۔ اس طرح یہ ہی تاریخی حقیقت مملکت خداداد پاکستان کے قیام کی بنیاد بنی۔ پاکستان کی قومی شناخت اسلام کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کوئی شخص اپنی ذات کی حد تک اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کے طریقے پر زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے اس کی اجازت ضرور ہے لیکن پاکستان کی قومی شناخت صرف اسلام ہی ہے۔

لہٰذا تاریخِ پاکستان کے مطالعے کے وقت ہمیں اِس پہلے باب کو یاد رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ مطالعہ پاکستان کے پہلے باب کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا اس لیے بھی اہم ہے کہ اسلام ہی ہماری اولین پہچان ہے۔ اگر ہم اسلام کی شناخت خود سے الگ کر کے خطہ میں موجود کسی اور مذہب یا نظریہ سے اپنی شناخت جوڑنے کی کوشش کریں گے تو وہ شناخت اسلامی نہیں بلکہ کچھ اور ہوگی، اور ایسا کرتے ہوئے ہم پاکستان کی نظریاتی اساس سے اپنا رشتہ کاٹ ڈالیں گے۔

نظریاتی شناخت افراد کی سوچ، طرزِ فکر اور ارادہ کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے، جبکہ علاقائی، لسانی اور نسلی شناخت میں افراد کی سوچ اور ارادہ شامل نہیں ہوتا لہٰذا یہ غیر ارادی اور غیر فکری بنیادوں پر ایک دوسرے سے علیحدہ کرتی ہیں۔ ان بنیادوں پر اگر افراد اور طبقات میں تقسیم در تقسیم کے عمل کو جاری

رکھا جائے تو شاید ہمارے جیسے معاشروں میں کوئی قوم بن ہی نہ پائے، بلکہ تقسیم در تقسیم کا یہ عمل ایک محلے یا اس سے بھی کم تر درجہ کے علاقے پر جا کر رکے۔ نظریۂ اسلام نہ صرف ایسی تقسیم کی نفی کرتا ہے بلکہ اس کا متبادل بھی پیش کرتا ہے کہ ایک قوم کی نظریاتی اساس رنگ، نسل، ذات پات وغیرہ کی بجائے صرف اور صرف فکری بنیادوں پر قائم ہونی چاہئے، اور یہی 'پاکستان' ہے۔

* * *

مقدمہ

ایک نظریاتی ملک ہونے کے ناتے اسلامی جمہوریہ پاکستان دنیا کے دیگر تمام ممالک سے منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اس کی اساس اس کا دین ہے۔ لہذا مطالعہ پاکستان اور تاریخ پاکستان کا پہلا باب اُسی دن سے شروع ہوتا ہے جب اس خطہ میں اسلام کی آمد ہوئی۔

مکران، بلوچستان کے بعد دوسرا دروازہ جہاں سے گزر کر اسلام خطۂ پاکستان میں داخل ہوا وہ درۂ خیبر ہے۔ یہاں سے اسلام کی آمد 664ء بمطابق 44ھ میں المہلب بن ابی صفرۃ الازدی کے ذریعے ہوئی، جو نہایت شجاع اور جری عرب جرنیل تھا۔ اس کی کنیت ابوسعید اور پورا نام ابوسعید المہلب بن ابی صفرۃ الازدی تھا۔ اس کا آبائی علاقائی تعلق جزیرہ نما عرب کے جنوب مشرقی علاقہ سے تھا اور اس کی نسبت سلطنت عمان کے علاقے میں بسنے والے ’ازد‘ نامی معروف قبیلے سے ہے۔ المہلب بن ابی صفرۃ اپنی شجاعت، دانائی، قائدانہ اور انتظامی صلاحیتوں، نیز عسکری مہارتوں کے باعث فارس (685ء تا 686ء)، موصل- آرمینیا- آذر بائیجان (686ء تا 688ء)، اور خراسان (698ء تا702ء) کے گورنر رہے۔ گو کہ اُموی اور عباسی دور میں اَزدیوں کو سیاسی اعتبار سے ایک طاقت وَر اور اہم قبیلہ شمار کیا جاتا تھا، لیکن المہلب کی غیر معمولی شجاعت کے سبب المہلب کی اولاد کے لیے ازدی قبیلہ میں اپنی ایک مخصوص شناخت وضع ہوئی اور وہ ازدی قبیلہ کے ذیلی قبیل **المُهَلَّبِيُوْن** کے نام سے مشہور ہوئے۔

اس عظیم عرب سپہ سالار ابوسعید المہلب بن ابی صفرۃ کی ولادت حضور ﷺ کے وصال سے دو سال

قبل ہوئی۔ اور خطہ پاکستان میں ان کی آمد 44ھ بمطابق 664-665ء ہوئی۔[1]

المہلب بن ابی صفرۃ کی خطۂ پاکستان میں 44ھ میں آمد کا واقعہ اس دور کی تقریباً تمام اسلامی تاریخ کی کتب میں ملتا ہے۔ ان میں فتوح البلدان، تاریخ ابن اثیر، تاریخ طبری، تاریخ خلیفہ ابنِ خیاط، تاریخ ابن خلکان اور اُسد الغابہ وغیرہ جیسی معتبر کتب شامل ہیں۔ تاریخ کی انہی مستند ذخائر کے حوالوں سے اکثر مستشرقین نے بھی المہلب کی خطۂ پاکستان میں آمد کے بارے میں لکھا ہے۔ اس خطہ کی اس دَور کی تاریخ کے اندرے ونک نامی ایک ماہر مستشرق نے ہندوستان میں اسلامی تاریخ پر اپنی معروف کتاب "Al-Hind The Making of the Indo-Islamic World" کی جلد اول میں البلاذری کی 'فتوح البلدان' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

> "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں جب زابل اور کابل کے نواح میں عبد اللہ ابن عبد الرحمن بن سمرۃ اور المہلب بن ابی صفرۃ کابل شاہی خاندان سے جنگ کر رہے تھے اس ہی دوران سن 664ء میں المہلب کابل سے لے کر بنوں اور لاہور (صوابی) سے ہوتا ہوا ملتان تک پہنچ گیا تھا۔"[2]

یہی بات دیگر مؤرخین نے اپنے الفاظ میں لکھی ہوئی ہے۔

یوں مذکورہ بالا تاریخی واقعات کے تناظر میں خطۂ پاکستان میں جنوب مغربی جانب یعنی بلوچستان کے بعد اسلام شمال مغربی جانب سے اس کے مرکزی شہر ملتان تک سن 44ھ بمطابق سن 664ء میں داخل ہوا۔

برصغیر میں اسلامی لشکر کی آمد درۂ خیبر (خیبر پختون خواہ) کی جانب سے ہونے کا ذکر عصرِ حاضر کے کئی تاریخ دان اور مؤرخین — جن کی کتب کا موضوع اگرچہ تاریخ اسلام نہیں بلکہ علاقائی تاریخ ہے — نے بھی کیا ہے جیسا کہ ملتان کی علاقائی تاریخ کی ایک کتاب میں اس کا تذکرہ کچھ یوں ہے کہ:

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، بار دوم، ط1422ھ/ 2001ء، ج21، ص901

[2] البلاذری، ص121

> ”مسلمان درۂ خیبر سے سن **664**ء میں داخل ہوئے جب سیستان کے مسلم گورنر عبد الرحمن بن سمرۃ نے المہلب بن ابی صفرۃ کی قیادت میں ایک لشکر فتح ہند کے لیے بھیجا۔ یہ لشکر پہلی مرتبہ درۂ خیبر کے راستے برصغیر میں داخل ہوا، جس نے دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر جنوب کی سمت پیش قدمی کی اور قندابیل (گنداوا) کے قریب اسکا مقابلہ مقامی لوگوں سے ہوا۔ جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔“[1]

اس کے علاوہ متعدد مستند حوالہ جاتی کتب میں بھی المہلب بن ابی صفرۃ کا خیبر کے راستے سے آکر ملتان تک کے علاقہ کو فتح کرنے کا تذکرہ موجود ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق:

> ”جب راجہ چچ نے ملتان فتح کیا تو تاریخ عالم میں سرزمین عرب سے ایک آفاق گیر ہمہ جہتی انقلاب شروع ہو چکا تھا۔ یعنی اسلام کا ظہور ہو گیا تھا اور اس کے اثرات ملتان کو بھی اپنی آغوش میں لینے کے لیے بڑھ رہے تھے۔ چچ **40**ھ / **660**ء میں مرا اور عرب جرنیل ابن مہلب انصاری **44**ھ / **664**ء میں ملتان تک پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے مکران اور سجستان اسی سال فتح کیے تھے۔“[2]

مذکورہ بالا کتبِ تاریخ کے حوالہ جات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ گو ہندوستان میں مسلم افواج کابل سے نکل کر خیبر سے ہوتے ہوئے دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے ملتان تک تو پہنچیں، لیکن ملتان کا قلعہ فتح نہ کیا۔ تاہم یہ قلعہ **95**ھ / **713**ء میں محمد بن قاسم نے جنوب سے آکر فتح کیا۔ اس وقت وہاں (ملتان میں) راجہ داہر کا چچیرا بھائی گوڑ سنگھ حکمران تھا، جو جان بچا کر ملتان چھوڑ کر بھاگا تھا اور شمال مشرق کی جانب کشمیر کی طرف نکل گیا۔[3]

تاریخی واقعات کی اس ترتیب —جو کہ متعدد کتب تاریخ میں اسی طرح درج ہیں— سے یہ بات

---

[1] تاریخ وتمدن ملتان: ابتدائے آفرینش سے عصر حاضر تک، از اخلاق احمد قادری، علم وعرفان پبلشرز، لاہور 2011ء، ص67

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، بار دوم، ط1422ھ / 2001ء، ج21، ص548

[3] دیکھئے: عنوان ملتان، از اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، بار دوم، ط1422ھ / 2001ء، ج21، ص548

واضح ہو جاتی ہے کہ 95ھ یعنی 713ء میں محمد بن قاسم کے ملتان فتح کرتے وقت ملتان شہر سے شروع ہو کر شمال مغرب میں درۂ خیبر تک اسلام پھیل چکا تھا۔ وہاں کی ہندو شاہی یا کابل شاہی ہندو راجاؤں کی حکومت کمزور پڑ کر تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ راجہ داہر کا چچیرا بھائی ملتان سے بھاگ کر شمال مغرب یعنی پشاور کی جانب نہیں گیا بلکہ شمال مشرق یعنی کشمیر کی جانب فرار ہوا، جہاں اس وقت تک ہندو راجاؤں کی حکومت قائم تھی اور درۂ خیبر سے لے کر جنوب میں ملتان تک اسلام پھیلنے کا سلسلہ 44ھ / 664ء میں المہلب بن ابی صفرۃ کی آمد سے شروع ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے محمد بن قاسم نے مزید آگے شمال کی جانب پیش قدمی نہ کی کہ وہاں تو اسلام پہلے سے پہنچ چکا تھا۔

جملہ مؤرخین اس تاریخی حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب یا نظریہ سے کیوں نہ ہو۔ قدیم روایتی مسلم مؤرخین، عصر حاضر کے مسلم تاریخ دان، یورپی مستشرقین، عہد ہذا کے قوم پرست تاریخ نگار الغرض سبھی المہلب بن ابی صفرۃ کا بطورِ مسلم فاتح درۂ خیبر کے راستے خطۂ پاکستان میں شمال مغرب کی جانب سے محمد بن قاسم کی سندھ آمد سے چار دھائیوں سے زیادہ عرصہ پہلے آنا بیان کرتے ہیں۔

لیکن یہ امر واقعہ ہماری مطالعہ پاکستان کی نصابی، تدریسی و عمومی کتب میں ناپید ہے۔

تاریخ اور جغرافیہ

تاریخ اور جغرافیہ دونوں مضامین کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تاریخ اور بالخصوص تاریخِ اقوام اُس سیاسی کھیل کی وقائع نگاری کا نام ہے جو کہ کسی نہ کسی جغرافیائی بساط پر کھیلا گیا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سیاسی مہروں کی چالیں سمجھنے کے لیے، ان کی پیش قدمی اور پسپائی جاننے کے لیے، کب، کیسے، کیونکر، کس کو، کس خانہ میں شہ پڑی اور مات ہوئی ان سب باتوں کے ادراک کے لیے بساط کے خانوں، عمودی اور افقی، ترچھی اور سیدھی لائینوں کا سمجھنا بھی از حد ضروری ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں ہم نے اس امر کا خصوصی اہتمام رکھا ہے کہ تاریخ کے ساتھ ساتھ جغرافیہ کو بھی صراحت کے ساتھ بیان کیا جائے تاکہ قارئین کی نظر میں نہ صرف واقعات بلکہ ان واقعات کے محل وقوع کی بھی واضح منظر کشی ہو۔ اس بات کا بھی خاص اہتمام کیا ہے کہ زیرِ تذکرہ ہر جغرافیائی تقسیم یعنی منطقہ اور علاقہ کا نقشہ بھی پیش کیا جائے۔ نیز جہاں ضرورت ہو وہاں طول البلد اور عرض البلد کے خطوط بھی دیے جائیں، جس کا قارئین کو ایک فائدہ یہ ہو گا کہ وہ موجودہ دور کی جدید آبادیوں اور شہروں کے محل وقوع کو ذہن میں رکھ کر بیان کردہ مقامات کے فاصلے اور زمینی ساخت وغیرہ کو زیادہ بہتر اور درست طور پر سمجھ سکیں گے۔

ہمارے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ تاریخِ اسلام پر اردو میں جو کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں ان میں تاریخی واقعات کے ظہور پذیر ہونے کے جغرافیائی حدود نقشوں کی صورت میں شاذ ہی بیان ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے نہ صرف تاریخ کے بیان میں تشنگی رہ جاتی ہے بلکہ اکثر قارئین کے ذہن میں ابہام اور الجھاؤ بھی بدستور باقی رہ جاتا ہے۔

اس ابہام اور الجھاؤ کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ممالک کے مابین بین الاقوامی حدبندی جس نظام اور جس طرز پر آج دنیا میں موجود ہے وہ چند صدیوں قبل موجود نہ تھی۔ اس کے علاوہ چند علاقوں کے وہ نام جو آج ہیں وہ علاقے چند صدیوں قبل کسی دوسرے نام سے موسوم تھے۔ ہزاروں نئے شہر اور لاکھوں نئی بستیاں آباد ہو چکی ہیں۔ سینکڑوں شہر نہ صرف غیر آباد ہو چکے ہیں بلکہ صفحۂ ہستی سے نابود ہو چکے ہیں۔ کئی کے نام بدل چکے ہیں کچھ کی سماجی، سیاسی یا معاشی حیثیت بدل چکی ہے۔ یہ سب وہ عوامل زمانہ ہیں جن کو صرف تاریخ کی کتاب کماحقہ بیان نہیں کر سکتی جب تک کہ ان حقائق سے وابستہ جغرافیائی معلومات بھی تاریخ کی کتاب میں بصراحت بیان نہ کی جائیں۔

پہاڑ، دریا، ریگستان، میدانی و مرتفع علاقے اور جنگلات وغیرہ عموماً یہ ایسی جغرافیائی علامات ہیں جن سے کسی مخصوص محل وقوع کی نشان دہی ممکن ہوتی ہے۔ لیکن جب بات تقریباً پندرہ سو سال پرانی

کی جارہی ہو تب ان علامات میں سے کچھ کا حوالہ کچھ عوامل کی بناء پر غیر معتبر ہونے کا احتمال بھی ہو جاتا ہے، جیسے وقت کے ساتھ پہاڑوں کا کٹاؤ، جنگلات کا سکڑنا یا پھیلنا، دریا کا رخ بدلنا، سمندر کے ساحل میں تغیر و تبدلی یا اتار چڑھاؤ آنا، اور صحرا کا پھیلنا یا سکڑنا وغیرہ وغیرہ... لہٰذا ایسی صورتحال میں جس علاقے کی صحیح نشاندہی مقصود ہو اس کو خیالی خطوط سے تقسیم کیا جاتا ہے جو خطوط، عمودی طول البلد (longitude) اور افقی عرض البلد (latitude) دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ مزید وضاحت مقصود ہو تو ان خطوط پر تقسیم شدہ خطے یا علاقوں کو قطب نما کی سمتوں سے واضح کیا جاتا ہے۔ اِنہی اصولوں کو مدِّ نظر رکھ کر ہم نے ارضِ پاکستان اور اس سے ملحقہ ممالک افغانستان، ایران، وعراق وغیرہ کے جدید نقشہ جات کا استعمال کیا ہے، بلکہ چند مقامات پر زمین کی سیٹلائٹ سے لی گئی تصاویر بھی استعمال کی ہیں۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ جغرافیائی اور دیگر نقشہ جات کو بھی اس کتاب میں زیادہ سے زیادہ شامل کیا جائے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کی تصنیف میں مندرجہ ذیل امور کا بالخصوص اہتمام کیا گیا ہے:

①— نقشہ جات کے علاوہ متعلقہ تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں تا کہ حقائق کو زیادہ مدلل، مؤثر اور دلچسپ بنایا جاسکے۔ جیسے نقشوں پر عسکری مہمات کی علاقائی نشاندہی، سِکّوں کی تصاویر اور وہ جس علاقہ میں ٹکسال ہوئے وہاں کے نقشہ جات وغیرہ۔

②— اس امر کی حتی المقدور کوشش کی ہے کہ تاریخی کتب سے اقتباسات کو من و عن نقل کیا جائے۔ اِن کے حوالہ جات کی صحت درست ہو۔ صحتِ متن کی خاطر بعض جگہ عربی عبارات بھی ہو بہو نقل کر دی ہیں۔ متعدد مقامات پر مؤرخین کی تاریخ وفات بھی درج کی گئی ہے تا کہ حوالے کی قدامت کے ساتھ ساتھ اس کی ثقاہت بھی قارئین کے مد نظر رہے۔

③— گاہے بگاہے اس امر کی کوشش کی ہے کہ موجودہ پاکستان کے خطے سے المہلب کی شخصیت کا رشتہ و تعلق واضح ہو سکے۔ نیز المہلب کی جانب سے بطور اہم سیاسی اور حربی شخصیت ریاست کی عملی سیاست میں اصولی مؤقف کا اپنانا، مذہبی انتہا پسندی کی عملی مخالفت، تکفیر اور خارجیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا شامل ہے۔ ویسے تو المہلب کی سیاسی زندگی بہت سے کارناموں سے معمور ہے، تاہم ان کارناموں میں سے دو ایسے ہیں جو پاکستان کے تناظر میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں:

اولاً: دین اسلام کو پاکستان کی شمال مغربی علاقوں میں سب سے پہلے پہنچانا اور پھیلانا؛

ثانیاً: جارحیت اور شدت پسندی کا قلع قمع؛

ان دونوں پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی غرض سے ہم نے زیر مطالعہ کتاب میں خصوصی اہمیت دی ہے۔

④— مشاہدہ میں اکثر یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ قارئین کرام کو تاریخِ اسلامی کی کتب کے مطالعہ کے دوران عیسوی اور ہجری سالوں کے مابین فرق کی وجہ سے بھی کافی دِقت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے متعدد غلط فہمیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ نیز یہ کہ ہر مقام پر دونوں قسم کی تاریخیں لکھنے سے عبارت کی سلاست میں خلل اور الجھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اس خلل، الجھاؤ کے ازالہ کے لیے ہم نے المہلب کی زندگی کے زمانے کے ہجری اور عیسوی سالوں کا تقابلی چارٹ بھی کتاب میں شامل کیا ہے تاکہ قارئین کو — ہجری اور عیسوی — دونوں زمنی تقویموں (Calendars) سے تقابل میں آسانی ہو۔

④— متعدد مقامات پر نوجوان قارئین کے لیے اس امر کا اعادہ بھی کیا گیا ہے کہ ہمیں

> اپنی تاریخ اور مذہبی ورثہ کا تحفظ خود کرنا ہے۔ اپنے قیمتی ورثہ کو ایسے مستشرقین اور انٹرنیٹ پر معروف انسائیکلوپیڈیاز (وکی پیڈیا) کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا جو ہماری تاریخ اور مذہبی ورثہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں اور آئندہ بھی پہنچا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان ذرائع سے معلومات میں تحریف، تزویر، مبالغہ، تدلیس اور کتمان نہایت آسان، ممکن اور عام ہے۔ چند مقامات پر ایسی تحریف و تدلیس اور کتمان کی مثالیں بھی دے دی گئی ہیں۔

امید ہے کہ زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے نوجوانوں اور نسل نو میں نظریہ پاکستان کے ساتھ مضبوط و مستحکم تعلق استوار ہو گا۔ نیز یہ کتاب قارئین کرام کے لیے ملکی تاریخ و جغرافیہ سے دل چسپی پیدا کرنے کا موجب بنے گی، اور قارئین کرام اس کاوش سے کماحقہ مستفید ہوتے رہیں گے۔

اللہ ربُّ العزۃ ہم سب کا اور ہمارے وطن کا حامی و ناصر ہو... آمین!

اسبابِ تصنیف

اس تصنیف کی ہمارے ذہن اور دِل ودماغ میں کئی اسباب ووجوہات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

﴿۱﴾ المہلب-خطۂ پاکستان میں داخل ہونے والا پہلا مسلم فاتح جرنیل:

اس کتاب کی تصنیف کا اولین سبب یہ ہے کہ ابوسعید المہلب بن ابی صفرۃ جیسا عظیم جرنیل جس نے خطۂ پاکستان کے شمال مشرقی جانب سے درۂ خیبر کے راستے اس خطہ میں داخل ہو کر یہاں اسلام کی شمعیں سب سے پہلے روشن کیں، اس کا ذکر تاریخِ پاکستان اور مطالعہ پاکستان کی کتابوں سے محو ومفقود ہے۔ جس کی وجہ سے ہم اسلام کے اس بطلِ جلیل سے ناواقف وناآشنا ہیں۔ یہ ہماری دانست میں محض غفلت نہیں بلکہ غفلتِ مجرمانہ ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ یہ سعی مقصود ہے کہ اسلام کی اس عظیم المرتبت شخصیت کو ہماری قومی اور علاقائی تاریخ میں اس کا صحیح اور جائز مقام دلا کر اسے اُجاگر کیا جاسکے۔

﴿۲﴾ المہلب-اصولی سیاست کی عملی مثال

المہلب کی شخصیت کے بے شمار پہلو ایسے ہیں جو آج کی ہماری اجتماعی زندگیوں کے لیے راہ نما اُصول پیش کرسکتے ہیں، جن میں سب سے قابل ذکر یہ ہے کہ المہلب ہمیشہ حق اور سچ کے ساتھ ڈٹ کر کھڑے رہے۔ اُنہوں نے شخصیت پرستی کے بجائے اُصولی مؤقف کو اپنایا۔ ان کی پوری زندگی انہی اُصولوں سے عبارت ہے۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کے دور میں وہ اُن کے دست وبازو تھے، لیکن جب یزید کی بیعت کی جانے لگی تو المہلب نے اُصولی بنیادوں پر یزید کی سرعام مخالفت کی، اور پھر حضرت عبد اللہ بن

زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر میں شامل ہوئے اور ان کی شہادت تک ان کے مؤید، حامی اور مددگار رہے۔

۳ المہلب - عرب و عجم کے اتحاد و یگانگت کی علامت

المہلب کی منفرد شخصیت عرب و عجم کے مابین امتیاز و تفریق کو اس حد تک مٹاتی نظر آتی ہے کہ عربی النسل ہونے کے باوجود المہلب فارس سے بھی اس قدر قربت رکھتے تھے کہ بعض مؤرخین نے ان کے 'فارسی الاصل' ہونے کا گمان کیا۔ وہ سچے باعمل مسلمان تھے اور علاقائیت، لسانیت (عرب و عجم) کی تفریق، امتیاز اور تخصیص ان کے لئے بے معنی تھی۔ المہلب کی شخصیت خادم اسلام ہونے، نیز سیاسی اور نسلی تعصبات کو مٹانے کے لیے مثالی نظر آتی ہے۔

۴ المہلب - مذہبی انتہاپسندی اور جارحیت کے خاتمے کی علامت

المہلب کی شخصیت مذہبی جنونیت — جو کہ اسلامی حکومت و معاشرہ کے لیے زہر قاتل فتنہ عظیم ہے — کی عملاً مخالف نظر آتی ہے۔ مسلم معاشرہ سے فتنۂ خارجیت کو ختم کرنے والی ایک مثالی اور یگانہ شخصیت المہلب کی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد وہ بنو اُمیّہ کی حکومت کے خلاف نہیں ہوئے بلکہ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے انتقال کے بعد المہلب نے اپنی صلاحیتیں حکومتِ اسلامیہ کو کمزور کرنے کے بجائے اسے مضبوط کرنے میں صرف کیں، اور عبد الملک بن مروان کی حکومت میں حجاج بن یوسف کو ساتھ ملا کر ایک اہم ستون بنے رہے۔ اس عہد میں انہوں نے سترہ (17) سال مسلسل جنگ کر کے خوارج کے متشدد ترین گروہ 'ازرقیہ' کو شکستِ فاش سے دوچار کیا۔

۵ المہلب کی شخصیت کا پختونوں سے تعلق

عجب اتفاق ہے کہ جس شخصیت نے افغانستان اور خیبر پختون خواہ کے علاقوں میں اسلام پہنچانے والے ہراول دستہ کی قیادت کی اس کے انفرادی شخصی اوصاف، خصائل و خصائص ہمیں افغان و پختون قوم میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ شجاعت، دلیری، بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کی ہمت اور

حوصلہ، تقلیدِ شخصی سے مکمل اجتناب، ہر قسم کے سیاسی حالات کا معروضی جائزہ کر کے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، ناانصافی اور جارحیت کا انکار، اور حق پرستی پر اصرار۔ یہ سب وہ خصائل ہیں جو المہلب کی شخصیت اور ان کی زِندگی کے ہر دور اور ہر کردار میں ہمیں نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور بعینہ انہی اوصاف سے بالعموم پختون بھی متصف ہیں۔

۶ المہلب کی شخصیت کی پاکستان اور پاکستانیوں کے لیے اہمیت

تاریخ اسلامی کا عمیق مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ المہلب ایک ایسی واحد شخصیت ہے جو عرب و عجم کو آپس میں مضبوطی سے جوڑتی نظر آتی ہے۔ یہ ایسی منفرد و ممتاز شخصیت ہے جس پر عمان، عرب امارات، فارس، افغانستان اور پاکستان اپنی اپنی وابستگی کی وجہ سے فخر کر سکتے ہیں۔ یوں المہلب کی شخصیت ہمیں بیسویں صدی کی پیدا کردہ قومیتی تشخص سے بالا ہو کر امتِ مسلمہ کے جسمِ واحد ہونے کا عملی نمونہ پیش کرتی نظر آتی ہے۔ جس کے اوصاف وخصائل آج ہمیں اپنے نوجوانوں میں متعارف کروانے کی اشد ضرورت ہے۔

دیگر معاشروں میں وہ افراد یا ادارے جو کسی قوم کو مستحکم کرنے کی کاوش کرتے ہیں وہ مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے اپنی طرف سے قوم کے لیے یا تو فرضی ہیرو تراشتے ہیں، یا کسی چھوٹی کمزور شخصیت میں جان ڈالتے نظر آتے ہیں۔ جبکہ ہماری بدبختی یہ ہے کہ ہم اپنے اصل ہیروؤں کو خود بھولے ہوئے ہیں۔ جن میں المہلب بن ابی صفرۃ کی شخصیت ایک زندہ مثال ہے۔ اسی المناک قومی پہلو کی طرف اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور نظم میں کچھ اس طرح توجہ مبذول کروا رہے ہیں:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردُوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبّت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں، خلاّقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا
سماں 'الفقرُ و فخری' کا رہا شانِ امارت میں
"بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوے زیبا را"
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیّل سے فزوں تر ہے وہ نظّارا
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیّارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

"غنیؔ! روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کُن
کہ نُورِ دیدہ اش روشن کُند چشمِ زلیخا را"

لہٰذا اس ادنیٰ کاوش —زیر مطالعہ کتاب— سے ہماری یہ آرزو ہے کہ نسلِ نو، ہمارے آج کے غیور نوجوان، اور مستقبل کے معمارانِ وطن اپنے اس حقیقی ہیرو اور بطل جلیل ابو سعید المہلب بن ابی صفرۃ کو جانیں... پہچانیں... اس کی منفرد شخصیت اور زِندگی سے راہ نما اُصول اخذ کریں... ان سے سیکھیں... ممکنہ راہ نمائی حاصل کریں... اور ان اصولوں کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔

المہلب بن ابی صفرۃ کی شخصیت ہمارے لیے بلند حوصلہ، شجاعت، ذکاء اولو العزمی، وحدتِ اُمت، اعلائے کلمۃ اللہ، اسلام کی بالادستی کے لیے جدوجہد کرنے والی شخصیات میں سے ایک عمدہ اور نمایاں مثال ہے۔

امتِ مسلمہ کے احیاء کے لیے ہمیں ایسی دلیرانہ، دوراندیش، بااصول، صاحب بصیرت قیادت وسیادت کی ضرورت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری امت میں خطۂ پاکستان میں المہلب بن ابی صفرۃ جیسے بطلِ جلیل عطاء فرمائے۔ آمین...!!

دعا گو، خاکسار

جسٹس ڈاکٹر سید محمد انور

◆

باب اول:

المہلب کا شخصی تعارف اور ابتدائی زندگی

باب اول:

المہلب بن ابی صفرہ کا شخصی تعارف اور ابتدائی زندگی

المہلب کا شجرۂ نسب نام اور کنیت:

المہلب کا مکمل اور قابل اعتبار تعارف طبقات ابن سعد متوفی 230ھ میں ہمیں کچھ اس طرح ملتا ہے:

مہلب بن ابی صُفرہ عتکیؒ

> "ابو صفرہ[1] کا نام ظالم بن سرّاق ہے اور مُہلَّب کی کنیت ابو سعید ہے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پایا لیکن ان سے کچھ روایت نہیں کرتے اور سَمُرہ بن جُندَب وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ خراسان کے والی تھے اور مرو الرود[2] میں عہد عبد الملک میں سن 83ھ میں فوت ہوئے۔ آپ نے خراسان پر اپنے صاحبزادے یزید بن مُہلب کو اپنا نائب بنا دیا تھا، پھر حجاج نے یزید کو بحال رکھا۔[3]"

اس مختصر تعارف سے المہلب کی ذات سے متعلق کئی اہم باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

اولاً یہ کے المہلب نسلی طور پر عربی الاصل تھا۔ بعد کے بعض مؤرخیں نے اسے فارسی الاصل کہا ہے یا بنانے کی کوشش کی ہے وہ بات صحیح نہیں ہے۔

دوسری اہم بات جو طبقات ابن سعد میں المہلب بن ابی صفرہ کے بیان کیے گئے اس تعارف سے ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ المہلب صحابئ رسول ﷺ نہیں، جیسا کہ بعض مصنفین نے ان کے

---

[1] یعنی ابو مہلب کے والد کا نام ظالم بن سراق تھا

[2] خراسان کا ایک چھوٹا سا قصبہ جس کو مرورود اور مرو کوچک کے نام سے بھی لکھا جاتا ہے جو کہ موجودہ افغانستان کے شمال مغرب کے شہر بالا مرغاب میں واقع ہے۔

[3] طبقات ابن سعد ج7 ص145 ناشر نفیس اکیڈمی، کراچی

بارے میں خیال کیا ہے۔ بلکہ تابعی رسول ﷺ تھے۔ المہلب نے سمرہ بن جُندَب وغیرہ سے کچھ روایتیں بھی نقل کی ہیں جن کا ذکر ہم اس ہی کتاب کے آئندہ صفحات میں کریں گے۔

المہلب بن ابی صفرہ کا دوسرا تفصیلی تعارف محمد بن ابراہیم بن خلکان[1] نے اپنی کتاب وفیات العیان وابناء الزمان المعروف تاریخ ابن خلکان میں تفصیلا کرایا ہے۔ ابن خلکان نے المہلب بن ابی صفرہ کا تفصیلی تعارف یوں کرایا ہے کہ پہلے وہ اس کے والد، ظالم بن سراق کا مکمل شجرہ بیان کرتا ہے اور اس کی کنیت ابوصفرہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتا ہے کہ اس کی بیٹی کا نام صفرہ تھا اس سے وہ کنیت استعمال کرتا تھا۔ اس کے بعد ابن خلکان نے ابن قتیبہ کی کتاب المعارف کا حوالہ دیتے ہوئے اس کی مزید وضاحت کی ہے کہ المہلب کا باپ ابی صفرہ حضرت ابوبکرؓ سے کبھی ملا ہی نہیں جیسا کہ چند روایات میں درج ہے۔ یوں اس حوالہ سے ابن خلکان، قتیبہ کے دلائل کی تائید اور واقدی کی روایت کی نفی کرتا ہے۔[2]

ابن خلکان المہلب کے والد کی کنیت اور اس کا شجرہ نسب اس طرح بیان کرتا ہے:

> "اس کی بیٹی کا نام صفرہ تھا اور اس سے وہ کنیت (استعمال) کرتا تھا اور اسکا نام ظالم بن سراق[3] بن صبح بن کندی بن عمرو بن عدی بن وائل بن الحارث بن العیتک بن الازد تھا اور سین ساکنہ کے ساتھ اسد بھی کہا جاتا ہے۔ ابن عمران بن عمرو مُزیقیا د ابن عامر ماء السماء بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن الازد، الازدی العتکی البصری[4]"۔

---

[1] متوفی 650ھ

[2] ابن خلکان جلد پنجم ص 398

[3] یعنی المہلب کے والد کا نام ظالم بن سراق تھا

[4] (تاریخ ابن خلکان المعروف وفیات العیان وابناء الزمان ج 5 ص 398، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی) اس تفصیلی تعارف سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب لوگ اپنے حسب نسب کا کس قدر اور کس حد تک خیال رکھتے تھے کہ کسی شخص کے مکمل نام اور ولدیت وغیرہ سے

اس تعارف کو پڑھنے کے بعد المہلب کا تعارف جو طبقات ابن سعد میں درج ہے نہ صرف اس کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ اس میں کچھ مزید اضافہ بھی ہوتا ہے۔

المہلب الازدی قبیلے کے عتکی خاندان کا فرد تھا۔ الازدی قبیلہ عمان اور امارات عرب کے متصلہ علاقہ فجیرہ اور شارجہ وغیرہ میں بسنے والا آج بھی ایک بڑا اور اہم قبیلہ ہے۔ ابن خلکان نے المہلب کا سن ولادت بھی بتایا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال سے دو سال قبل کا ہے۔ نیز المہلب کے تابعی رسول ﷺ ہونے کی بھی مزید تصدیق ہوتی ہے، کیونکہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ المہلب کم عمر تھا جب یہ اپنے والد کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کے لیے آیا تھا۔[1] المہلب کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حاضری کا نہایت دلچسپ واقعہ ہم آگے اس ہی کتاب میں بیان کریں گے۔

المہلب کا سن ولادت اور وفات:

ابن خلکان کے بیان کے مطابق المہلب کا سن ولادت حضورؐ کے وصال جو کہ سن 632ء بمطابق سن 11ھ میں ہوا کے دو سال قبل کا بتایا گیا ہے۔ یوں یہ سن 8 ہجری بمطابق سن 629 عیسوی بنتا ہے۔ یہ سن تاریخی واقعات و شواہد سے بھی درست معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا وصال سن 11ھ میں ہوا اور اس نے دو سال قبل کے عرصہ کی مراد دو (2) سال سے زیادہ اور تین سال سے کم کا عرصہ ہے لہٰذا دیگر تاریخی شواہد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے اس کو سن 8ھ / بمطابق سن 629ء شمار کیا ہے۔ بعض مؤرخین نے المہلب کی تاریخ پیدائش 630ء بھی شمار کی ہے۔ ایک مستند محقق ڈاکٹر سید محمد طیب نے بھی المہلب کی تاریخِ پیدائش 7 یا 8 ہجری شمار کی ہے، جنہوں نے المہلب کی زندگی پر علی گڑھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہے۔

اس کا مکمل تعارف ہو جاتا تھا کہ وہ کس قبیلے کے کس خاندان اور کس علاقے میں کس قوم کا حصہ ہے۔ مزید یہ کہ مسلم مؤرخین کی تحقیق اور عبارات کی ضبط صحت کا کس حد تک خیال کیا جاتا تھا اور احتیات برتی جاتی تھی۔ یہ ہمارے علمی ورثہ کا طرۂ امتیاز ہے۔

[1] ابن خلکان ج پنجم ص 396

یہ شمع اسلام دنیا میں سن 629ء بمطابق 8ھ سے 702ء بمطابق 82ھ تک روشن رہی۔ المہلب اپنی آخری عمر میں خراسان کا عامل تھا جہاں سے اس نے بخارا پر دو حملے کیے لیکن وہاں سے واپسی پر ذوالحجہ 82 سن ہجری جنوری/فروری 702 سنِ عیسوی اس کے ضلع مرورود[1] کے ایک گاؤں زاغول میں وفات پائی۔[2]

المہلب سے متعلق ساری بحث کو نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ"[3] میں بیان کیا ہے۔ جس میں علامہ عسقلانی نے المہلب اور اس کے والد کا تعارف کرایا ہے اور اس کی کنیت ابو صفرہ ہونے کی وجہ اس طرح بیان کی ہے۔

ابو صفرہ ازدی کی وجہ کنیت کی روایات:

> "مہلب کے والد جو مشہور امیر ہے ان کے صحابی ہونے میں اور ان کے نام میں اختلاف ہے، بعض کا قول ہے کہ ان کا نام ظالم بن سارق ہے، بعض نے کہا: ابو سرّاق، ایک قول ہے: قاطع بن سارق بن ظالم، بعض نے کہا: غالب بن سرّاق۔ ابن کلبی نے ان کا نسب بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:
> ظالم بن سارق بن صُبح بن کندی بن عمرو بن عدی بن وائل "۔ بعض نے کہا کہ ان کی اصل عجم ہے۔ اور ازد کی طرف منسوب ہے۔ المہلب کے والد کی نسبت ابو صفرۃ ہونے کی وجہ کی طرف مندرجہ ذیل دو قول مشہور ہیں:۔
> "ابن سکن نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا ذکر کیا ہے اور محمد بن عبد بن حمید کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ابو صفرہ رسول ﷺ کے پاس

---

[1] اس علاقہ کو مروروذ کی املاء سے بھی لکھا اور بولا جاتا ہے۔

[2] دائرہ معارف اسلامیہ اردو، ج21ص902

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ص204۔

آئے، اس شرط پر آپ سے بیعت کرنے لگے کہ وہ زرد جوڑا پہنیں گے، جس کے پیچھے ایک جُبہ ہوگا، جسے وہ گھسیٹ رہے ہوں گے، وہ دراز قد، ڈیل ڈول والے، خوبصورت اور فصیح اللسان تھے۔ آپ ﷺ نے جب ان کا حسن وجمال دیکھا تو فرمایا: "تم کون ہو"۔ انہوں نے کہا: میں قاطع بن سارق بن ظالم بن عمر شہاب بن حلقام بن جلند بن سلم ہوں جو ہر کشتی کو غصب کرلیتا تھا، میں شہزادہ ہوں، جس کا باپ بھی بادشاہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ابوصفرہ ہو اپنے نام سے سارق اور ظالم ختم کردو"۔ انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کے اللہ کے سوا کوئی پکار اور عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور برحق اور سچے رسول ہیں۔ اللہ کے رسول! میری اٹھارہ نرینہ اولاد ہے، اور مجھے ایک بیٹی نصیب ہوئی ہے، جس کا نام میں نے صفرہ رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم تو واقعی ابوصفرہ ہو"۔

اخبار بصرہ میں عمر بن شبہ لکھتے ہیں:

> "عثمان بن ابی العاص جو ان دنوں بصرہ کے گورنر تھے، انہوں نے ابوصفرہ کو ازد کے چند لوگوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، آپ نے ان لوگوں کے نام پوچھے، ابوصفرہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں ظالم بن سارق ہوں، ان کے بال سفید تھے، جب آئے تو خضاب لگا کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم ابوصفرہ ہو، یوں یہ کنیت ان کے نام پر غالب آگئی"۔ [1]

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی مکتب رحمانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ج7 ص204-205۔

دبّا مہلب کا وطن ولادت:

ابو سعید المہلب بن ابی صفرۃ کی ولادت سن 629ء بمطابق 8ھ میں عمان کے ایک علاقہ دبّا میں ہوئی جو کہ جغرافیائی، بحری، سیاسی اور تجارتی اعتبار سے اور اپنے محل وقوع کے اعتبار سے اُس خطہ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے دَبّا خلیج عرب (جو کہ خلیج فارس بھی کہلاتی ہے) کے بالکل دہانے پر واقع ساحلی علاقے کے انتہائی شمالی کونہ بلکہ شمالی نوک پر واقع ہے۔ اس سے متصل سمندری پانی کو علاقہ کی خلیج عمان (Gulf Of Oman) کہا جاتا ہے۔ جس کے مغربی طرف عمان اور عرب امارات دوسری طرف شمالی جانب ایران اور پاکستان کے ساحل ملتے ہیں۔ دبّا کا محل وقوع مندرجہ ذیل نقشہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

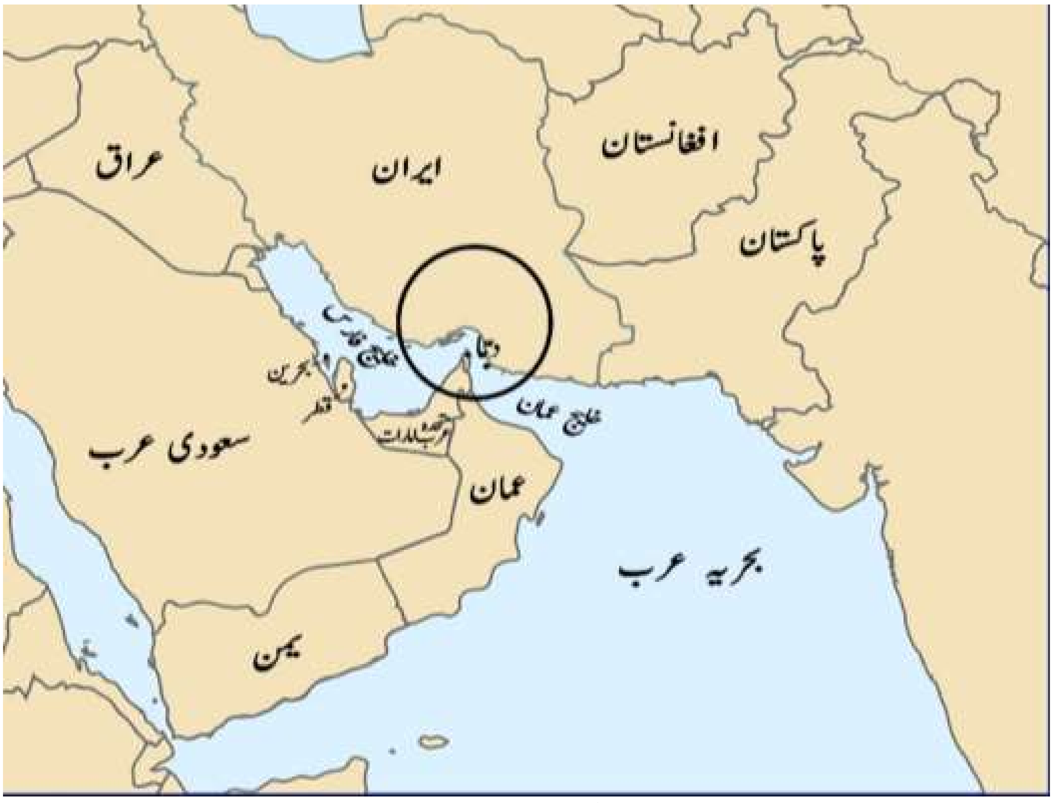
عراق
ایران
افغانستان
پاکستان
خلیج فارس
دبّا
بحرین
قطر
عرب امارات
خلیج عمان
سعودی عرب
عمان
بحیرہ عرب
یمن

(نقشہ ھذا میں دائرہ کے اندر دبّا کی نشاندھی کی گئی ہے جس میں پاکستان، افغانستان، ایران، عمان اور سعودی عرب کے جزیرہ نما علاقے کو ملا کر دیکھیں تو دبّا کی مرکزیت واضع نظر آتی ہے)

المہلب کے زمانے میں دبّا کے علاقہ کے لوگ عموماً کشتی رانی اور ماہی گیری کے پیشوں سے وابستہ تھے۔ خلیج عمان کی دوسری جانب ایران کی فاصلاتی قربت کی وجہ سے ان لوگوں کا وہاں کے لوگوں سے بہت قریبی اور دیرینہ تعلقات تھے۔ المہلب بن ابی صفرۃ نسلاً الازد قبیلے کا عرب النسل شخص تھا، اس کے باوجود چند ایک تاریخ دانوں نے غلط فہمی یا علاقائی اور عصبیتی مخالفت کی بنا پر ان کو غیر عربی کہا ہے۔ ایسی رائے کہ المہلب غیر عرب تھا غیر واقعاتی بات ہے۔ اس کی وضاحت اور تحقیق بہت لوگوں نے لکھی ہے۔ ہمارے خیال میں سب سے بہتر تفصیل ابن حجر عسقلانی کی تحقیق ہے جو کہ اس سوانح کے شروع میں ہم تحریر کرچکے ہیں۔

دبّا عمان کا ایک قدیمی شہر ہے جو جزیرہ نما عرب کے ایک اہم کاروباری و تجارتی مرکز شمار ہوتا تھا۔ اس شہر کا ذکر یاقوت الحموی[1] نے اپنی کتاب مُعجم البُلدان میں بھی ایسے ہی کیا ہے۔
آج کل دبّا کا علاقہ سیاسی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم ہے:

(۱) دبّا الفجیرہ، امارت الفجیرہ کا حصہ ہے۔

(۲) دبّا الحصن: امارت شارجہ کا حصہ ہے۔ جبکہ

(۳) دبّا البیعہ: عمانی محافظۃ مسندہ ہے۔ یہ ہی وہ اہم علاقہ ہے جو آبنائے ہرمس (Strait of Hormuz) کے دہانے پر شمال کی جانب آگے تک بڑھا ہوا ہے۔

جس طرح المہلب کی جائے پیدائش دبّا ایک ہمہ جہتی سیاسی اور بین الاقوامی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی طرح المہلب بن ابی صفرۃ کی شخصیت بھی اپنے اندر عسکری، علمی اور مذہبی الغرض ہمہ جہتی پہلو سموئے ہوئے ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ کہ المہلب کی جائے پیدائش کا وطن عزیز پاکستان سے ایک اتصالی تعلق بھی اس طرح ہے کہ International Hydrographic Organization کی، کی گئی سمندری حد بندی کے مطابق خلیج عمان کے ایک طرف عمان اور عرب

---

[1] (المتوفی:1229ء)

امارات ہیں تو دوسری طرف ایران اور پاکستان ہیں۔ یہ علاقہ گوادر سے اتنا قریب ہے کہ گوادر کی پہاڑی سے سامنے بنا دوربیں کی مدد سے نظر آتا ہے۔

(اس خطہ کی سٹلائٹ سے لی گئی تصویر سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ دبّا کی گوادر اور پسنی سے کتنی قربت ہے)

لیکن آج ہم اس قربت سے آپس میں سمندری راستہ سے وہ تجارتی فائدہ نہیں اٹھا رہے جو شاید آج سے صدیوں قبل اٹھایا جاتا تھا۔ المہلب بن ابی صفرہ کی شخصیت ہمیں اس طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ ہم نے ایک تجارتی منڈی کو مکمل طور پر نظرانداز کر رکھا ہے۔ کرۂ ارض پر اس Exclusive Economic Zone کے علاوہ کوئی اور علاقہ نہیں ہے جہاں فارسی دنیا، عربی دنیا اور پاکستان ایک دوسرے سے مل رہے ہوں اب یہ ہم ہی پر منحصر ہے کہ ہم اس جغرافیائی نعمت سے کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

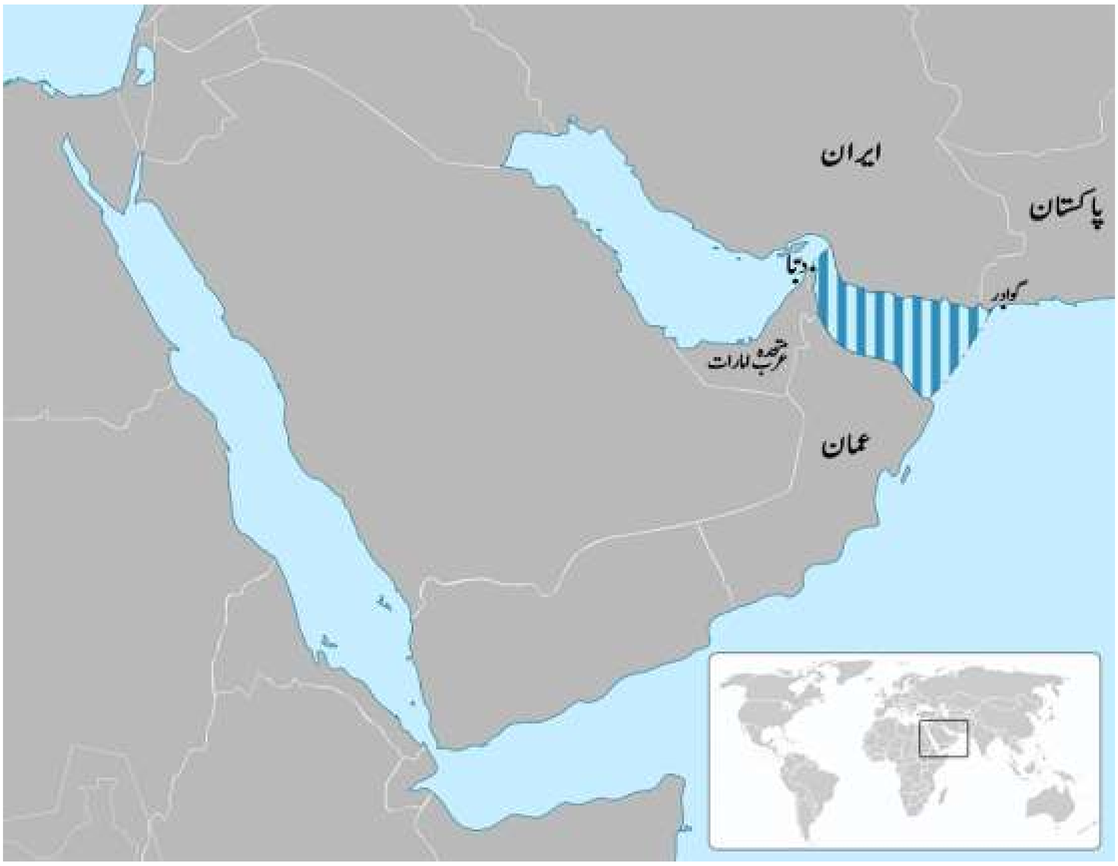

(اس نقشہ میں عمان کا سمندری Exclusive Economic Zone (EEZ) دکھایا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس (EEZ) میں پڑوسی ممالک اور پاکستان کس طرح اور کس حد تک شریک ہیں۔ اور اس سے کیا کیا تجارتی فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں)

قبیلہ الازد کو الاسد اور الذعر بھی کہا گیا۔ جس کی نسبت الأزد بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان کی طرف کی جاتی ہے۔ اسد یمن کے ایک قبیلہ کے مورث اعلیٰ کا نام ہے اور یہ قبیلہ اسی کے نام سے مشہور و متعارف ہوا۔ اسی قبیلہ کو "ازد" اور "ازد شنوہ" بھی کہا جاتا ہے۔ تمام انصار مدینہ اسی قبیلہ سے نسلی تعلق رکھتے تھے۔

ازدی قبیلہ کہلان (بنو قحطان) کی ایک شاخ تھا۔ بنو قحطان کی دیگر شاخیں قضاعہ کہلان اور حمیر تھیں۔ ازد کی ذیلی شاخوں میں اوس، خزرج، خزاعہ، غسان اور دوس شامل تھے۔ علاقائی لحاظ سے ازد کی چار شاخیں تھی۔ (۱) ازد شنوءۃ (۲) ازد السراۃ (۳) ازد غسان (۴) ازد عمان - ازد شنوءۃ اور ازد

السراۃ کے افراد تہامہ اور عسیر میں آباد تھے۔ قبائل ازد و سعودی عرب کے موجودہ صوبہ عسیر میں اس مقام کے آس پاس آباد تھے جہاں آج ابہا کا مشہور شہر ہے۔

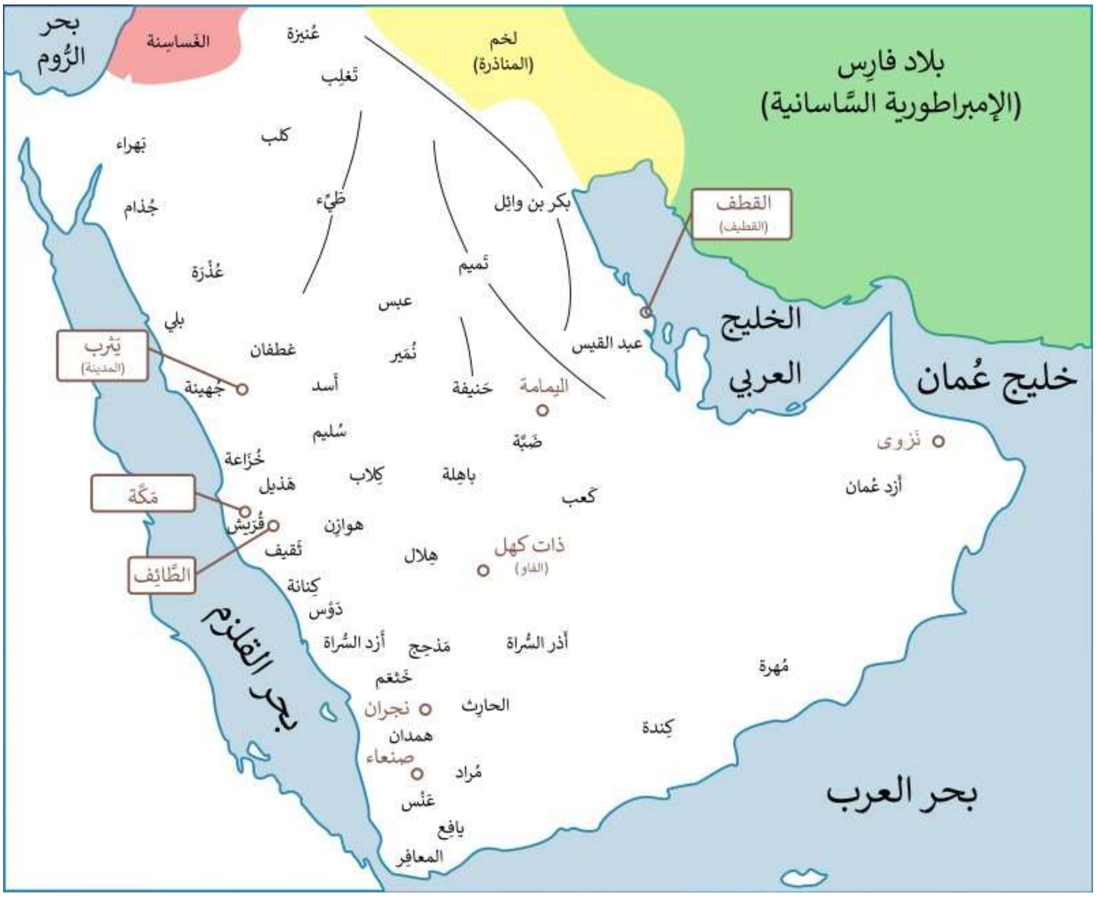
بحر
الرُّوم
الغساسِنة
عُنيزة
تَغلِب
لخم
(المناذرة)
بلاد فارِس
(الإمبراطورية السَّاسانية)
كلب
بَهراء
جُذام
طَيِّء
بكر بن وائِل
القطف
(القطيف)
عُذْرَة
تميم
بلي
عبس
الخليج
العربي
عبد القيس
يَثرب
(المدينة)
غطفان
نُمَير
جُهينة
أسد
حَنيفة
اليمامة
خليج عُمان
نَزوى
سُليم
ضَبَّة
خُزاعة
هَذيل
كِلاب
باهِلة
أزد عُمان
مَكَّة
كَعب
قُرَيش
هوازِن
ثَقيف
ذات كهل
(الفاو)
هِلال
الطَّائِف
كِنانة
دَوْس
بحر القلزم
أزد السُّراة
مَذحِج
أذر السُّراة
مُهرة
خثعم
نجران
الحارِث
همدان
كِندة
صنعاء
مُراد
عَنْس
بحر العرب
يافِع
المعافِر

(یہ نقشہ بتا رہا ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت جزیرہ نما عرب میں کونسا قبیلہ کہاں آباد تھا)

عمان کا ازدی قبیلہ:

فتح مکہ کے بعد ازد سے سات آدمیوں کا ایک وفد بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ کو ان کی وضع قطع اور خوش کلامی بہت پسند آئی۔ آپ نے ان سے پوچھا: ”تم لوگ کون ہو؟“ انہوں نے عرض کیا: ”ہم مومن ہیں۔“ حضور مسکرائے اور فرمایا: ”ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتاؤ تمہارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے؟“

اہل وفد نے عرض کیا: "ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں۔ ان میں سے پانچ تو ایسی ہیں جن کے متعلق آپ کے قاصدوں (مبلغین یا داعیانِ اسلام) نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان پر ایمان رکھیں اور پانچ ایسی ہیں جن کے متعلق ہدایت کی ہے کہ ان پر عمل کریں اور پانچ وہ ہیں جن کے ہم زمانہ جاہلیت سے پابند ہیں اور اب تک ان پر قائم ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر تمہیں ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے؟"

اہل وفد نے عرض کی: "یا رسول اللہ (خصلتیں) یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانیں اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا یقین کریں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "وہ پانچ باتیں کیا ہیں جن پر تمہیں عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے؟"

اہل وفد نے جواب دیا: "یہ کہ ہم اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز پابندی سے پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں۔"

فرمایا: "اچھا اب وہ پانچ باتیں بتاؤ جن پر تم زمانۂ جاہلیت سے کاربند ہو۔"

اہل وفد نے عرض کیا: "خوشحالی کے وقت شکر کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، راضی برضائے الٰہی رہنا، آزمائش کے وقت راست بازی پر قائم رہنا اور دشمنوں کی مصیبت پر ہنسی نہ اڑانا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگ تو بڑے حکیم اور عالم نکلے۔ تمہاری حکمت و دانش گویا انبیاء کی حکمت و دانش ہے۔ اچھا تو اب پانچ باتیں میں تمہیں بتاتا ہوں تاکہ کل مجموعہ بیس باتیں ہو جائیں۔

۱۔ ضرورت سے زیادہ اشیائے خورد و نوش جمع (ذخیرہ) نہ کرو۔

۲۔ ضرورت سے زیادہ مکانات نہ بناؤ، یا وہ مکان نہ بناؤ جس میں تمہیں بسنا نہ ہو۔

۳۔ جس چیز کو چھوڑ کر کل تمہیں چلا جانا ہے اس میں ایک دوسرے کی حرص نہ کرو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کی طرف پھر تمہیں لوٹنا ہے۔ اور اس کے حضور جواب دہی کرنی ہے۔

۵۔ ان چیزوں سے رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔"

اہلِ وفد نے حضور کے ارشادات پر آمَنَّا وصَدَّقْنَا کہا اور وطن واپس جا کر ہمیشہ ان پر عمل کیا۔

ازد قبیلہ کی حضور ﷺ نے مدح فرمائی۔

جامع ترمذی میں ازد قبیلہ سے متعلق مندرج ذیل حدیث درج ہے۔ (حدیث نمبر 5991)

> عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الأَزْدُ أَزْدُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ يُرِيدُ النَّاسُ أَنْ يَضَعُوهُمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يَرْفَعَهُمْ، وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَقُولُ الرَّجُلُ: يَا لَيْتَ أَبِي كَانَ أَزْدِيًّا يَا لَيْتَ أُمِّي كَانَتْ أَزْدِيَّةً"[1]
>
> حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قبیلہ ازد کے لوگ روئے زمین پر اللہ کے ازد (یعنی اللہ کا شکر اور اس کے دین کے معاون ومددگار) ہیں لوگ اس قبیلہ کو ذلیل وخوار کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف اس قبیلہ کے لوگوں کو عزت وبلندی عطا کرنا چاہتے ہیں یقینا لوگوں پر وہ زمانہ آنے والا ہے جب آدمی یہ کہتا نظر آئے گا کہ کاش میرا باپ ازدی ہوتا اور کاش میری ماں قبیلہ ازد سے ہوتی۔

---

[1] سنن الترمذي، ج5، ص727، حدیث نمبر 3937۔ امام ترمذی نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ. وَرُوِيَ عَنْ أَنَسٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مَوْقُوفًا وَهُوَ عِنْدَنَا أَصَحُّ۔ یہ حدیث غریب ہے کہ اس سند کے سوا دوسرے طریقے سے نہیں پہنچی۔ حضرت انس نے اس سند کے ساتھ موقوفاً روایت کی ہے اور وہ ہمارے نزدیک اصح ہے۔

قبیلہ ازد کی نسبت اللہ کی طرف کر کے ان کو ازد اللہ کہنا یا تو ان کو لقب کے ساتھ متعارف کرانا تھا یا اس اعتبار سے کہ اس قبیلہ کے لوگ اللہ کے دین اور اللہ کے رسول کے معاون مددگار ہونے کی حیثیت سے اللہ کا لشکر تھے، ان کے فضل و شرف کو ظاہر کرنے کے لیے ان کے قبیلے کی نسبت اللہ کی طرف کی اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ازد اللہ دراصل اسد اللہ (اللہ کے شیر) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ قبیلہ ازد کے لوگ معرکہ شجاعت و دلاوری کے شیر ثابت ہوتے ہیں۔ کاش میرا باپ ازدی ہوتا مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ میں اس قبیلہ کا مرتبہ ایسا وقیع ہوگا اور اس قبیلہ سے تعلق رکھنے والے لوگ اتنے باعزت و سربلند ہوں گے کہ دوسرے قبائل کے لوگ ان پر رشک کریں گے اور اس آرزو کا اظہار کرتے نظر آئیں گے کہ کاش ہم بھی اس قبیلہ کے ہوتے۔[1]

مسند احمد کی ایک حدیث میں ازد قبیلہ کی تعریف کچھ اس طرح بیان فرمائی گئی ہے:

> (١٢٥٥٨)- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرة قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه وآله وسلم : ((نِعْمَ الْقَوْمُ الْأَزْدُ، طَیِّبَة أَفْوَاهُهُمْ، بَرَّة أَیْمَانُهُمْ، نَقِیَّة قُلُوبُهُمْ-))[2]

> سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ ازد کے لوگ بہترین لوگ ہیں، ان کے منہ یعنی گفتگو انتہائی شان دار ہوتی ہے، یہ اپنی قسم کو پورا کرتے ہیں اور دلوں کے صاف ہوتے ہیں، یعنی یہ کسی کے خلاف بغض یا حسد نہیں رکھتے۔

المہلب کی آل و اولاد:

المہلب کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام خیرہ القشیریہ اور دوسری کا نام باہیہ تھا جو کہ ہندستان سے تھی۔

---

[1] مشکوۃ شریف کی شرح مظاہر حق

[2] مسند احمد، حدیث نمبر: 8615

المہلب کے گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی تھی جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں :-

(1) عبدالمالک (2) حبیب (3) مروان (4) مدرک (5) مفضل (6) محمد (7) المغیرہ (8) قبیصہ (9) بزد (10) زیاد (11) العُیینہ۔ (12) مہلب کی بیٹی کا نام ھند تھا۔

المہلب کے نامور بیٹوں کا تعارف:

المہلب نے اپنی اولاد کی بہت جامع اور مثالی تربیت کی تھی اس کے سارے بیٹے ایک سے بڑھ کر ایک نامور جرنیل سپہ سالار اور سیاسی عہدہ دار بنے۔ جن میں سے چند کا تعارف ذیل میں پیش کیا گیا ہے۔ المہلب کے بیٹوں کے اس مختصر تعارف سے ہمیں اندازہ ہوگا کہ تاریخِ اسلام میں خصوصًا اموی دور میں، عرق سے لے کر مملکت کی مشرقی سرحد کے خطے کی سیاست اور تاریخ پر المہلب کے خاندان کا کتنا گہرا اثر تھا، جس کے نقوش آج بھی نمایاں پائے جاتے ہیں۔ ان نقوش کے پیچھے المہلب بن ابی صفرہ کی ایک نہایت طاقت ور شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔

(ا) حبیب بن المہلب الازدی (متوفی سن 702ء)

حبیب اپنے والد کی طرح ایک دلیر جرنیل تھا۔ تاریخ طبری کے مطابق یہ کئی جنگوں میں اپنے والد کے شانہ بشانہ لڑا۔ خصوصا المہلب کی ازرقیہ خوارج کے خلاف مہمات میں جو 686ء اور 695ء میں بصرہ، اور صوبہ خوزستان کے مقام اہوار اور فارس کے علاقوں میں لڑی گئیں۔ سن 697ء میں ازرقیوں کا قلع قمع ہو جانے کے بعد سن 700ء میں حبیب نے اپنے والد کے ساتھ کُش کی مہم میں حصہ لیا۔ پھر جب 702ء میں الہملب کا انتقال ہونے لگا تو وصیت کے وقت یہ اس کے پاس موجود تھا۔ اس کے بعد یہ اپنے بھائیوں یزید اور مفضلہ کا حامی ومددگار رہا۔ جب المہلبیوں (المہلب کی اولاد) المہلب بن ابی صفرہ کی وفات کے بعد حجاج بن یوسف کے زیر عتاب آئے تو یہ بھی گرفتار رہا اور عقوبتیں اٹھاتا رہا تاوقتیکہ اموی خلیفہ ولید نے المہلبیوں کو عام معافی دے دی۔ خلیفہ ولید کے انتقال کے بعد اموی سلطنت میں المہلبیوں کی قدر و منزلت بحال ہو گئی اور 715ء میں خلیفہ سلیمان کے تخت نشیں ہونے

پر المہلبیوں پھر سے اقتدار اور طاقت میں آئے اور حبیب بن المہلب الازدی سندھ کا والی مقرر ہوا۔ اس وقت سندھ تازہ تازہ محمد بن قاسم نے فتح کیا تھا۔ حبیب نے ہی محمد بن قاسم کو پیش قدمی جاری رکھنے کا حکم دیا تھا اور محمد بن قاسم نے سندھ کا شہر "اروڑ" فتح کیا۔ جو کہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ خلیفہ سلیمان کے انتقال سن 717ء کے بعد "المہلبیون" پھر زیر عتاب آگئے اور خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے ان کو گرفتار کرادیا۔ سن 720ء کو خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے انتقال پر یزید بن المہلب جیل توڑ کر فرار ہوا، اس وقت حبیب بصرہ میں تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں مفضلہ، مروان اور عبد المالک سے مل کر بصرہ پر قبضہ کیا اور خلیفہ کے خلاف بغاوت میں اپنے بھائی یزید کی مدد کی۔ بالآخر 720ء میں العقر کے مقام پر حبیب اور یزید المہلب کے دونوں بیٹے لڑتے ہوئے اموی فوجوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ [1]

(۲) یزید بن ابی صفرہ: (سن 672ء تا 720ء)

المہلب اپنے انتقال کے وقت خراسان کا والی (گورنر) تھا سن 702ء میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا خراسان کا والی مقرر ہوا اور سن 704ء میں اس کو برطرف کردیا گیا۔ حجاج بن یوسف نے اسے جیل میں ڈلوادیا جہاں سے سن 708ء میں اس نے فرار حاصل کی۔ وہاں سے بھاگ کر اس نے بنوامیہ کے ایک شہزادے سلیمان بن عبد المالک کے پاس فلسطین میں پناہ لی۔ جب سلیمان بن عبد المالک 715ء میں خلیفہ بنا تو یزید بن المہلب کو عراق کا والی بنادیا گیا۔ یوں یزید بن المہلب خلیفہ سلیمان بن عبد المالک کا معتمد ترین شخص بن گیا اور خلیفہ کی عراق سے مشرقی جانب ہر کامیاب مہم میں اس کا حصہ کسی نہ کسی طرح شامل تھا۔ اس دور میں اس کے حجاج سے تعلقات سخت کشیدہ رہے۔ سلیمان بن عبد المالک کے بعد عمر بن عبد العزیز نے یزید بن المہلب کو پھر سے گرفتار کرلیا۔ عمر بن عبد العزیز کے انتقال کے بعد یزید ایک مرتبہ پھر جیل سے فرار ہوا۔ گو خلیفہ نے یزید بن المہلب کو معافی دے دی لیکن اس نے خلیفہ کی مخالفت برقرار رکھی۔

---

[1] طبری جلد 6، ص 448

(۳) مدرک بن المہلب بن ابی صفرہ:

یہ اموی خلفاء عبدالمالک اور سلیمان بن عبدالملک دونوں کا وفادار رہا اور جتنے عرصہ اس کا بھائی مفضلہ خراسان کا والی گورنر رہا یہ اپنے بھائی کا دست و بازو بنا رہا۔

(۴) مفضل بن المہلب بن ابی صفرہ: (متوی 704)

مفضل 704ء میں بنوامیہ کی طرف سے خراسان کا والی مقرر ہوا تھا جس دوراں اس نے افغانستان کے شہر بادغیس اِخران، اور سومان (دوشمبہ) فتح کیے۔ حجاج نے المہلب کے چار بیٹے مفضل یزید، حبیب اور عبدالمالک قید کر لئے تھے جو چاروں 708ء میں جیل توڑ کر فرار ہوئے اور فلسطین میں جا کر پناہ گزیں ہوئے تھے۔[1]

المہلب کی دو بیویوں میں سے ایک بیوی جو ہندستان سے تھی جس کا نام باہیہ تھا وہ مفضل کی ماں تھی۔[2]

(۵) المغیرہ بن المہلب

المغیرہ بن المہلب کے بارے میں البدایہ والنہایہ جلد نہم ص 65 پر یوں لکھا ہے کہ یہ المہلب کے بیٹوں میں بڑا سخی بے حد فیاض اور بہادر انسان تھا جن کی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ ابن خلکان نے المغیرہ بن المہلب کی تعریف اپنی تاریخ میں یوں کی ہے:۔

> "اور اس کے سردار بیٹوں میں سے ابوفراس المغیرہ ہے اور اس کا باپ اسے خوارج کے ساتھ جنگ میں آگے کرتا تھا اور اس کے ان کے ساتھ مسلّمہ معرکے ہیں جنہیں تو اریخ نے اپنے اندر سمویا ہوا ہے۔ اس نے ان میں بڑی شجاعت دکھائی جس نے اس کی بہادری، شجاعت اور ہر کام کو کر گزرنے کی قوت کو نمایاں کر دیا اور وہ اپنے باپ کے ساتھ خراسان

---

[1] تاریخ طبری، ج6، ص448، 547

[2] طبری جلد12

آیا اور اس نے "مرو الشاہجہان" میں اس کی نیابت کی اور وہیں اپنے باپ کی زندگی میں ہی ماہ رجب سن 82ھ میں وفات پائی۔"[1]

مغیرہ کو تعینات کرتے وقت مہلب کا مغیرہ کے بارے میں خطاب:

المہلب نے اپنے اس بیٹے کی متعدد اوصاف بیان کئے ہیں۔ ایسا تذکرہ المہلب نے والی مقرر کرتے ہوئے اپنے ایک خطاب میں درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

"إني قد استخلفت عليكم المغيرة وهو أبو صغيركم رقّة ورحمة، وابن كبيركم طاعة وبرّا وتبجيلا وأخو مثله مواساة ومناصحة، فلتحسن له طاعتكم وليلن له جانبكم، فو الله ما أردت صوابا قط إلا سبقني إليه"

"میں نے تم پر مغیرہ کو مقرر کیا ہے جو تمہارے چھوٹوں (بچوں) کے ساتھ ان کے والد کی حیثیت میں نرمی اور رحمت والا، اور تمہارے بڑوں بزرگوں کے لیے فرمانبرداری، نیکی اور تعظیم میں بطور بیٹا اور اپنے ہم عمر افراد کے لیے تسلی دینے والا اور نصیحت کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کی اچھی اطاعت کریں اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں۔ پس اللہ کی قسم میں نے جب بھی کسی بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اس نے مجھ سے سبقت لی ہے۔"[2]

---

[1] ابن خلکان جلد پنجم ص354 تا355

[2] «الكامل في اللغة والأدب» (3/239): .

(٦) قتیبہ بن المہلب:

المہلب کا یہ بیٹا تاریخ اسلام میں اپنے دو پوتوں کی شجاعت اور قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے دو پوتے روح بن حاتم بن قبیصہ اور یزید بن حاتم بن قبیصہ ہیں۔ جن کے کارناموں کی تفصیل تاریخِ اسلام کی مختلف کتب میں موجود ہیں۔[1]

(١) هند بنت المہلب:

المہلب کی ایک بیٹی تھی جو کہ حجاج بن یوسف کی بیوی تھیں، لیکن جب المہلب کی وفات کے بعد حجاج بن یوسف اور المہلب کے بیٹوں میں سیاسی اختلافات بڑھ گئے اور حجاج نے المہلب کے بیٹوں کو پکڑ کر عقوبت خانوں میں ڈال کر ان پر تشدد کیا تو ان کی بہن ہند بنت المہلب سے یہ برداشت نہ ہو سکا نتیجتاً اس نے حجاج بن یوسف سے طلاق لے لی۔ المہلب کی بیٹی ہند گھر دار خاتون تھیں اور تابعہ رسول ﷺ تھیں، جس کے متعلق المہلب کے والد ابو صفرہ کے حوالے سے ایک مندرج ذیل روایت بھی مروی ہے:

روایت:

> " -حدثنا عبدالله بنن الحسن الحرانی قال: نایزید بن المروان الخلال قال: نا زیاد بن عبدالله القرشی قال: دخلت علی هند بنت المهلب بن ابی صفرة وهی امرأة الحجاج بن یوسف وبیدها مغزل تغزل به ، فقلت لها : تغزلین وأنت امرأة امیرا؟ فقالت: سمعت أبی یحدث ،عن جدی ، قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: اطولکن طاقة اعظمکن اجرا،"

---

[1] اس سلسلے میں ابن خلکان کی وفیات الاعیان جلد 2، ص 305، اور ذہبی کی کتاب سیر أعلام النبلاء کی جلد 7، ص 104 اور بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

> "ترجمہ : حضرت زیاد بن عبداللہ القرشی فرماتے ہیں کہ میں ہند بن مہلب بن ابوصفرۃ، حجاج بن یوسف کی بیوی کے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں چرخہ تھا، جس کے ساتھ وہ سوت کات رہی تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا: آپ امیر صاحب کی بیوی ہیں اور آپ چرخہ کات رہی ہیں ؟انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو اپنے دادا کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "تم میں سے جس کے دھاگے کی لٹ زیادہ لمبی ہو گی، اس کا اجر بھی سب سے زیادہ ہو گا"۔[1]

اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے المہلب نے اپنی بیٹی کی کیسی شاندار تربیت کی تھی کہ وہ ایک امیر باپ کی بیٹی ہونے اور ایک والی صوبہ (گورنر) کی بیوی ہونے کے باوجود خود اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو ترجیح دیتی تھیں اور اس پر فخر کرتی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایسا اس لیے کرتی تھیں کہ اس نے اپنے والد کے حوالہ سے سن رکھا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ سے کام کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ان کے والد نے یہ نبوی تعلیمات بطور روایت اور تلقین اپنے بچوں میں منتقل کیں جن پر واقعی اجر و ثواب بھی ہے۔

المہلب کی رشتہ داریاں

مہلب نے اپنی اولاد کی شادیاں بہت سوچ سمجھ کر کیں۔ اس نے قبائلی اور سیاسی معاملات کو مدنظر رکھتے ہوئے رشتے طے کیے تھے۔ ان میں سب سے اہم اس کی بیٹی کی شادی حجاج بن یوسف الثقفی کے ساتھ تھی جو کہ بنوامیہ کی حکومت کا ایک نہایت اہم والی اور معتمد تھا۔ اسی طرح اس نے اپنے زیادہ تر بیٹوں کی شادی بھی قبائلی اور سیاسی اثر رسوخ کو مدنظر رکھتے ہوئے کی تھیں۔

---

[1] معجم الاوسط، حدیث نمبر: 4345۔ امام طبرانی لکھتے ہیں حضرت ابوصفرہ نے رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے اس حدیث کے علاوہ اور کوئی مسند حدیث بیان نہیں کی اور ان سے یہ حدیث صرف اسی اسناد کے ہمراہ مروی ہے، اس حدیث کو روایت کرنے میں حضرت یزید بن مروان منفرد ہیں۔ معجم الاوسط طبرانی، ج4 ص 243۔

المہلب بطور راوی احادیث:

گو المہلب کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں لیکن دینی اعتبار سے ان کی شخصیت کا سب سے ممتاز اور نمایاں پہلو ان کا تابعین رسول ﷺ میں سے ہونا ہے۔ لہٰذا المہلب کے شخصی تعارف کے بعد ہم بھی ان کی شخصیت کے اس پہلو کو سب سے پہلے بیان کرتے ہیں۔ المہلب کے حوالہ سے کم روایات مروی ہیں ذیل میں تمام وہ روایات درج ہیں جو ابو سعید المہلب بن ابی صفرہ کے حوالے سے مختلف کتب احادیث میں موجود ہیں:

المہلب بن ابی صفرہ سے مروی روایات:

> "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «إِنْ بُيِّتُّمْ، فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ: حٰم لَا يُنْصَرُونَ".
>
> "ترجمہ: (امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ) ہمیں محمد بن کثیر نے بتایا اور انہیں سفیان نے اور سفیان نے ابو اسحاق سے سنا اور ان سے مہلب بن ابی صفرہ نے بیان کیا کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "اگر دشمن تمہارے اوپر شب خون ماریں تو تمہارا شعار "حٰم لا يُنصَرون" ہونا چاہیے"[1]

مہلب کی اس روایت کو علامہ ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر نے اپنی کتاب اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں اس طرح نقل کیا ہے:

> "مہلب بن ابو صفرہ نے صحابی سے: وکیع نے سفیان سے، انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے مہلب بن ابو صفرہ سے روایت کی کہ مجھے

---

[1] ۔ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر، 2597، سنن الترمذی، کتاب الجہاد، حدیث نمبر: 1682۔ یہ حدیث تحفۃ الأشراف: 15679، عمل الیوم واللیلۃ (617)، مسند احمد (4/65، 5/377) وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

ایک صحابی نے بتایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں رات میدانِ جنگ میں گزارنا پڑے تو سورہ حٰم پڑھ کر سویا کرو۔ دشمن تجھ پر غلبہ نہیں پا سکیں گے"۔[1]

امام ترمذیؒ کی روایت

"حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ المهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ، عَمَّنْ سَمِعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: " إِنْ بَيَّتَكُمُ العَدُوُّ، فَقُولُوا: حم لَا يُنْصَرُونَ ": وَفِي البَاب عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ، وَهَكَذَا رَوَى بَعْضُهُمْ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مِثْلَ رِوَايَةِ الثَّوْرِيِّ، وَرُوِيَ عَنْهُ عَنِ المهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلًا"۔[2]

"ترجمہ: مہلب بن ابی صفرۃ ان لوگوں سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے ”اگر رات میں تم پر دشمن حملہ کریں تو تم حم لایُنصرون کہو"

امام ترمذی کہتے ہیں:

"۱۔ بعض لوگوں نے اسی طرح ثوری کی روایت کے مثل ابو اسحاق سے روایت کی ہے، اور ابو اسحاق سے یہ حدیث بواسطہ المہلب بن اِبی صفرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل طریقہ سے بھی آئی ہے۔"[3]

---

[1] اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ابو الحسن علی الجزرری ابن اثیر، جلد سوم ص1020۔

2۔ ترمذی، السنن، حدیث نمبر: 1682

[3] « سنن الترمذي » (4/ 197 ت شاکر) سنن ترمذی میں تخریج الحدیث » : سنن ابی داود / الجہاد 78 (2597)، (تحفۃ الأشراف: 15679)، ومسند احمد (4/ 289) (صحیح) «

امام طیالسی کی روایت:

" حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُهَلَّبَ بْنَ أَبِي صُفْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَخْطُبُ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ أَوْ عَلَى قَرْنَيْ شَيْطَانٍ"

"ترجمہ: مہلب بن ابی صُفرہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، اور فرمایا: اس وقت سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے"۔[1]

امام طبرانیؒ

"حدثنا موسى بن هارون ثنا احمد بن حفص حدثنى أبى ثنا ابراهيم بن طهمان عن الحجاج بن الحجاج، عن قتادة، عن عمر بن سيفٍ، عن المهلب بن أبى صفرة، عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال: قال رسول الله ﷺ: تبعث نار على أهل المشرق فتحشرهم إلى المغرب، تبيتُ معهم حيث باتوا، وتقيل معهم حيث قالوا، يكون لها ماسقط منهم، وتخلّف تسوقهم سُوق الجمل الكسير"۔

---

[1] ۔ مسند الطیالسی: حدیث نمبر: 938۔ اس حوالے سے امام طیالسی کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے بھی نقل کیا ہے بحوالہ جلد 2 ص 349۔ طبرانی میں یہ ہی حدیث "مصنف" کے حوالے سے حدیث بمبر 6974 پر درج ہے۔ نیز مُسند احمد بن حنبل میں یہ ہی حدیث بحوالہ نمبر 20239 موجود ہے۔ البتہ طبرانی نے حدیث نمبر 6973 بطریق شعبہ نقل کی ہے، جس میں غروب آفتاب کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ مُسند ابی داؤد الطیالسی ج 1 ص 624۔

> "حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے مشرق پر آگ کو بھیجا جائے گا وہ ان کو مغرب کی جانب جمع کرلے گی، وہ لوگ جہاں رات گزاریں گے آگ بھی ان کے ہمراہ رات گزارے گی، جہاں وہ قیلولہ کریں گے آگ بھی وہاں قیلولہ کرے گی اور ان کا بچا کھچا سب کچھ کھاجایا کرے گی اور ان کے پیچھے پیچھے آئے گی اور ان کو اس طرح ہانکے گی جیسے شکست خوردہ جماعت کو ہانکا جاتا ہے"۔ [1]

المہلب کو امام ذہبی نے ایک ثقہ راوی قرار دیا ہے۔ امام شمس الدین الذہبی اپنی کتاب "میزان الاعتدال" میں مہلب بن ابی صفرہ کے ثقہ ہونے، روایات کے طُرق اور اس سے متعلق دیگر محدثین کے المہلب سے متعلق آراء کو مندرج ذیل طریقے سے نقل کرتا ہے:

> "اس نے حسن بصری سے روایت نقل کی ہے، یہ خود بھی بصرہ کا رہنے والا ہے۔ اسے ابن ابو حبیبہ بھی کہا گیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: میں نے اس کے حوالے سے کوئی منکر روایت نہیں دیکھی کہ میں اس کا تذکرہ کروں۔ امام احمد، امام داؤد اور ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ سعید بن ابو عروبہ اور یحییٰ بن سعید نے اس سے رویات نقل کی ہیں"۔ [2]

خوارج کا المہلب کے خلاف بغض:

خوارج شعراء کے حوالہ سے تاریخ سے کچھ ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں المہلب کو جھوٹا کہا گیا ہے، جس کی وجہ بھی تاریخ سے ہی ہمیں ملتی ہے۔ المہلب نے چونکہ خوارج کا خوب قلع قمع کیا ان سے خوب لڑائی

---

[1] (المعجم الاوسط الطبرانی حدیث 8092)

[2] امام شمس الدین الذہبی (میزان الاعتدال، ج6 ص 501) مکتبہ رحمانیہ

کی حتی کہ خوارج کے انتہائی مستعد ترین گروہ ازارقہ کو مسلسل 17 سال جنگ کر کے بصرہ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ لہٰذا خوارج کا المہلب کی کردار کشی اور جھوٹے الزامات لگانے کی وجہ بھی سمجھ آتی ہے۔ اس کی ایک نہایت عملی اور قابل فہم وجہ بلاذری نے مندرجہ ذیل انداز میں نقل کی ہے:

> "ابن قتیبہ نے "المعارف" میں بیان کیا ہے کہ اس پر صرف جھوٹ کا عیب لگایا جاتا تھا اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے وہ جھوٹ بولتے گیا ہے۔[1] میں کہتا ہوں کہ مہلب بڑے خدا خوف لوگوں میں سے تھا اور جھوٹ بولنے سے بہت بلند (دور) تھا لیکن وہ جنگجو تھا اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "الحرب خدعة"، جنگ دھوکا ہے، وہ خوارج کے ساتھ ایک بات میں معارضہ کرتا تھا اور اس سے توریتہً اس کی مراد دوسری بات ہوتی تھی۔ وہ اس سے خوارج کو خوفزدہ کرتا تھا اور وہ اسے کذاب کا نام دیتے تھے اور کہتے تھے وہ جھوٹ بولتے گیا ہے اور رسول کریم ﷺ بھی جب جنگ کا ارادہ کرتے تو دوسری بات سے اس کا توریہ کرتے یعنی اصل بات کو مخفی رکھتے اور دوسری کا اظہار کرتے۔"[2]
>
> ابوالعباس المبرد نے "الکامل" میں اُن اشعار کی شرح میں جن میں مہلب پر جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہے بیان کیا ہے کہ اور اس کا یہ قول کہ وہ کذاب ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ مہلب فقیہ تھا اور وہ رسول کریم ﷺ کی جانب سے آمدہ قول کو جانتا تھا کہ ہر جھوٹ کو تین جھوٹوں کے سوا، جھوٹ لکھا جاتا ہے؛ دو آدمیوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے جھوٹ بولنا۔ آدمی کا اپنی بیوی سے جھوٹ بول کر وعدہ کرنا اور جنگ میں آدمی کا ڈرانے اور دھمکاتے ہوئے جھوٹ بولنا۔[3]

---

[1] ابن قتیبہ، المعارف (399/1)

[2] ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج5، ص352

[3] ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج5، ص352۔ المبرد، الکامل في اللغة والأدب، ج3، ص228

المہلب بطور ایک مخاطبِ حماسی:

مہلب اپنے خطبات کے ذریعے لوگوں کے نظریات کی ساخت اور سمت درست کیا کرتا تھا۔ یہ نفسیاتی جنگی حربوں میں سے ایک اہم جز سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح دشمن کی صفوں میں اختلاف اور نفسیاتی ہیجان پیدا کرنا کسی سالار کا ایک اہم مقصد ہوتا ہے اسی طرح اس کے برعکس ایک اچھا سپہ سالار اپنی صفوں میں دشمن کے بارے میں صحیح ادراک اور فہم رکھنے کی بھی اہمیت کو سمجھتا ہے۔ اس قسم کا ادراک فوجی جوانوں کے حوصلے بلند رکھنے اور ارادے مضبوط رکھنے میں کام آتا ہے خوارج کے ساتھ طویل، کٹھن اور مشکل جنگ میں بطور جنگی حکمتِ عملی المہلب نے اس بات کا بھی خاطر خواہ اہتمام رکھا کہ وہ اپنی فوج کو خوارج کے فاسد عقائد اور ان کے مذموم ارادوں سے روشناس کرائے رکھے، تاکہ وہ کسی فکری ابہام کا شکار نہ ہو سکیں۔ اسی حکمتِ عملی کی بنیاد پر وہ اپنی عوام اور حامیان کے درمیان ایسے خطبات دیتا رہا جن سے وہ اپنے حامیان کو دشمن سے خبردار اور جگائے رکھے۔ اس بات کا اظہار مہلب کے ایک مشہور خطبے سے ہوتا ہے:

> "يا أيها الناس انكم قد عرفتم مذهب هؤلاء الخوارج وانهم ان قدروا عليكم فتنوكم في دينكم وسفكوا دماءكم. فقاتلوهم على ما قاتل عليه أولهم. علي بن ابي طالب صلوات الله عليه.فلقد لقيهم قبلكم. الصابر المحتسب مسلم بن عبيس. والعجل المفرط عثمان بن عبيد الله . والمعصي المخالف حارثة بن بدر فقتلوا جمعياً . وقتلوا فألقوهم بجد وحد . فانما هم مهنتكم وعبيدكم وعار عليكم ونقص في أحسابكم وأديانكم ان يغلبكم هؤلاء على فيئكم ويوطئوا حريمكم.[1]

> اے لوگو، تم ان خارجیوں کے (باطل) عقائد کو جان چکے ہو، اور اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو تمہارے دین پر حملہ کرکے تمہارا خون بہائیں گے۔ تو

---

[1] «الكامل في اللغة والأدب» (227/3):

> ان خارجیوں سے اس اساس پر لڑو جس پر پہلے حضرت علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ ان کے خلاف لڑے تھے۔ صابر اور احتساب کرنے والے مسلم بن عبیس اور العجل المفوِط عثمان بن عبید اللہ اور المعصی المخالَف حارثہ بن بدر اس راہ میں (خوارج سے لڑتے ہوئے راہِ عدم کے مسافر بن گئے)۔ اُنھوں نے اُن کو مار ڈالا تو اُنھیں سختی سے پھینک دیا۔ پس یاد رکھو کہ یہ خوارج حقیر اور آپ کے زیر دست غلام ہیں۔ دینی اور حسبی لحاظ سے تمہارے لیے باعث عار یعنی شرم اور کمزوری کا باعث ہوگا اگر یہ تم پر غالب آجائیں اور تمہارے حرموں کو پامال کریں۔

خطابت اور خصوصًا خطباتِ حماسی عربوں کا ایک خصوصی وصف ہے۔ عربوں کو اپنی زبان آوری پر ہمیشہ ناز رہا ہے اور بجا طور رہا ہے، لیکن اس فن کی اہمیت جنگی مہمات میں اور بڑھ جاتی ہے۔ المہلب نے بھی اپنے اس فن اور مہارت سے اپنی مہمات کو نتیجہ انگیز بنانے کے لیے پورا پورا استعمال کیا۔

مہلب کے اس حوالے سے دیگر معروف حماسی خطبات:

> واللہ ما بکم من قلة. وما ذهب عنكم إلا أهل الجبن والضعف والطمع والطبع. فان يمسسكم قرح فقد مس القوم قرح مثله. فسيروا الى عدوكم على بركة الله.[1]

---

[1] «الكامل في اللغة والأدب» (229/3):

اللہ کی قسم تم میں کسی قسم کی کمی نہیں۔ صرف بزدل، کمزور، لالچی اور بدمزاج لوگ ہی آپ کو چھوڑ گئے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے تو آپ کے دشمنوں کو بھی اسی طرح کی تکلیف پہنچی ہے۔ للہذا اللہ کے فضل سے اپنے دشمن کی طرف پیش قدمی کرو۔

فحمد اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فإن الله ربما يكل الجمع الكثيرإِلَى أنفسهم فيهزمون، وينزل النصر عَلَى الجمع اليسيرفيظهرون، ولعمرى مَا بكم الآن من قلة، إنى لجماعتكم لراض، وإنكم لأنتم أهل الصبر، وفرسان أهل المصر، وما أحب أن أحدا ممن انهزم معكم، فإنهم لو كَانُوا فيكم مَا زادوكم إلا خبالا عزمت عَلَى كل امرئ مِنْكُمْ لما أخذ عشرة أحجار مَعَهُ، ثُمَّ امشوا بنا نحو عسكرهم، فإنهم الآن آمنون، وَقَدْ خرجت خيلهم فى طلب إخوانكم، فوالله انى لأرجوالا ترجع إِلَيْهِم خيلهم حَتَّى تستبيحوا عسكرهم، وتقتلوا أميرهم[1]

اما بعد، اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت سے) بڑی جماعت کو ناکام کر دیتا ہے اور وہ ہار جاتے ہیں اور فتح چھوٹے گروہ کو نصیب آتی ہے اور وہ غالب آتے ہیں۔ میری جان کی قسم اب تم میں کوئی قلّت یا کمی نہیں۔ میں تمہارے اتحاد سے راضی ہوں۔ اور تم صبر کرنے والے لوگ ہو، مصر کے (فاتح) گھڑ سواروں میں سے ہو، اور میں نہیں چاہوں گا کہ شکست کھانے والوں میں سے کوئی بھی تمہارے ساتھ رہے۔ کیونکہ

---

[1] تاریخ الطبري: تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبري، ج5، ص619

اگر وہ تمہارے درمیان رہے تو ذہنی تشویش کے سوا کچھ نہ کرتے۔ جب تم میں سے ہر ایک دس پتھر اپنے ساتھ لے گیا تو وہ ہمارے ساتھ اپنے لشکر کی طرف چل پڑے۔ اب وہ محفوظ ہیں اور ان کے گھوڑے تمہارے بھائیوں کی تلاش میں نکلے ہیں۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ ان کے گھوڑے واپس نہیں آئیں گے۔ جب تک کہ تم ان کی فوج کو حلال نہ کردو اور ان کے شہزادے کو قتل کردو۔

إني قد استخلفت عليكم المغيرة وهو أبو صغيركم رقّة ورحمة، وابن كبيركم طاعة وبرّا وتبجيلا وأخو مثله مواساة ومناصحة، فلتحسن له طاعتكم وليلن له جانبكم، فوالله ما أردت صوابا قط إلا سبقني إليه[1] .

میں نے تم پر مغیرہ کو مقرر کیا ہے جو تمہارے چھوٹوں (بچوں) کے ساتھ ان کے والد کی حیثیت میں نرمی اور رحمت والا، اور تمہارے بڑوں بزرگوں کے لیے فرمانبرداری، نیکی اور تعظیم میں بطور بیٹا اور اپنے ہم عمر افراد کے لیے تسلی دینے والا اور نصیحت کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کی اچھی اطاعت کریں اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں۔ پس اللہ کی قسم میں نے جب بھی کسی بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اس نے مجھ سے سبقت لی ہے۔

---

[1] «الكامل في اللغة والأدب» (3/239):

إنا والله ما كنا أشد على عدونا ولا أحد، ولكن دمغ الحق الباطل، وقهرت الجماعة الفتنة، والعاقبة للتقوى، وكان ما كرهناه من المطاولة خيراً مما أحببناه من العجلة.[1]

خدا کی قسم ہم نہ اپنے دشمن پر سخت تھے اور نہ ہی کسی اور پر، لیکن حق نے باطل کو مٹا دیا اور ہماری جماعت نے فتنہ (پرست گروہ پر قہر کی طرح نازل ہو کر) شکست دی۔ تقوی (اختیار کرنے والوں کے لیے اچھا) اختتام ہے۔ اور جس چیز کو ہم نے طویل (اور سخت) جدوجہد کی وجہ سے ناپسند کیا وہ بھلائی پر مبنی تھی بنسبت اس کے جسے ہم جلد بازی میں ترجیح دے رہے تھے۔

المہلب بطور ایک خوشبیں شخصیت:

المہلب کی ساری زندگی عسکری جدوجہد اور محاذ آرائیوں سے بھری گزری ہے۔ اس دور کی عملی مشکلات سفر کی دشواریاں دیکھ کر آج عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ایک شخص کس طرح اتنے وسیع علاقوں میں بطور فاتح مہمات کرتا رہا اور ہر مہم پر یقیناً اس کو دشمن کا مقابلہ بھی کرنا پڑا لیکن زندگی کے کسی لمحے اسکا حوصلہ پست نظر نہیں آیا۔ ایسی شخصیات تاریخ میں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں۔ المہلب کی شخصیت میں جواں ہمتی اور شجاعت کی صفات تو نمایاں تھیں ہی اس کے علاوہ ایک خاص وصف اس کی شخصیت کا حصہ بن چکا تھا کہ وہ ہر مشکل سے مشکل صورت حال کا بھی کوئی مثبت پہلو ڈھونڈ نکالتا تھا۔ جس کو "خوشبین" کہا جاتا ہے یعنی مایوسی اور ہار کے الفاظ اس کی لغت میں موجود ہی نہ تھے۔ اس کی شخصیت کا یہ پہلو ویسے تو اس کے ہر کارنامہ میں جھلکتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس کی شعار اور اس کے پسندیدہ اشعار میں بھی نمایاں ہے۔ ایک معرکہ میں جب المہلب کی ایک آنکھ تیر لگنے سے ضائع

---

[1] « الكامل في اللغة والأدب » (289/3):

ہو گئی تو مایوس ہونے کے بجائے اس نے کہا کہ شکر ہے میری جان تو بچ گئی۔ یہ وہ سوچ اور جذبہ تھا جس نے المہلب کے حوصلوں کو کبھی پست نہ ہونے دیا۔ یہ بات المہلب نے اپنے اشعار میں اس طرح کی ہے:

"مہلب کہتا ہے:

١۔ لئن ذهبت عيني لقد بقين نفسي
وفيها بحمد الله عن تلك ما ينسي

٢-إذا ماجاء أمر الله أعيا خيولنا
ولا بد أن تعمى العيون لدى الرمس

1-اگر میری آنکھ جاتی رہی ہے تو میری جان تو بچ گئی ہے اور اس میں اللہ کے شکر سے وہ بات ہے جو اسے بھلا دے گی۔

2-جب اللہ کا حکم آتا ہے تو ہمارے گھوڑے درماندہ ہو جاتے ہیں اور قبر کے پاس آنکھوں کا اندھا ہونا ضروری ہے۔"[1]

مہلب کے اقوالِ زریں

1. **العيش كله في الجليس الممتع.**[2]

زندگی تو ساری دلی دوست کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

---

[1] وفیات الاعیان، ابن خلکان ج5، ص353

[2] «الكامل في اللغة والأدب» (1/190):

2. "الحياة خيرٌ من الموت، والثناءُ الحسنُ خيرٌ من الحياة، ولو أعطيت ما لم يعطه أحدٌ لأحببتُ أن تكون لي أذنٌ أسمع بها ما يقال في غدٍّ إذا مِتُّ"».[1]

زندگی موت سے بہتر ہے، اور (مرنے کے بعد ہماری) نیکی کا چرچا زندگی سے بھی بہتر ہے۔ اور اگر مجھے وہ اختیار دیا جائے جو کسی بھی شخص کو نہیں دیا گیا تو میں چاہوں گا کہ مجھے کان دیے جائیں جس سے میں مرنے کے بعد اپنے متعلق کی جانے والی باتیں سن سکوں.

3. عجبت لمن يشترى المماليك بماله ولا يشترى الأحرار بمعروفه.[2]

مجھے تعجب ہوتا ہے ایسے افراد پر جو اپنے مال کے ذریعے غلام خریدتے ہیں اور اپنے نیک سلوک کے ذریعے آزاد افراد کو نہیں خریدتے۔

4. خير المجالس ما بعد فيه مدى الطرف وكثرت فيه فائدة الجليس.[3]

بہترین مجلس یا بیٹھک وہ ہوتی ہے جس میں نظر کی وسعت بڑھے اور جس میں اہل مجلس کے لیے فوائد بڑھیں.

5. قال المهلب لبنيه: يا بني لا يقعدن أحد منكم في السوق، فإن كنتم لا بد فاعلين فإلى زرّاد أو سرّاج أو ورّاق.[4]

---

[1] «جمهرة خطب العرب في عصور العربية الزاهرة» (286/2):

[2] «السراج المنير شرح الجامع الصغير في حديث البشير النذير» (308/3):

[3] «الكامل في اللغة والأدب» (142/1):

[4] عیون الأخبار، ابن قتیبة الدینوری ج1 ص212

مہلب نے اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے بیٹو تم میں سے کوئی بھی بازار میں نہ بیٹھے، اگر بامر مجبوری بیٹھنا لازمی ہو تو ہتھیار بنانے والے، (گھوڑے کی) زین بنانے والے، یا کتابیں تیار (یا نقل کرنے) والے (کتب خانہ) کے ہاں بیٹھا کرو۔

6. **يعجبنى أن أرى عقل الرجل زائدا على لسانه ولا يعجبنى أن أرى لسانه زائداً على عقله۔** [1]

مجھے یہ بات پسند ہے کہ کسی بندے کی عقل اس کی زبان سے زیادہ ہو اور مجھے یہ بات ناپسند لگتی ہے کہ کسی کی زبان اس کی عقل سے زیادہ ہو۔

7. **لو لم يكن في الاستبداد بالرأي إلا صون السر وتوفير العقل لوجب التمسك به** [2]

اگر کسی کی رائے (یا فیصلے) سے ظلم میں راز کی حفاظت اور استدلال کی فراہمی کے علاوہ کچھ نہ ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

8. **اناة في عواقبها درك خير من عجلة في عواقبها فوت.** [3]

ایسا حلم جس کے بعد خیر ہو ایسی عجلت یا جلدی سے بہتر ہے جس کے نتیجے میں ہلاکت ہو۔

9. **كان المهلب يقول لبنيه: يا بني أحسن ثيابكم ما كان على غيركم.** [4]

---

[1] عیون الحکم والمواعظ - علي بن محمد الليثي الواسطي - الصفحة ۵۵۱

[2] محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء - المجلد 1 - الصفحة 47 - جامع الكتب الإسلامية

[3] المستطرف فی کل فن مستطرف، شہاب الدین الأبشیهی ج 1 ص 309

[4] کتاب الآداب النافعة بالألفاظ المختارة الجامعة [ابن شمس الخلافة] ص 4

مہلب اپنے بیٹے کو کہتا تھا کہ: اے میرے بیٹے اپنے کپڑے دوسرے لوگوں کے کپڑوں سے بہتر رکھا کرو۔

10. **قيل للمهلب: بم أدركت ما أدركت؟ قال: بالعلم، قيل له: فإن غيرك قد علم أكثر ما علمت ولم يدرك ما أدركت، قال: ذلك علم حمل، وهذا علم استعمل۔**[1]

مہلب کو کہا گیا کہ آپ نے (فتوحات اور اخلاق میں) یہ مقام کیسے حاصل کیا؟ کہا کہ علم کے ذریعے۔ انہیں کہا گیا کہ دیگر افراد نے بھی تو آپ سے زیادہ علم حاصل کیا تھا مگر آپ کے مقام تک نہ پہنچ سکے۔ کہا کہ: ان کا علم فقط بار برداری تھا اور یہ علم استعمال کیا گیا۔

11. **قيل للمهلب: بم نلت ما نلت۔ قال: بطاعة الحزم وعصيان الهوى.**[2]

مہلب سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ مقام کیسے پایا تو انہوں نے کہا: ارادوں کی اطاعت اور خواہشات کی نافرمانی کے ذریعے۔

12. **قال المهلب لبنيه: إذا وليتم فلينوا للمحسن واشتدوا على المريب فإن الناس للسلطان أهيب من للقرآن.**[3]

مہلب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ: جب تمہیں کہیں ولایت ملے تو محسنین کے ساتھ نرمی کا سلوک برتنا، اور مشکوک لوگوں پر سختی کرنا، کیوں کے لوگ سلطان سے زیادہ خوف زدہ ہوتے ہیں بمقابلہ قرآن.

---

[1] العقد الفرید، لابن عبد ربہ ج2ص77

[2] روضة المحبين ونزهة المشتاقين - ط العلمية [ابن القيم] ص184

[3] « الكامل في اللغة والأدب » (1/214):

13. **أدنى أخلاق الشريف كتمان السر وأعلى أخلاقه نسمان ما أسِرّ إليه.**[1]

نیک بخت شخص کے کم از کم اخلاق راز کو چھپانا ہے اور اعلی اخلاق یہ ہے کہ جو راز دیے جائیں انہیں بھول جائے۔

14. **إن من البلية أن يكون الرأي لمن يملكه دون من يبصره.**[2]

یہ بھی مصیبت میں سے ہے کہ رائے دیکھنے (غور و فکر کرنے) والوں کو چھوڑ کر (فیصلہ) وہ دے جو (فقط) اختیار رکھتا ہے۔

15. **من عجز عن جباية الخراج وهو عن قتال العدو أعجز.**[3]

جو خراج جمع کرنے سے عاجز ہو، وہ دشمن کے خلاف قتال کرنے میں زیادہ کمزور (عاجز) ہوتا ہے۔

16. **كان المهلب يقول لبنه: لا تبدءوهم بقتال حتى يبدءوكم، فيبغُوا عليكم فإنهم إذا بغوا نصرتم عليهم.**[4]

---

[1] « الكامل في اللغة والأدب » (232/2):

[2] « الكامل في اللغة والأدب » (268/3):

[3] « الكامل في اللغة والأدب » (263/3):

[4] « الكامل في اللغة والأدب » (271/3):

مہلب اپنے بیٹوں کو کہتا تھا کہ: (دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے) قتال میں پہل نہ کرو یہاں تک کہ وہ شروعات کریں اور آپ پر حملہ کرنے کے لیے آئیں، پس جب (دشمن) حملہ کریں تو (اس وقت ان پر فتح یابی میں) تمہاری مدد کی جائے گی۔

17. **قيل للمهلب ما تقول في العفو والعقوبة، قال : هما بمنزلة الجود والبخل فتمسك بأيهما شئت.**[1]

مہلب سے پوچھا گیا کہ آپ معافی اور سزا کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ کہا یہ سخاوت اور بخل کی طرح ہیں، پس اب جسے چاہو اختیار کرو۔

---

[1] موسوعة الأخلاق الإسلامية، ج1، ص436

باب دوم:

المہلب کی عسکری زندگی کی ابتدا

باب دوئم :
المہب کی عسکری زندگی کی ابتدا

المہلب کا بچپن اور نظرِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

اردو زبان کا محاورہ ہے "پوت کے پاؤں پالنے میں" یعنی کچھ غیر معمولی شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی اٹھان بچپن سے ہی نظر آرہی ہوتی ہے کہ یہ بچہ بڑے ہو کر کوئی غیر معمولی کام کرے گا۔ اہل نظر لوگ ایسے بچوں کو ایک ہی جھلک میں پہچان لیتے ہیں۔ اس صورت حال میں جب بچہ المہلب ہو اور اس کو دیکھنے والی نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہو تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بچہ حق و باطل میں فرق کرنے والی نظروں سے چھپا رہ جائے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ اس وقت پیش آیا جب المہلب اپنے نو (۹) بھائیوں کے ہمراہ اپنے والد ابی صفرہ کی سرپرستی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس واقعہ کو ابن حجر عسقلانی نے یوں بیان کیا ہے:

> "ابو عمر فرماتے ہیں: ابو صفرہ عہد نبوی میں مسلمان تھے لیکن آپ ﷺ کے پاس نہ آسکے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے دس لڑکوں سمیت آئے، دس لڑکوں میں سے مہلب سب سے کم سن تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور خوش

> ہو رہے تھے، المھلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہ تمہارے بیٹوں کا سر دار ہے المھلب اُس وقت کم سن تھے "۔[1]

تاریخ طبری اور فتوح البُلدان کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن 17 ہجری کو فارس کے خلاف محاذ کھولنے کی اجازت دی، اس کے بعد موّج کا علاقہ جو کہ فارس میں تھا، اسے الحکم نے سن 19 ہجری میں فتح کیا۔ اس فتح کے کافی سالوں بعد حضرت ابو موسی اشعری نے "مناذر" علاقے کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کیا جس میں المہلب کے اپنے بیان کے مطابق اس نے حصہ لیا۔[2]

یوں ایک اور بات کے بھی شواہد ملتے ہیں کہ المہلب نے ابتدائے نوجوانی بلکہ لڑکپن سے ہی عسکری مہمات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ یہ اکابر صحابہ اور عظیم سپہ سالاروں کی سرپرستی اور صحبت ہی تھی جس کے نتیجہ میں ایسا شاندار، شجاع، الوالعزم اور عظیم مسلم جرنیل بنا۔

ع: یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

جو بھی وجہ تھی عرب امارات کے علاقہ سے شروع ہو کر مشرق میں فارس، کرمان، سجستان، ذابل، کابل، بنوں اور ملتان، قندبیل، قلات (قیقان) تک، شمال میں آزربائجان، بلخ بخارہ تک سارے علاقوں میں نور اسلام پھیلانے والی مشعلوں میں سے ایک نہایت روشن مشعل ابو سعید المہلب بن ابی صفرہ کی صورت ہمیں نظر آتی ہے۔

المہلب کی پہلی جنگی مہم:

تاریخی اعتبار سے المہلب کی سب سے پہلی جنگی مہم جن کا ہمیں علم ہوتا ہے وہ اولاً حضرت ابو موسی اشعری کی قیادت اور سالاری میں ضلع اہواز میں مقام مَناذر کا محاصرہ ہے۔ اہواز شط العرب کے شمال

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ص 205 عسقلانی،)

[2] البلدان 545 احمد بن یحی بن جابر الشہیر البلاذری، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

مشرقی دہانے پر واقع قدیمی ایرانی علاقہ ہے۔ البلاذری نے المہلب کے حوالہ سے مناذر کے واقعات اور اس میں المہلب کی شرکت کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

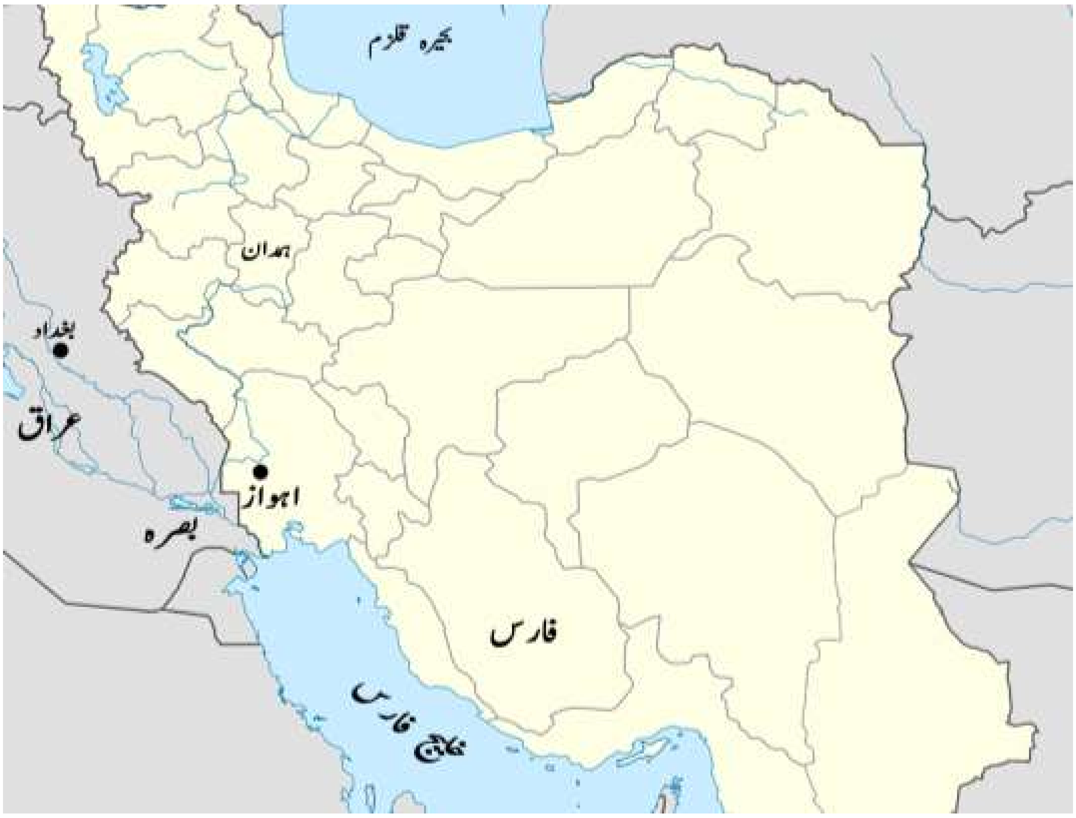

(اس نقشہ میں ایران میں واقع ضلع اہواز کی نشاندہی کی گئی ہے جو کہ عراق کے شہر بصرہ کے قریب واقع ہے۔
اہواز اس وقت کا ایک آباد تجارتی مرکز تھا)

ضلع اہواز میں مَناذر کے محاصرہ کا واقعہ:

مغیرہ بن شعبہ نے اپنے زمانۂ ولایت میں، سن 15ھ کے اواخر اور سن 16 کے اوائل میں سوق الاہواز پر حملہ کیا۔ وہاں کے دہقان، بیرواز نے جنگ کی، جو بعد ازاں مصالحت پر اختتام پذیر ہوئی جس میں کچھ مال دینے پر معاہدہ ہو۔ مغیرہ کے بعد البصرہ کے والی حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کے زمانے میں، اہواز کے باسیوں نے مصالحت اور معاہدہ کو توڑا۔ نقضِ عہد کی بنا پر حضرت ابو موسیٰؓ نے ان پر حملہ کیا اور سوق الاہواز و نہر تیری کو بزور فتح کیا۔ یہ سن 17ھ کا واقعہ ہے۔

ابو مخنف اور واقدی کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ نے زیاد کو اپنا کاتب مقرر کیا۔ ابو موسیٰؓ کو بھیجنے کے بعد (حضرت) عُمر نے عمران بن حصین الخزاعی کو اس غرض سے روانہ کیا کہ لوگوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم دیں اور جب ابو موسیٰؓ البصرہ سے باہر جائیں تو ان کی نیابت کریں۔ ابو موسیٰؓ نے الاہواز پر حملہ کیا اور قریوں پر قریے اور نہر پر نہر فتح کرتے چلے گئے۔ عجمی ان کے سامنے سے ایسے بھاگے کہ کہیں دم نہ لیا۔ اس طرح انھوں نے السوس، تُستر، مَناذر اور رامُہرمز کے سوا الاہواز کے پورے علاقے پر قبضہ کر لیا۔[1]

پھر ابو موسیٰؓ نے مناذر پر لشکر کشی کی، اس کے باشندوں کا محاصرہ کیا اور اُن سے خوب جنگ کی۔ ربیع بن زیاد بن دیان اور مہاجر بن زیاد الحارثی دونوں بھائی اس جنگ میں شریک تھے۔ مہاجر صائم تھے اور انہوں نے راہِ خدا میں جان دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ربیع نے ابو موسیٰؓ سے کہا: مہاجر نے عزم کر لیا ہے کے اپنی جان راہِ خدا میں فدا کر دیں حالانکہ وہ صائم ہیں۔ ابو موسیٰؓ نے کہا یا صائم افطار کرے یا جہاد کے لیے نہ نکلے۔ مہاجر نے پانی کا ایک گھونٹ پی لیا اور کہا: میں نے اپنے امیر کا حکم پورا کر دیا ورنہ خدا کی قسم، پیاس بجھانے کے لیے پانی نہیں پیا۔ پھر وہ ہتھیار لگا کے نکلے اور لڑے حتی کہ شہید ہو گئے۔ یہ وہ جزبۂ ایمانی تھا جس کے ذریعہ اسلام پھیلا۔

حضرت ابو موسی اشعریؓ مناذر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم آیا کہ مناذر پر کسی کو چھوڑ کر "السوس" پر لشکر کشی کرو۔ لہٰذا ابو موسی رضی اللہ عنہ نے مناذر پر ربیع بن زیاد کو چھوڑا اور السوس پر لشکر کشی کی۔

ابو موسیٰؓ، ربیع بن زیاد کو یہاں چھوڑ کر السوس پہنچے، ربیع نے اس کو بزور فتح کیا۔ مناذر کبری و مناذر صغری پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ابو موسیٰؓ نے مناذر پر عاصم بن قیس بن الصلت السلمی کو، اور سوق الاہواز پر سمرہ بن جندب الفزاری کو عامل مقرر کیا۔ سمرہ کا قبیلہ انصار کا حلیف تھا۔

---

[1] فتوح البلدان حصہ دوم ص544۔

یہ ایک گھمسان کی جنگ تھی اور مناذر کا طویل محاصرہ تھا جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، المھلب نے اس محاصرہ میں حصہ لیا جس کا ذکر بلاذری میں یوں درج ہے: ۔

> حدثني سعدوية، قَالَ: حَدَّثَنَا شريك عن أَبِي إِسْحَاق عَنِ المهلب بْن أَبِي صفرة، قَالَ حاصرنا مناذر.
>
> مجھ سے سعدویہ نے کہا، اس سے شریک نے، اس سے ابواسحاق نے اور اس سے المھلب بن ابی صفرہ نے کہا: ہم نے مناذر کا محاصرہ کیا۔ [1]

اس معرکہ میں یقیناالمہلب نوجوان ہونگے، جو اس اہم مہم میں ایک بڑے مسلم سالار کی قیادت میں شامل تھے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ المہلب نے ابتدائے جوانی سے ہی اپنی میلانی طبع کے تحت عسکری مہمات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ تاریخ طبری کے مطابق 17 سن ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فارس کے خلاف محاذ کھولنے کی اجازت دی اور مناذر کا محاصرہ اس کے بعد کیا گیا تھا۔ [2]

یعنی یہ واقعہ تقریبًا 20 سن ھ [3] کا ہے۔ ہمیں المہلب کے متعلق بلاذری کی بتائی ہوئی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے سن 36 ھ تک کوئی دوسرا واقعہ یا قابلِ ذکر معرکوں کا تذکرہ نہیں ملتا ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سن 36 ھ تک المہلب قابل ذکر عسکری سالار کے طور پر نمایاں ہو کر سامنے نہیں آئے تھے۔ البتہ المہلب کی شخصیت 36 سن ہجری کے بعد اسلامی تاریخ میں ایک بطل جلیل بن کر سامنے آتی ہے۔

المہلب کی سیاسی اور عسکری مہمات، عملداری، اثرات اور فتوحات سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس وقت کا مروجہ سیاسی وحکومتی نظام ایک مرتبہ مختصراً سمجھ لیں۔

---

[1] (فتوح البلدان، احمد بن یحی بن جاہر البلاذری ص 545، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

[2] (تاریخ طبری ج 3 ص 69 جعفر محمد جریر طبری)

[3] طبری ج 2 ص 401

باب سوم: المہلب کے ذریعے
پاکستان میں اسلام کی اولین آمد

باب سوم:
المہلب کے ذریعے پاکستان میں اسلام کی اولین آمد

المہلب کی سیاسی اور عسکری مہمات، عملداری، اثرات اور فتوحات سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس وقت کا مروجہ سیاسی و حکومتی نظام ایک مرتبہ مختصراً سمجھ لیں۔

اموی دور کے حکومتی عہدے اور مناصب

امو ی دور میں سب سے افضل حکومتی منصب خلیفہ کا ہوتا تھا۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل چند عہدے ہوتے تھے:

والی: ایک وسیع علاقہ یعنی صوبہ کا ذمہ دار ایک والی ہوتا تھا جو کہ اس خطہ کے تمام انتظام وانصرام کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اپنے ماتحت نائب اور دیگر عہدوں پر اپنی مرضی یا خلیفہ کی نامزدگی کے بعد تعینات کرتا تھا۔ والی کبھی کبھی اس قدر طاقت ور ہو جاتا تھا کہ وہ اپنے نام کا سکہ بھی جاری کرتا تھا۔ اور خلیفہ اس کو سیاسی اور عسکری وجوہ کی بنا پر سکہ جاری کرنے کی اجازت بھی دیتے تھے۔ آج کے سیاسی نظام میں والی کے عہدے کو صوبے کے گورنر کا مساوی قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ اس سے زیادہ فعال، طاقتور اور سیاسی طور پر متحرک کردار تھا۔ اموی دورِ حکومت میں والیوں کی بہت اہمیت ہوتی تھی۔

عامل: ہر صوبہ میں صوبے کا 'والی' اس صوبے کے علاقوں کی تقسیم کے اعتبار سے عاملوں کا تقرر کرتا تھا۔ ہر عامل اپنے علاقے کی حد تک مالیاتی نظام ٹیکس وصولیابی، مالِ غنیمت کی تقسیم، زکوۃ وصدقات کے معاملات کو چلانے کا ذمہ دار یعنی عامل دیوان خراج چلانے کے ذمہ دار ہوتے تھے۔

امیر: امیر ایک عمومی اصطلاح تھی جو کہ کسی بھی جنگی مہم کے لیے اس کے لیڈر کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ عموماً یہ اصطلاح کسی ایک بڑے جرنیل کے لیے کسی ایک لشکر کشی یا عسکری مہم کے سربراہ تعینات کرنے کے لیے بولی جاتی تھی لیکن کبھی کبھی ایک بڑے جنگی معرکہ یا عسکری مہم کے دوران کسی ایک نسبتاً چھوٹے معرکہ کے لیے مرکزی امیر کسی چھوٹے لیڈر یا کمانڈر کو اس خاص مہم کا امیر مقرر بھی کر دیتا تھا۔ یوں تاریخی حوالہ سے اس اصطلاح کی وضاحت حالات و واقعات پر منحصر ہوتی ہے کہ امیر کی اصطلاح کن معنی میں کس پیرائے میں استعمال کی گئی ہے۔

صاحب شُرطہ: یہ بھی ایک اہم عہدہ ہوتا تھا جو کہ پولیس کے بڑے افسر کی طرح کام کرتا تھا۔ جس کی ذمہ داری صوبہ میں امن وامان قائم رکھنا ہوتی تھی۔ آج کل کے مروجہ نظام کے اعتبار سے یہ صوبہ کا انسپکٹر جنرل (آئی جی) پولیس کی طرح کا عہدہ دار ہوتا تھا۔

ان اہم انتظامی، عسکری اور مالیاتی عہدوں کے علاوہ ایلچی اور سفیر وغیرہ کے عہدوں کے لیے ذمہ دار لوگوں میں سے حکومت کا نظام چلانے کے لیے مختلف لوگوں کا تقرر کیا جاتا تھا۔

المہلب کی سیاسی اور عسکری زندگی کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ مختلف ادوار میں کبھی نہ کبھی ان تمام انتظامی اور عسکری عہدوں پر مامور رہا جن کی تفصیل اس کتاب میں اپنے اپنے مقام پر بیان کی گئی ہے۔

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے عبد اللہ بن عامر کو بصرہ میں والی متعین کیا۔ اور عبد اللہ ابن عامر نے اپنی جانب سے عبد الرحمن بن سمرہ کو سجستان پر عامل مقرر کیا۔ جبکہ عبد اللہ بن خازم کو خراسان پر عامل مقرر کیا اور عبد اللہ ابن سوار العبدی کو سرحد سندھ پر عامل تعینات کیا۔

عبدالرحمٰن ابن سمرہؓ کی سجستان تعیناتی اور افغانستان پیش قدمی

سن 43ھ میں عبداللہ ابن عامر نے عبدالرحمن ابن سمرہ کو جب سجستان کا عامل بنایا تو وہ وہاں چلا گیا۔ عباد ابن حصین اس کا صاحب شرطہ تھا۔ اس کے ساتھ کئی دیگر اشراف بھی شامل تھے جن میں المہلب بھی شامل تھے۔[1] سجستان پہنچتے ہی عبدالرحمن ابن سمرہ نے کابل کی طرف بلاتوقف پیش قدمی شروع کر دی۔

ابن اثیر نے عبدالرحمن ابن سمرہ کی قیادت میں کابل کی طرف پیش قدمی اور پھر فتح کابل کا واقعہ یوں بیان کیا ہے:

> فِي هَذِهِ السَّنَةِ اسْتَعْمَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ عَلَى سِجِسْتَانَ، فَأَتَاهَا وَعَلَى شُرْطَتِهِ عَبَّادُ بْنُ الْحُصَيْنِ الْحَبَطِيُّ وَمَعَهُ مِنَ الْأَشْرَافِ عَمْرُو بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْمَرٍ وَغَيْرُهُ، فَكَانَ يَغْزُو الْبَلَدَ قَدْ كَفَرَ أَهْلُهُ فَيَفْتَحُهُ... [2]
>
> ”اسی سال[3] عبداللہ ابن عامر نے عبدالرحمن ابن سمرہ کو سجستان کا عامل بنایا۔ چنانچہ وہ وہاں چلا گیا۔ عباد ابن حصین اس کا صاحب شرطہ تھا۔ اور دیگر اشراف میں سے عمرو بن عبید اللہ ابن معمر وغیرہ اس کے ہمراہ تھے جب کبھی کسی شہر کے باشندے اطاعت سے انحراف کرتے تو وہ ان کو فتح کر لیتا۔ اسی طرح ہوتے ہوئے وہ کابل پہنچا اور چند ماہ اس کا محاصرہ کیے رہا۔ اور منجنیق کے ذریعے سے فصیل شہر کے ایک بڑے حصے کو منہدم کر دیا۔ عباد ابن حصین نے اسی شگاف پر نیزوں سے لڑتے لڑتے تمام شب بسر کر دی۔ اہل شہر فصیل کے اس شگاف کو بند نہ کر سکے اور

---

[1] الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج3، ص150

[2] الكامل في التاريخ، أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير، ت عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي، بيروت، ط1، 1417ھ-/1997م، ج3، ص35

[3] یعنی تعیناتی والے سال جو کہ 43ھ تھا۔

> دوسرے دن کے لیے جنگ کے لیے بر آمد ہوئے مسلمانوں نے ان کو شکست دی اور بزور شمشیر شہر میں داخل ہو گئے۔۔۔"

اسی سال یعنی 43ھ میں عبد اللہ ابن عامر نے عبد اللہ ابن سوار العبدی کو اس وقت کی سرحد سندھ کے علاقے کے لئے عامل مقرر کیا۔ اور عبد اللہ ابن سوار نے اس وقت کی سلطنت سندھ کے شمالی مغربی سرحد کے ایک اہم شہر قیقان جو آج کل قلات کے نام سے مشہور و موسوم ہے، پر مہم جوئی کی اور ابتدا میں اسے کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی لیکن بعد ازاں سوار العبدی ایک مقامی مزاحمت کے نتیجے میں قیقان میں ہی مارا گیا۔ اس واقعہ کو ابن اثیر نے یوں بیان کیا ہے:

> اسْتَعْمَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ عَلَى ثَغْرِ الْهِنْدِ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَوَّارٍ الْعَبْدِيَّ، وَيُقَالُ وَلَّاهُ مُعَاوِيَةُ مِنْ قِبَلِهِ، فَغَزَا الْقِيقَانَ فَأَصَابَ مَغْنَمًا، وَوَفَدَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْدَى لَهُ خَيْلًا قِيقَانِيَّةً، وَرَجَعَ فَغَزَا الْقِيقَانَ فَاسْتَنْجَدُوا بِالتُّرْكِ فَقَتَلُوهُ..[1]

> "سندھ کی سرحد پر عبد اللہ ابن عامر نے عبد اللہ ابن سوار العبدی کو عامل مقرر کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے قبل ہی اس کو یہ عہدہ دے چکے تھے۔ عبد اللہ ابن سوار نے قیقان پر حملہ کیا اور وہاں سے اسے بہت کچھ مال غنیمت حاصل ہوا چنانچہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گیا اور بطور نذر کے قیقانی نسل کے گھوڑے بطور خدمت پیش کیے وہاں سے واپس آنے پر ایک مرتبہ پھر قیقان پر فوج کشی کی مگر اس وقت اہل قیقان نے تُرکوں سے مدد طلب کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے عبد اللہ کو قتل کر دیا۔"

---

[1] الکامل في التاریخ، أبو الحسن علي بن أبي الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیباني الجزري، عز الدین ابن الأثیر، ت عمر عبد السلام تدمري، دار الکتاب العربي، بیروت، ط1، 1417ه-/1997م، ج3، ص35

یوں قیقان پر مسلمانوں کا یہ پہلا حملہ تھا اس عسکری مہم کو ابن اثیر نے غزوہ سندھ کے عنوان کے تحت لکھا ہے، کیونکہ اس زمانہ میں قیقان یعنی موجودہ قلات کا علاقہ سندھ میں شامل ہوتا تھا اور قیقان (قلات) اس وقت کے سندھ جس کا حکمران راجہ داھر تھا کی شمال مغربی سرحد تھی۔ قیقان یعنی قلات کا شہر عبداللہ ابن سوار العبدی کی ابتدائی عارضی فتح اور بعدازاں اس کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد المہلب بن ابی صفرہ نے کابل کی فتح کے بعد خطۂ پاکستان کا اکثر علاقہ فتح کر لینے کے بعد آخر میں دوبارہ فتح کیا، جس کے بعد یہ علاقہ کبھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نہیں نکلا۔ اس وقت کے سندھ کا سرحدی علاقہ آج کے بلوچستان کا علاقہ تھا، جسکا اکثریتی علاقہ مسلمان سلطنت کا حصہ بن چکا تھا جس میں مکران کا مکمل علاقہ شامل ہے۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

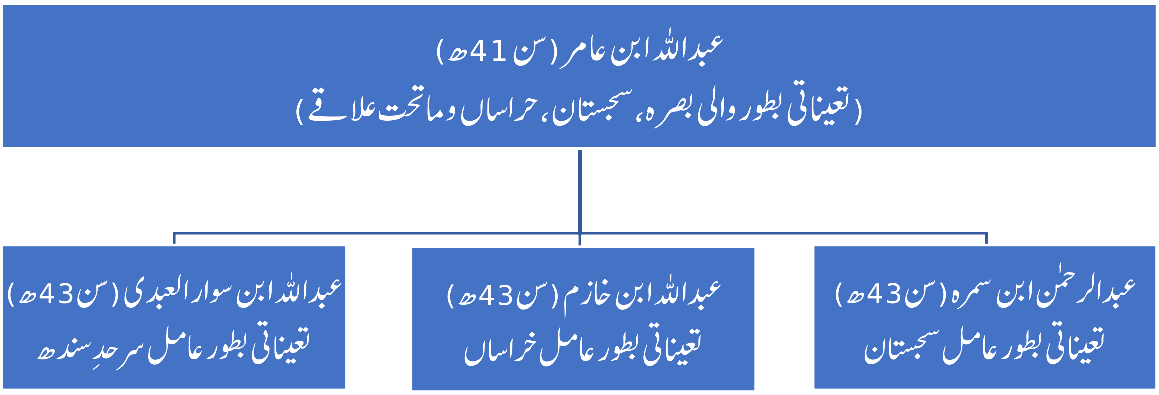
عبداللہ ابن عامر (سن 41ھ)
(تعیناتی بطور والی بصرہ، سجستان، حراساں وماتحت علاقے)

عبدالرحمٰن ابن سمرہ (سن 43ھ)
تعیناتی بطور عامل سجستان

عبداللہ ابن خازم (سن 43ھ)
تعیناتی بطور عامل خراساں

عبداللہ ابن سوار العبدی (سن 43ھ)
تعیناتی بطور عامل سرحدِ سندھ

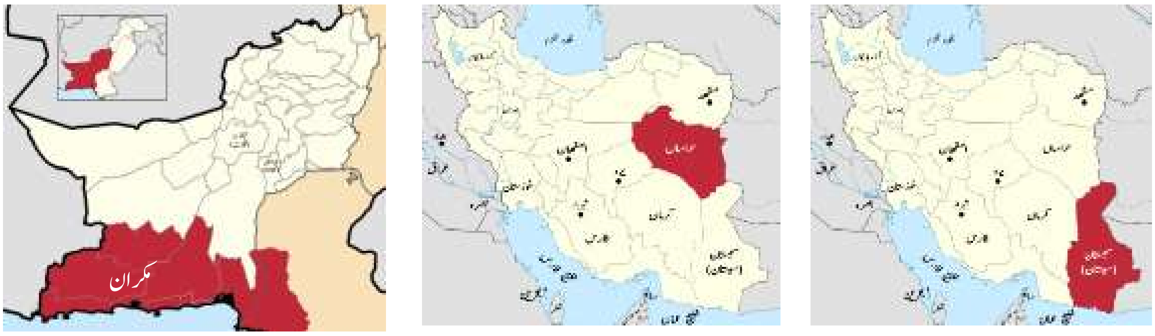

(بصرہ کے والی کے تحت تینوں عاملوں کے نام اور علاقوں کی نشاندہی کی گئی ہے)

کیونکہ اموی دور میں بصرہ کے والی کو یہ اختیار تھا کے عراق کے مشرقی جانب کے علاقوں جو کہ موجودہ ایران، بلوچستان اور خراساں تک پھیلے ہوئے تھے اس میں عامل تعینات کر سکے لہٰذا عبداللہ ابن

عامر والی بصرہ نے سجستان، خراسان اور سرحد سندھ کے لیے عامل تعینات کیے اس وقت کے سندھ کی حکومت میں خطۂ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کا وسیع علاقہ بھی شامل ہوتا تھا جس کا ساحلی علاقہ جو کہ مکران کہلاتا تھا 43ھ سے کافی پہلے سلطنت اسلامیہ میں شامل ہوچکا تھا البتہ شمال میں قیقان (قلات) اس وقت تک اسلامی سلطنت میں شامل نہ ہوا تھا۔

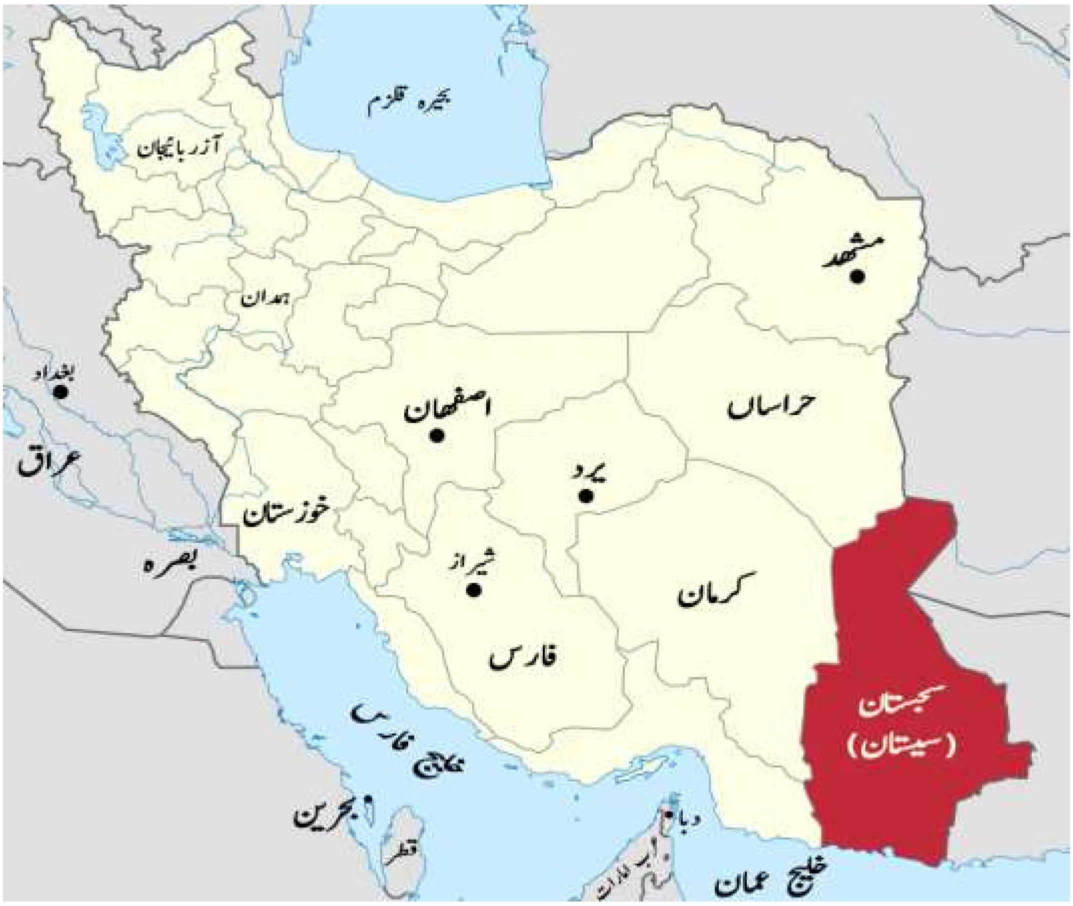
بحیرہ قلزم
آزربائیجان
مشہد
ہمدان
بغداد
اصفہان
خراساں
عراق
یزد
خوزستان
بصرہ
شیراز
کرمان
فارس
سجستان
(سیستان)
خلیج فارس
بحرین
قطر
دبا
خلیج عمان

(اس نقشہ میں سجستان کو نمایاں کیا گیا ہے جو کہ پاکستان کے موجودہ صوبہ بلوچستان سے مغرب کی جانب متصل علاقہ ہے جہاں پر عبدالرحمن بن سمرہ کو عامل مقرر کیا گیا تھا اور جنہوں نے یہاں سے 43ھ میں کابل کی طرف پیش قدمی شروع کی تھی)

عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ جب سجستان پہنچے تو عبدالرحمٰن کے ساتھ لشکر کے نمایاں کمانڈروں میں عبیداللہ بن معمر التیمی، عبداللہ بن خازم السُلَمی، قطری بن الفجاء اور سب سے بڑھ کر المہلب بن ابی صفرة رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

عبدالرحمن بن سمرہ[1] ؓ نے سجستان[2] کا گورنر تعینات ہوتے ہی خراسان[3] کے مشرقی علاقوں کو فتح کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ یوں تقریباً 7 سے 8 ہزار کی فوج کی مدد سے 653ء میں پہلے 'رخّج' اور پھر 'زمین دیوار' جس میں آج کے دور کے علاقے بغران، موسیٰ قلعہ نوراداور کجکی وغیرہ شامل ہیں کے علاقوں کو فتح کیا۔

'زمین دیوار' جو کہ موجودہ وادی ہلمند کا علاقہ ہے میں 'الزور' کے مندر میں ایک بت کا ایک ہاتھ کاٹا اور اس بت کی آنکھوں میں جڑے یاقوت نکالے اور وہیں پھینک دیے اور وہاں پڑے سونے چاندی کی ڈھیر اور جواہرات بھی وہیں مندر میں یہ کہہ کر چھوڑ دیے کہ ہمارا مقصد لوٹ مار کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ ان بتوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا، ان کی عبادت شرکِ عظیم ہے لہٰذا ان کی عبادت لاحاصل ہے۔

عبدالرحمن ابن سمرہ ؓ کا یہ ایک تاریخی بیان ہے جو آج تک مسلمانوں کی تاریخ کی اصلی پہلو ہمارے لیے اجاگر کرتا ہے۔ لوٹ مار اور مالِ غنیمت جمع کرنا مسلمان فاتحین کا مقصد نہیں ہوتا تھا۔ اس واقعہ کو بلاذری نے اس طرح قلم بند کیا ہے:

> ثُمَّ ولى ابن عَامِر عَبْد الرَّحْمَنِ بْن سمرة بْن حبيب بْن عَبْد شمس سجستان، فأتى زرنج فحصر مرزبانها في قصره في يوم عيد لهم فصالحه عَلَى ألفي ألف درهم وألفي وصيف وغلب ابن سمرة عَلَى ما بَيْنَ زرنج وكش من ناحية الهند وغلب من ناحية طريق الرخج عَلَى ما بينه وبين بلاد الدوار، فلما انتهى إِلَى بلاد الدوار حصرهم في حبل الزور ثُمَّ صالحهم فكانت عدة من معه منَ المسلمين ثمانية آلاف فأصاب كل رجل منهم أربعة آلاف، ودخل عَلَى الزور وهو صنم من ذهب عيناه ياقوتتان فقطع يده وأخذ الياقوتتين، ثُمَّ قَالَ للمرزبان: دونك الذهب والجوهر، وإنما أردت أن أعلمك أنه لا يضر ولا ينفع وفتح بست وزابل بعهد.[4]

"ابن عامر نے عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس کو سجستان پر بھیجا، وہ

---

[1] عبدالرحمن بن سمرہ، سن وفات 670ء۔ صحابی رسول ﷺ تھے جنہوں نے 629ء میں جنگ موتہ میں بھی حصہ لیا تھا۔

[2] یہ علاقہ اب ایران میں ہے اور سیستان کے نام سے موسوم ہے۔ (اس محل وقوع کو دوبارہ چیک کر لیں۔ بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز نے ابن خلکان کی اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔)

[3] خراسان: موجودہ افغانستان کے جنوب مغربی علاقہ

[4] فتوح البلدان، أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البَلَاذُري، دار ومكتبة الهلال، بيروت، 1988م، ص382

زرنج آیا اور ان کی عید کے دن مرزبان کو اس کے قصر میں محصور کر لیا، اس نے بیس لاکھ درہم اور دو ہزار وضائف پر صلح کر لی۔ ابن سمرہ بلاد ہند میں اس علاقے پر کہ زرنج اور کِش کے درمیان ہے اور اس علاقے پر کہ رُخج کے رستے پر رُخج اور بلاد الداوڑ کے درمیان ہے غالب ہو گیا۔ بلاد الداوڑ پہنچا، باشندوں کو جبل الزور میں محصور کیا، انہوں نے امان چاہی اور صلح کر لی۔ اس کے ساتھ آٹھ ہزار مسلمان تھے غنیمت تقسیم ہوئی تو ہر ایک کو چار ہزار درہم ملے۔ وہ الزور میں داخل ہوا، یہ ایک صنم خانہ تھا، اس میں سونے کا بت تھا جس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں، اس نے بت کا ہاتھ کاٹا، دونوں یاقوت نکالے اور مرزبان سے کہا: ”سونا اور جوہر تجھ سے دونِ مرتبہ ہیں، میں نے یہ اس لیے کیا کہ تجھے بتا دوں کہ یہ نہ ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع“۔ ابن عامر نے بُست اور زابل بعد میں فتح کیے۔“[1]

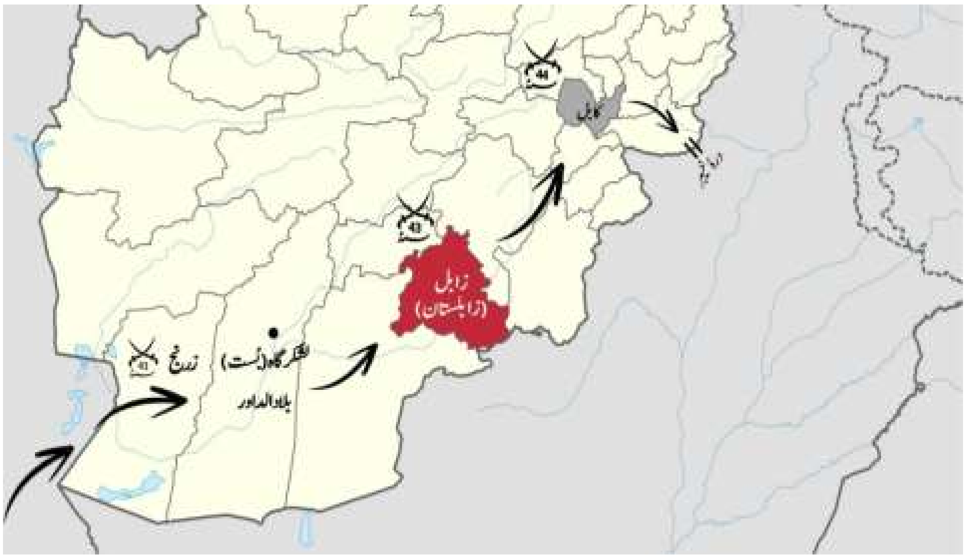

(عبد الرحمن ابن سمرہ رضی اللہ عنہ 43ھ سے سجستان سے کابل کی طرف پیش قدمی شروع کی دیگر کمانڈروں کے ساتھ المہلب بن ابی صفرۃ بھی ان کے ایک اہم کمانڈر تھے، جو سن 44ھ، بمطابق 664ء کابل کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئے، جس کے بعد اسی سال یعنی 44ھ کو المہلب درۂ خیبر کے رستے خطہ پاکستان میں داخل ہوئے۔ یوں المہلب اس راستہ سے خطہ پاکستان کے شمال مغرب سے داخل ہونے والے پہلے مسلم فاتح بنے۔ اوپر دیے گئے نقشے سے عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے کابل پر فوج کشی کا راستہ بتایا گیا ہے جس میں المہلب ایک اہم کمانڈر کے طور پر ان ساتھ تھے۔)

---

[1] فتوح البلدان، حصہ دوم، ص568

’زرنج‘ کے بعد عبدالرحمن بن سمرہ ؓ نے 43ھ ’بوست‘ (لشکر گاہ) اور ’زابلستان‘[1] سے لڑائی کے بغیر امن اور معاہدہ کے تحت سلطنت اسلامیہ میں شامل کیا۔

ان فتوحات کے بعد عبدالرحمن ابن سمرہ ؓ نے سجستان میں اپنا اقتدار مزید مستحکم کرنے کے لیے وہاں صاحب شرطہ کا عہدہ متعارف کرایا۔ نیز تازہ فتح کردہ علاقہ ’زرنج‘ کے مقام پر ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ یہ موجودہ افغانستان کے علاقہ میں تعمیر کی جانی والی پہلی مسجد تھی۔ اس دوران ان علاقوں میں ابتدائی کامیابی کے بعد کچھ مزاحمت ہوئی، لیکن عبدالرحمنؓ نے ان تمام پر قابو پاکر کابل کی طرف پیش قدمی شروع کی اور کابل پر حملہ آور ہوئے۔

جب عبدالرحمن ابن سمرہ ؓ کا لشکر کابل پہنچا تو اس وقت وہاں ہندوشاہی حکومت تھی۔ تاریخ میں کابل میں اسلام کی آمد سے قبل کی حکومت کئی ناموں سے جانی جاتی ہے جن میں ہندوشاہی نام بھی ایک تھا۔

وہاں کی فوج تمام تیاری کے ساتھ قلعہ بند تھی۔ کابل کے اس قلعہ تک پہنچنا اور اس کو فتح کرنے کے واقعہ کو البلاذری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ثُمَّ لما ولى معاوية بْن أَبِي سُفْيَان استعمل ابن عَامِرٍ عَلَى البصرة، فولى عَبْد الرَّحْمَنِ بْن سمرة سجستان فأتاها وعلى شرطته عباد بْن الحصين الحبطي ومعه منَ الأشراف عُمَر بْن عُبَيْد اللَّه بْن معمر التيمي، وعبد اللَّه بْن خازم السلمي وقطري بْن الفجاءة، والمهلب بْن أَبِي صفرة فكان يغزو البلد قَدْ كفر أهلها فيفتحه عنوة أو يصالح أهله حَتَّى بلغ كابل، فلما صار إليها نزل بها فحاصر أهلها أشهرا وكان يقاتلهم ويرميهم بالمنجنيق حتى ثلث ثلثة عظيمة، فبات عليها عباد بْن الحصين ليلة يطاعن

---

[1] زابلستان: زابل، محل وقوع

المشركين حَتَّى أصبح فلم يقدروا عَلَى سدها، وقاتل بْن خازم معه عليها فلما أصبح الكفرة خرجوا يقاتلون المسلمين فضرب بْن خازم فيلا كان معهم فسقط عَلَى الباب الَّذِي خرجوا منه فلم يقدروا غلقه فدخلها المسلمون عنوة، وقال أَبُو مخنف: الَّذِي عقر الفيل المهلب...[1]

”جب معاویہ بن ابی سفیان حکمران ہوئے تو انہوں نے ابن عامر کو "بصرہ" پر عامل مقرر کیا۔ ابن عامر نے اپنی جانب سے عبد الرحمٰن بن سمرہ کو سجستان پر مقرر کیا، اور یہاں پہنچا، عباد بن الحصین الحبطی اس کی شرط پر تھا، رودار لوگوں میں سے عمر بن عبید اللہ بن معمر التیمی، عبد اللہ بن حازم السلمی، قطری بن الفجاءہ المہلب بن ابی صفرہ اس کے ساتھ تھے۔ جن علاقوں نے غدر و نکث کیا تھا ان کو بزور یا بصلح فتح کرتا کابل پہنچا اور خیمہ زن ہو گیا کئی مہینے محاصرہ کیے رہا، منجنیق سے سنگ باری کی جس سے شہر کی حفاظتی دیوار میں ایک بڑا شگاف پیدا ہو گیا، عباد اس شگاف سے شہر میں داخل ہوا۔ شب خون مارا، مشرک بھی لڑے، صبح ہو گئی۔ مشرکوں نے بہتریں کوشش کی مگر شگاف یا رخنہ کو بند نہ کر سکے۔ ابن حازم بھی اس کے ساتھ ان سے جنگ کر رہا تھا۔ دن نکلا تو کافر جنگ کرنے نکلے، وہ ہاتھی کو لیے دروازے سے نکل رہے تھے کہ ابن خازم نے بڑھ کہ ایسا وار کیا کہ ہاتھی دروازے ہی پر ڈھیر ہو گیا اب اس کو بند کرنا اس کی قدرت سے باہر تھا، مسلمان شہر میں بزور داخل ہو گئے۔ ابو مخفف کہتا ہے وہ المہلب تھا جس نے ہاتھی کو گرایا“۔[2]

---

[1] فتوح البلدان، أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البَلَاذُري، دار ومكتبة الهلال، بيروت، 1988م، ص384

[2] فتوح البلدان، البلاذری، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص570

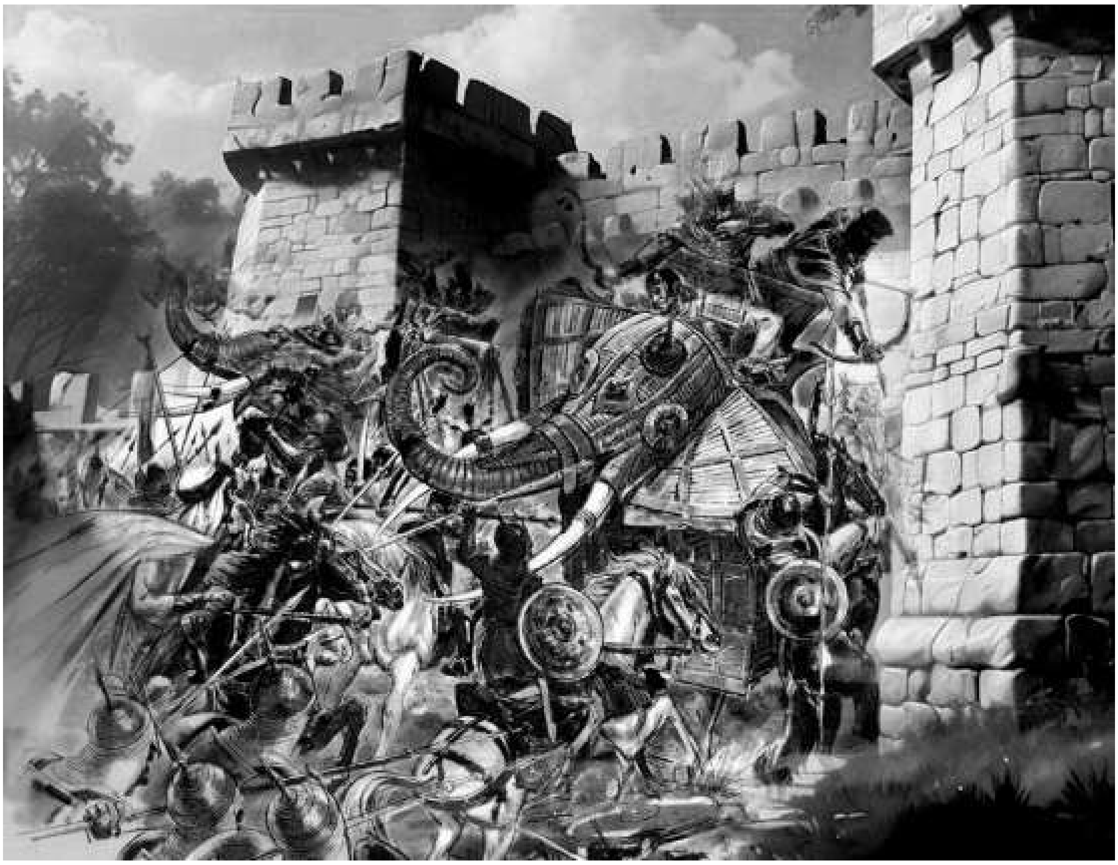

اس خیالی تصویر سے منظر کشی کی گئی ہے کہ کس قسم کی خطرناک اور گھمسان کی جنگیں ہوا کرتی تھیں اور وہ کیا ہستیاں تھیں جنھوں نے اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر ان علاقوں میں نور اسلام پھیلایا۔ ان عظیم ہستیوں کی عظیم قربانیوں کے سبب ہی آج الحمد للہ اس خطہ میں اسلام کی شمعیں روشن ہیں۔ ان ہستیوں کا مقصود اگر مالِ غنیمت یا کشور کشائی ہوتا تو ان ہستیوں کے اس دنیا سے چلے جانے کے صدیوں بعد آج ان علاقوں میں اسلام کا نام لیوا کوئی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر ان ہستیوں کا مقصد مالِ غنیمت یا کشور کشائی ہوتا تو سکندر اعظم اور چینی ہن قبائل سمیت خطہ میں کتنے حملہ آور اور حکمران آئے لیکن ان کے اس دنیا سے جاتے ہی ان کے مذہبی عقائد کا یہاں کی آبادی میں نام و نشان تک نہ رہا۔ ان ہستیوں کا اخلاص اور دینی اسلام کی حقانیت ہی ہے جس کی وجہ سے یہ علاقے اسلام کے نور سے آج بھی منور ہیں اور کوئی طاقت اس کو الحمد للہ کم بھی نہیں کر سکی جس کی مثال حال کے زمانہ میں سویت یونین اور امریکہ جیسی طاغوتی قوتوں

کا اس خطے سے ہزیمت اٹھا کر چلے جانا بھی شامل ہے۔ اپنی تاریخ کے ایسے درخشاں واقعات پڑھ کر علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار بے ساختہ یاد آتے ہیں۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیئے اس کو خون عرب سے
کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں نظر میں اذان سحر میں
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں
کشاد در دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے

گو علامہ اقبال نے ان اشعار کو "طارق کی دعا" اور "اندلس کے میدان جنگ" سے منسوب کیا ہے لیکن جب تقریباً اس ہی دور کا بلکہ طارق بن زیاد سے کچھ پہلے کا ایک اور مسلم جرنیل جو کابل میں اپنی جان پر کھیل کر اسلام کے جھنڈے گاڑ رہا تھا تو وہ بھی بالکل ان ہی جذبات کی غمازی کرتا نظر آتا ہے۔

کابل کے مقامی بادشاہوں کے جس سلسلے نے آخر تک عربوں یا مسلمانوں کی مزاحمت کی، وہ کابل شاہی، برہمن شاہی، یا ہندو شاہی یا رایان کابل کا خاندان کہلاتا تھا۔ جن کے حکمرانوں کا موروثی لقب رتبیل، زنبیل اور زنتبیل کے متبادل ناموں سے تاریخ میں لکھا گیا ہے۔[1]

---

[1] یہ نام مختلف املا میں رتبال، رسل، رتسل، زنبیل، اور رنویل وغیرہ بھی لکھے گئے ہیں۔

المہلب کی درۂ خیبر کی طرف مہم کا آغاز:-

کابل کی اس اہم فتح اور المہلب کی مثالی شجاعت کے عملی مظاہرے کے بعد المہلب نے عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہندستان کے شمال مشرقی طرف سے اپنی مہم کا آغاز کیا اور درۂ خیبر سے داخل ہو کر دریائے سندھ عبور کرنے کے لیے ہُند شہر کی طرف بڑھا۔

ہُند شہر

کابل شاہی حکومت کا کابل سے مشرق کی جانب دوسرا اہم شہر 'اوداابھنداپور'[1] تھا جو کہ موجودہ ہُند شہر کا نام تھا۔ یہ اس وقت کی ہندوشاہی یا کابل شاہی حکومت کا ایک اہم شہر تھا کیونکہ یہ وہ مقام تھا جہاں سے دریائے سندھ عبور کیا جاتا تھا۔ کچھ تاریخ دانوں نے ہُند شہر کے کھنڈرات دیکھ کر یہ بھی کہا ہے کہ یہ ہندوشاہی یا کابل شاہی حکومت کے موسم سرما کا دارالسلطنت بھی ہوتا تھا۔ تاریخی اور آثارِ قدیمہ کے شواہد دیکھتے ہوئے جو کہ شہر ہُند کے کھنڈرات کی صورت وہاں بکھرے پڑے ہیں، جس کی اہمیت کے سبب وہاں ایک عجائب گھر بھی بنادیا گیا ہے۔ یہ بات حتمی ہے کہ مغلوں سے قبل اسکیتیائی، کوشان اور افغانستان کی جانب سے جتنے حملہ آور ہندوستان کی طرف آئے، جن میں سکندر اعظم، محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، تیمور، بابر سب نے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے دریائے سندھ کو اسی مقام سے عبور کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ جلال الدین خوارزم[2] نے یہیں سے دریائے سندھ میں چھلانگ لگائی تھی

---

[1] اوداابھنداپور: موجودہ ہُند

[2] جلال الدین خوارزم (سن پیدائش: 1199ء، سن وفات 1231ء) عالم اسلام کا ایک ایسا بطل تھے جس نے چنگیز خان کا اس وقت بڑی جرأت و دلیری سے مقابلہ کیا۔ جب چنگیز نے جلال الدین پر تمام رستے مسدود کر دیے تو جلال الدین خوارزم نے نہایت دلیری سے دریائے سندھ میں چٹان سے کود کر گھوڑے سمیت چھلانگ لگادی اور دیکھتے ہی دیکھتے دریا عبور کر گیا۔ بعد ازاں جلال الدین کوہستان نمک میں قیام پذیر رہے۔

جب چنگیز خان[1] اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ ھُند شہر ہندو شاہی سلطنت کا ایک اہم مرکز تھا۔ بعد ازاں اٹک کے قلعہ کی تعمیر 1551ء تا 1553ء میں ہونے کے بعد اور پھر 'جرنیلی سڑک' کی تعمیر جسے ہم 'جی ٹی روڈ' (Grand Trunk Road) کے نام سے جانتے ہیں ھُند شہر کی اہمیت کم ہوتے ہوتے تاریخ میں گم ہو گئی۔ البتہ آثار اور کھنڈرات آج بھی وہیں موجود ہیں جو شہر کے محلِ وقوع کی اہمیت کی کہانی سنا رہے ہیں۔

اس سوانح کی تحریر کے دوران ہمیں اس شہر کی اہمیت نے اپنی طرف شدت سے مائل کیا۔ یعنی جب المہلب نے سن 44ھ بمطابق 664ء میں کابل کے بعد مشرقی جانب اپنے لشکر کا رُخ کیا تو اُس نے وہی راستہ اپنایا جو اس سے قبل کابل سے آنے والے درجنوں فاتحین نے اختیار کیا۔ یعنی کابل کے بعد درۂ خیبر سے گزر کر ھُند کے مقام سے دریائے سندھ کو عبور کرنے کا راستہ۔ یہی وہ رستہ تھا جو المہلب بن ابی صفرۃ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے اختیار کیا۔ لیکن ھُند کے مقام پر پہنچنے سے قبل ہی لاہور[2] کے مقام پر اس کو مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جس پر اس نے قابو پا لیا اور اس کو فتح ہوئی۔

یوں لاہور[3] وہ مقام بنا جہاں سے المہلب نے مزید مشرق کی سمت بطرف شہر ھُند کی جانب بڑھ کر دریائے سندھ کو روایتی راستے سے عبور کرنے کے بجائے اپنے فوجوں کا رخ جنوب مغرب میں واقع شہر 'بَنَّۃُ'[4] جو کہ آج خیبر پختون خواہ کا شہر بنوں کہلاتا ہے کی طرف موڑ دیا۔

---

[1] چنگیز خان کی پیدائش 1162ء جبکہ وفات 1227ء میں ہوئی۔ اصلی نام 'تموجن' تھا، جس کے معانی 'فولاد جیسا مضبوط' کے ہیں۔ یہ منگول سردار دریائے آنان کے علاقہ میں پیدا ہوا۔ چنگیز خان نے باقاعدہ طور پر منگول سلطنت کو ایک مضبوط سلطنت کے طور پر متعارف کروایا۔ منگول سلطنت کی فوج کی تنظیم نو کے ساتھ ساتھ دیگر اداروں کو بھی مضبوط بنیادوں پر کھڑا کیا۔ اس نے فوج کی تنظیم کے جو اصول مقرر کیے وہ صدیوں تک فوجی ماہروں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتے رہے۔ اس نے چین کو دو دفعہ تاراج کیا اور 1214-18ء میں دو چینی ریاستوں 'ہیا' اور 'کن' پر قبضہ کر لیا

[2] لاہور: خیبر پختون خواہ کے ضلع صوابی کی تحصیل جسے اب عرف عام میں 'چھوٹا لاہور' بھی کہتے ہیں۔ تحصیل لاہور کی سرحدیں نوشہرہ، اٹک اور صوابی اضلاع سے متصل ہیں۔

[3] ایضاً

[4] بَنَّۃُ: بنوں، خیبر پختون خواہ، پاکستان

پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ کے شہر 'لاہور'[1] کے بعد المہلب کا دوسرا بڑا پڑاؤ 'بنوں' میں ہوا۔ اپنے محل وقوع کی اہمیت کے سبب ان دونوں شہروں کا اس دور کی تمام کتب تاریخ میں ذکر بتکرار موجود ہے۔

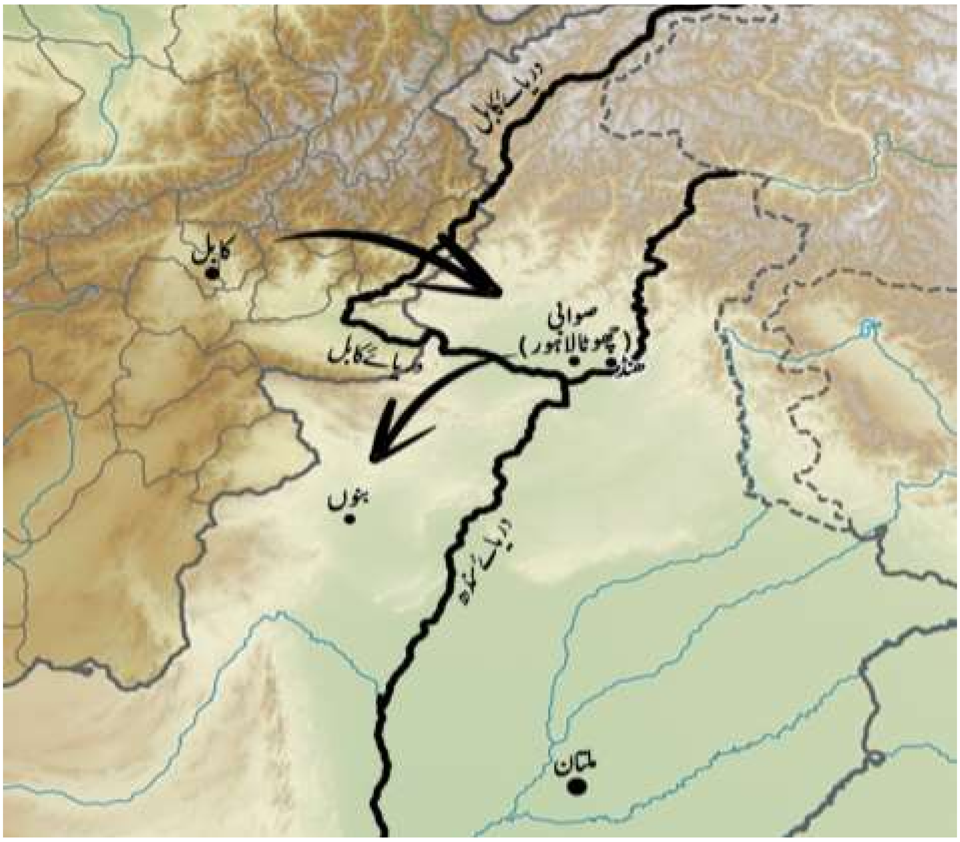

(اس نقشہ میں دکھایا گیا ہے کہ المہلب بن ابی صفرۃ نے اپنی پیش قدمی کابل سے درۂ خیبر کے ذریعے خطہ پاکستان میں مشرق کی جانب دریائے کابل کے ساتھ ساتھ صوابی کی تحصیل لاہور تک کی اس کے بعد سامنے دریائے سندھ اور دریا کو عبور کرنے کے مقام پر اس کے مغربی کنارے پر ایک بڑے شہر ہُند کی موجودگی کی وجہ سے مزید مشرق کی طرف نہیں گیا بلکہ اپنی فوجوں کا رخ ھند سے قبل لاہور سے ہی جنوب کی جانب بنوں کی طرف موڑ دیا۔)

المہلب کا بنوں اور لاہور پر حملہ

اس دور کی مختلف کتب اسلامی تاریخ کا بتانا ہے کہ کابل کی فتح کے بعد المہلب نے جب مشرق کی طرف اپنا رخ کیا اور کابل سے ملتان تک کا علاقہ فتح کیا۔ اس کے بعد قندبیل شہر واقع موجودہ بلوچستان

---

[1] لاہور: دیکھئے سابقہ حاشیہ

تک گیا۔ اس مہم کے دوران اس کا مقابلہ دشمن سے دو مقاموں پر ہوا، جہاں المہلب اور اس کی ازدی فوج کو کامیابی ہوئی۔ ان دو شہروں کا نام البلاذری نے 'بَنَّةُ' اور 'لاہور' جبکہ خلیفہ ابن خیاط[1] نے المہلب کی 'اَلاہور' اور 'بَنَّةُ' بتایا ہے۔ خلیفہ ابن خیاط نے 44ھ کی اس مہم کو یوں قلم بند کیا ہے:

> غزا الْمُهلب بْن أَبِي صفرَة أَرض الْهِنْد فَسَار إِلَى قندابيل ثمَّ أَخذ إِلَى بنة وَألاهور وهما فِي سفح جبل كابل فَلَقِيَهُمْ عَدو هَزَمَهُمْ اللَّه وملأ الْمُسلمُونَ أَيْديهم وَانْصَرفُوا سَالِمين.[2]

> "المہلب نے ارضِ ہند کی طرف پیش قدمی کی اور قندابیل، پھر 'بَنَّةُ' اور 'اَلاہور' کو فتح کیا یہ دونوں شہر کابل کے پہاڑوں کے دامن میں واقع ہیں وہاں المہلب کی فوج کا مقابلہ دشمن سے ہوا اور اللہ کی نصرت المہلب کی فوج کے شاملِ حال رہی اور وہ فتح یاب بھی ہوئے اور سلامت بھی رہے۔"

عبارت کی تحریر میں خلیفہ نے تقدیم و تاخیر سے کام لیا ہے کیونکہ قندابیل، بنوں اور لاہور کے بعد فتح ہوئے تھے۔[3]

البتہ خلیفہ ابن خیاط کی مندرجہ بالا عبارت نے مذکورہ دونوں شہروں کا محل وقوع جاننے کے لیے

---

[1] خلیفہ ابن خیاط کی ولادت 160ھ میں بصرہ میں ہوئی، جبکہ وفات 240ھ میں ہوئی۔ خلیفہ ابن خیاط کا شمار اولین اسلامی تاریخ نویسوں میں ہوتا ہے۔ خلیفہ کا تعلق بصرہ کے ایک علمی گھرانے سے تھا۔ خلیفہ کے معروف شاگردوں میں امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام ابویعلیٰ الموصلی، عبد الرزاق الصنعانی رحمۃ اللہ علیہم صاحب کتاب 'المصنف' وغیرہ شامل ہیں۔ خلیفہ ابن خیاط نے تین عباسی خلفاء: مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کا زمانہ پایا۔ خلیفہ کو حدیث، ایام الناس، تاریخ، انساب کے ساتھ ساتھ فن قرأت سے بھی تعلق تھا۔ اسلامی تاریخ نویسی میں خلیفہ بن خیاط کی مرتب کردہ کتاب 'تاریخ خلیفہ ابن خیاط' کو دو پہلوؤں سے اہمیت حاصل ہے۔ ایک تو یہ اولین اسلامی تاریخوں میں سے ایک ہے، اور دوسرے یہ تاریخ سن وار اسلامی تاریخ کی سب سے قدیم محفوظ مثال ہے۔ خلیفہ کے سن وار تاریخ کے طریقہ کار کو بعد کے تقریباً ہر بڑے مؤرخ نے اپنایا۔ طبری، ازدی، ابن اثیر، ذہبی، ابن کثیر وغیرہ۔ طبری، ابن حجر، ابن ماکولا، ابو الفرج اصفہانی رحمۃ اللہ علیہم جیسے مؤرخین نے خلیفہ ابن خیاط کی روایتیں اپنی اپنی کتب میں لی ہیں۔ جب کہ بخاری، ابن ابی حاتم، ابن ندیم، ابن خلکان، ذہبی، سخاوی، ابن حجر، ابن عماد اور رزکلی وغیرہ نے بھی خلیفہ کا ذکر کیا ہے۔

[2] تاريخ خليفة بن خياط، أبو عمرو خليفة بن خياط بن خليفة الشيباني العصفري البصري، ت د. أكرم ضياء العمري، دار القلم دمشق، ومؤسسة الرسالة، بيروت، ط2، 1397ھ، ص206

[3] تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج1، ص206

ہماری کافی رہنمائی بھی کر دی ہے۔ خلیفہ ابن خیاط کی عبارت کے مطابق یہ دونوں شہر 'جبل کابل'—جسے آج ہم 'سلسلہ کوہ ہندوکش' کے نام سے جانتے ہیں—کے دامن میں واقع تھے، وہ 'بَنَّةُ' اور 'اَلاہور' تھے۔

> '...بَنة وَألاهور وهما فِي سفح جبل كابل...الخ'
>
> '...بنہ اَلاہور دونوں جبل کابل کے دامن میں واقع تھے...'۔

اگر آج ہم اس علاقہ کے نقشہ دیکھیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جن دو شہروں کا ذکر کیا جارہاہے، ان کا محل وقوع وہی ہے جو پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ کے موجودہ دو شہروں 'بنوں' اور 'لاہور'[1] کا ہے۔

ان دونوں شہروں کا ذکر یاقوت حموی نے بلاذری کے حوالہ سے اپنی کتاب 'معجم البلدان' میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

> غزا المهلّب بن أبي صفرة في سنة 44 أيام معاوية ثغر السند فأتى بنّة ولاهور، وهما بين الملتان وكابل، فلقيه العدوّ فقتله المهلّب ومن معه، فقال بعض الأزديين:
>
> ألم تر أنّ الأزد، ليلة بيّتوا
> ببنّة، كانوا خير جيش المهلّب؟[2]

> ”المہلب بن ابی صفرہ نے امیر معاویہ کے دورِ حکومت میں 44ھ میں سندھ کی سرحدوں پر حملہ کیا اور 'بَنَّةُ' اور 'لاہور' پہنچے جو کہ ملتان اور کابل کے درمیان ہیں۔ پس وہاں ان کی دشمن کے ساتھ جنگ ہوئی، اور المہلب نے دشمن اور ان کے ساتھیوں کو شکست سے دوچار کیا۔ وہ اور اس کے ساتھ والے ازدیوں نے کہا: کیاتم

---

[1] لاہور: خیبر پختون خواہ کے ضلع صوابی کی تحصیل جسے اب عرف عام میں 'چھوٹا لاہور' بھی کہتے ہیں۔

[2] معجم البلدان، للحموي، ج1، ص501

نے نہیں دیکھا کے ازد، جس رات انہوں نے 'بَنَّۃُ' میں گزاری، وہ المہلب کے لشکر میں بہترین لوگ تھے۔"

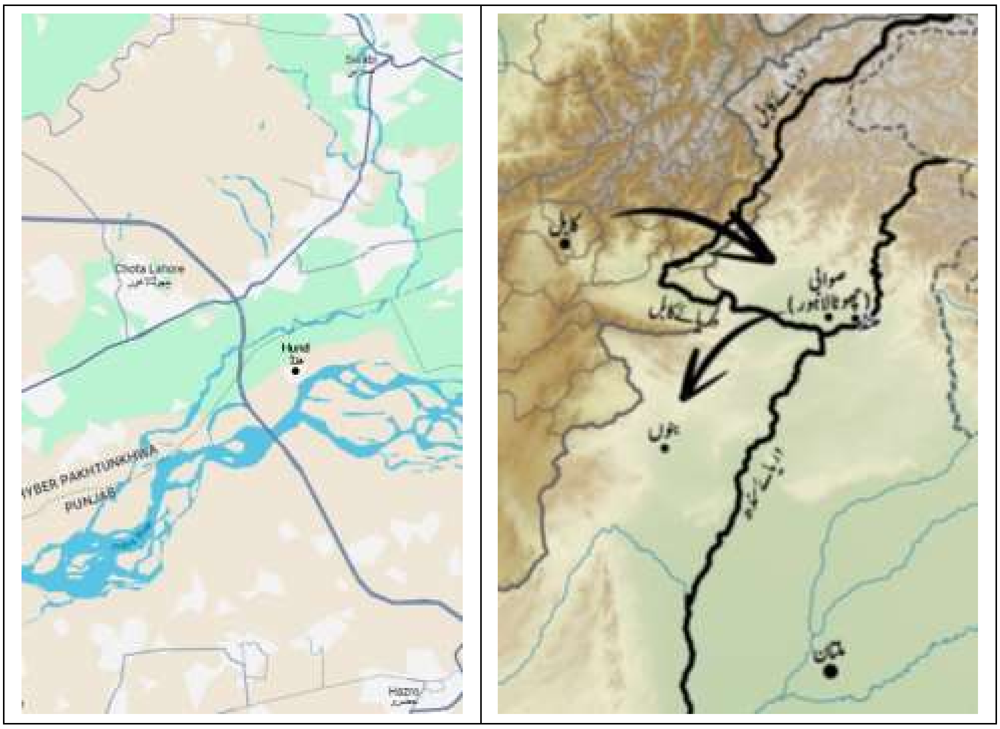
Swabi
Chota Lahore
چھوٹا لاہور
Hund
ہنڈ
YBER PAKHTUNKHWA
PUNJAB
Hazro
کابل
صوابی
(چھوٹا لاہور)
دریائے کابل
بنوں
دریائے سندھ
ملتان

(خطۂ پاکستان وافغانستان اس سٹلائٹ نقشہ کو سامنے رکھ کر اور مؤرخین کی 'بَنَّۃُ' اور 'لاہور' نامی شہروں کے محلِ وقوع کو جان کر دیکھیں تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کن دو شہروں کا ذکر ہو رہا ہے جو جبل کابل یعنی کوہ ہندوکش کے دامن میں واقع ہیں اور ملتان اور کابل کے درمیاں میں ہیں)

یاقوت الحموی کی عبارت سے ایک مغالطہ کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ کن دو شہروں کا ذکر ہو رہا ہے۔ خصوصاً شہر لاہور جس کا ذکر ہو رہا ہے وہ صوابی میں واقع شہر لاہور ہے نہ کہ پنجاب کا شہر لاہور۔

سب مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ 'بَنَّۃُ' بنوں شہر کا عربی نام ہے اور یہاں المہلب **44ھ** میں فتح کابل کے بعد آیا تھا۔ البتہ کچھ لوگوں نے غلط طور پر مؤخر الذکر علاقے / شہر کو — جو کہ یاقوت الحموی اور البلاذری دونوں نے 'معجم البلدان' اور 'فتوح البلدان' میں بالترتیب 'لاہور' اور خلیفہ بن خیاط نے 'آلاھور' کی املاء کے ساتھ لکھا ہے — پنجاب کے موجودہ دار الخلافہ لاہور کو تصور کیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

مؤرخین کی اکثریت اور ہماری بھی یہی رائے ہے کہ یہ پنجاب والا لاہور نہیں بلکہ موجودہ صوبہ خیبر پختون خواہ کے صوابی نامی ضلع کی تحصیل لاہور تھا، جسے عرف عام میں 'چھوٹا لاہور' یا مقامی زبان پشتو میں 'وڑوکے لاہور' کہا جاتا ہے۔ ہماری اس رائے کی بنیاد کے دلائل اور وجوہات درج ذیل ہیں:

﴿۱﴾— خلیفہ بن خیاط نے ان دونوں شہروں کا محل وقوع بھی بتایا ہے جو کہ '... سفح جبل كابل... الخ' ہے یعنی 'کابل سے متصل پہاڑی سلسلہ کا دامن' جو کہ اگر اس خطہ کا سیٹلائٹ نقشہ دیکھا جائے تو واضح طور پر صوابی سے متصل 'لاہور' بنتا ہے نہ کہ پنجاب کا داراخلافہ لاہور، جس کے کئی سو میل دور دور تک سرے سے کوئی پہاڑی سلسلہ ہے ہی نہیں۔ اور کابل کا پہاڑی سلسلہ تو سینکڑوں میل دور ہے۔ لہٰذا خلیفہ ابن خیاط کی عبارت میں لاہور سے مراد پنجاب کا دارالخلافہ لاہور ہر گز نہیں ہے بلکہ پختون خواہ والا لاہور ہے۔

﴿۲﴾— اُس وقت یعنی 44ھ میں وہ علاقہ جہاں پنجاب کا لاہور شہر آباد ہے، وہاں تو کسی قابل ذکر شہر کا وجود بھی نہیں تھا۔ تاریخ وجغرافیہ کی قدیم کتاب 'حدود العالم' میں لاہور [پنجاب] کا ذکر ہے موجود ہے جسے 'اردو دائرہ معارف' نے 'لاہور' کی تاریخ اور وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کچھ اس انداز میں لکھا ہے:

> "لاہور کی قدیم تاریخ پر قیاسات، روایات اور حکایات کا غبار کچھ اس طرح چھایا ہوا ہے کہ کوشش کے باوجود قطعی طور پر یہ معلوم کرنا ممکن نہیں کہ اس شہر کا موجودہ نام (لاہور) کب اور کیسے رکھا گیا۔"

اسلامی دور کے معروف تاریخی مآخذ میں لاہور کا ذکر سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری کی ایک عربی کتاب '**حدود العالم من المشرق إلى المغرب**' میں ملتا ہے، جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا[1]۔ البتہ کتاب کے اختتام پر مصنف کے قلمی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس

---

[1] کتاب کو انگریزی زبان میں ڈھالنے والے مترجم ولادی میری منورسکی کا خیال ہے کہ اِس کتاب کا مصنف شاید شعیاء بن فریغون

کتاب کی تصنیف مبینہ طور پر 372ھ/982ء ہوئی تھی۔ اس کتاب میں لاہور کا ذکر یوں درج ہے:

> 36- لهور«5»: مدينة ذات نواح كثيرة، سلطانها خاضع لسلطة أمير المولتان. وفيها أسواق وبيوت للأصنام. وتكثر فيها أشجار حب الصنوبر واللوز والجوز الهندي. وهم جميعا يعبدون الأصنام وليس فيها أي مسلم.[1]

> ***"36. Lahor, a town with numerous districts. Its government (sultän) is on behalf of the chief (mir) of Multän. In it there are markets and idol-temples. In it great numbers of jalghüza-trees, almond-trees, and coco-nuts are found. All the inhabitants are idolaters, and there are no Muslims there."***[2]

”لہور شہر کے متعدد اضلاع ہیں اور اس کا حاکم امیر ملتان کا نائب ہے۔ اس میں بازار اور بت خانے ہیں۔ اس میں چلغوزہ، بادام اور ناریل کے درخت بکثرت ہیں۔ یہاں کے لوگ سب بت پرست ہیں اور مسلمان ایک بھی نہیں۔“

گویا دسویں صدی عیسوی کے اواخر تک یہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔

ہے جو متعدد تحقیقی و علمی کتب کا مصنف تھا، مزید برآں اُس کی مشہور تصنیف ’جوامع العلوم‘ ہے جو امیر چغانیاں کے نام منتسب تھی۔

[1] حدود العالم من المشرق إلى المغرب، مؤلف مجهول (توفي بعد 372ھ)، محقق ومترجم الكتاب (عن الفارسية): السيد يوسف الهادي، الدار الثقافية للنشر، القاهرة، 1432ھ، ص 85

[2] Hudud al-'Alam, 'The Regions of the World', A Persion Geography, (372AH/982AD), Translated and Explained by V. Minorsky, 1970, 2nd Ed., E.J.W. Gibb Memorial Trust, Cambridge, England, ISBN No. 0 906094 03 8, p 89

البلاذری نے 'فتوح البلدان' میں ایک لاہور کا ذکر الاہوار کے نام سے کیا ہے، جو کہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو اٹک اور ویہند کے درمیان کہیں آباد تھا۔[1]

البیرونی[2] کئی سال تک شمالی ہندستان میں رہا اور محمود غزنوی کے حملوں کے وقت، یعنی گیارھویں صدی عیسوی میں وہ ہندستان کا آنکھوں دیکھا حال قلم بند کر رہا تھا۔ وہ اپنی مشہور تالیف[3] میں لکھتا ہے کہ:

> "لاہور کسی شہر کا نہیں بلکہ ایک علاقہ کا نام ہے جس کا دارالحکومت مندھوکور ہے۔[4] صرف مرورِ زمانہ سے ہوا یہ ہے کہ صوابی والا لاہور گو پنجاب والے لاہور سے پہلے سے واقع ہے، لیکن بہت ساری وجوہ سے جن میں اولین اس کا محل وقوع ہے اس نے وہ ترقی نہیں کی جو کہ گذشتہ تقریباً ایک ہزار سال کے عرصہ میں خصوصا محمود غزنوی کی ہندستان آمد کے بعد سے پنجاب کے لاہور نے کی اور تاحال جاری ہے۔"[5]

المہلب کی خطہ پاکستان میں آمد کے وقت، بلکہ اس سے کئی صدیوں بعد تک پنجاب والا

---

[1] فتوح البلدان، البلاذري، ص432

[2] ابو ریحان محمد بن احمد المعروف البیرونی کی تاریخ پیدائش 5 ستمبر 973ء، جبکہ وفات 13 دسمبر 1048ء ہے۔ البیرونی ایک بہت بڑے محقق اور سائنس دان تھے۔ وہ خوارزم کے مضافات میں واقع 'بیرون' نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے 'البیرونی' کہلائے۔ البیرونی بو علی سینا کے ہم عصر تھے۔ البیرونی نے ریاضی، علم ہیئت، تاریخ اور جغرافیہ میں ایسی عمدہ کتابیں لکھیں جو اب تک پڑھی جاتی ہیں اور سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں 'تحقیق الہند' نامی کتاب میں البیرونی نے ہندوؤں کے مذہبی عقائد، ان کی تاریخ اور برصغیر پاک وہند کے جغرافیائی حالات بڑی تحقیق کے بعد لکھے۔ ہندو برہمن اپنا علم کسی دوسرے کو نہیں سکھاتے تھے لیکن البیرونی نے کئی سال ہندوستان میں رہ کر سنسکرت زبان سیکھی اور ہندوؤں کے علوم میں ایسی مہارت پیدا کی کہ برہمن بھی تعجب کرنے لگے۔ البیرونی نے تاریخ، ریاضی، اور فلکیات پر ایک سے زائد تصانیف مرتب کی ہیں۔

[3] تحقيق ماللھند من مقولۃ مقبولۃ في العقل أو مرذولۃ، أبو الريحان محمد بن أحمد البيروني الخوارزمي البلدان، البلاذري، ص432

[4] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص1

[5] کتاب الھند، مطبوعہ حیدرآباد، دکن، 1958ء، ص165

'لاہور' اتنا وجود بھی نہیں رکھتا تھا کے اس کا کسی تاریخ یا اس دور کی تالیف کردہ جغرافیہ کی کتاب میں ذکر تک ہوتا۔ 'معجم البلدان' جو کہ عربی زبان میں پانچ جلدوں پر محیط مفصل کتاب ہے اور شاید ہی کوئی اس زمانہ کا قابل ذکر علاقہ ہو یا شہر ہو اور اس کا اس کتاب میں ذکر نہ ہو۔ اس میں پنجاب کے 'لاہور' کا کسی بھی املاء 'لاہور' یا 'آلاہور' وغیرہ سے ذکر تک نہیں۔

اینڈرے ونک (André Wink) جیسے مستشرقین نے انگریزی میں اس شہر کو (al-Ahwar) لکھا ہے جس سے کسی طور پر پنجاب والا 'لاہور' شہر مراد نہیں ہے۔ اس بات کا اعادہ 'Encyclopedia of Islam' نے بھی کیا ہے کہ پنجاب والا 'لاہور' دسویں صدی عیسوی تک کوئی قابل ذکر شہر نہیں تھا۔ جس کے لیے اس نے بھی مذکورہ بالا اسلامی کتاب تاریخ پر انحصار کیا ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے 'لاہور' شہر سے متعلق اپنے تفصیلی مضمون کے بعد 'لاہور' شہر کے نام اور اس کی تاسیس کے حوالہ سے ایک تعلیق شامل کی ہے جو کہ قابل قدر و ذکر ہے۔ ذیل میں اس کا ہماری بحث سے متعلقہ حصہ درج ہے:

> "سکندر اعظم نے دریائے راوی کو کہیں لاہور کے قریب ہی سے عبور کیا تھا، لیکن اس کے حالات میں اس شہر کا نام نہیں آیا۔ سٹرابو اور پلینی نے بھی اس کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ بطلمیوس دوسری صدی عیسوی کا جغرافیہ دان ہے۔ وہ ایک شہر لبوکلا کا نام لیتا ہے، جسے لاہور کا شہر قرار دیتے ہیں لیکن بطلمیوس نے اس کا محل وقوع کیسپیر (کشمیر) کے علاقے میں بتایا ہے۔ لہٰذا اس پر پنجاب کے لاہور کا اطلاق مشکل ہے۔ بدھ سیاح ھیون سانگ نے 630ء میں پنجاب کی سیاحت کی، اس نے کئی شہروں کا نام لکھا ہے۔ مگر لاہور کا نام تک نہیں لیا۔ یونانی اور بدھ مصنفین کے بعد اب مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ دانوں کی باری آتی ہے۔ البلاذری نے ملتان اور کابل کے مابین جس الاہور کا ذکر کیا ہے، اس سے عین پہلے وہ بنّہ

> (بنوں) کا نام لیتا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ الاہوار سے سرحد (تحصیل صوابی) کا لہور مراد ہے جو ضلع مردان میں ھُنڈ کے نزدیک واقع ہے۔"[1]

المہلب صوابی والے لاہور کو زیر تسلط کرنے کے بعد جنوب کی جانب ایک اہم شہر 'بَنَّۃُ' جو کہ آج کل 'بنوں' کہلاتا ہے سے ہوتا ہوا ملتان تک کے علاقوں کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔ المہلب کی اس مہم کو ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں زیر عنوان "المہلب کی سندھ پر فوج کشی" میں لکھا ہے۔ کیونکہ اس وقت کابل کے بعد درۂ خیبر سے مشرقی جانب کا علاقہ سندھ کہلاتا تھا نہ کہ ہند، عرب مؤرخ اور جغرافیہ داں عموماً خطۂ پاکستان کے اکثریتی علاقہ کو 'سندھ' کے نام سے لکھتے اور پکارتے تھے، لہٰذا ابن اثیر نے بھی اپنی تاریخ کی کتاب میں اس علاقہ کو 'سندھ' کے نام سے ہی موسوم کیا ہے۔

ان تمام تاریخی حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ 'بَنَّۃُ' ہی وہ شہر ہے جو کہ آج 'بنوں' کے نام سے جانا جاتا ہے یہ اس وقت کا ایک اہم شہر تھا جو اپنے محل وقوع کے اعتبار سے کابل سے آنے والے حملہ آوروں کے لیے اہمیت رکھتا تھا۔ نیز اس وقت اس علاقہ میں قائم ہندو شاہی حکومت کا کابل سے جنوب کی جانب دوسرہ اہم شہر بھی تھا جو کہ المہلب نے 44ھ کو بزور تاراج کیا۔

یوں المہلب نے ملتان کی طرف پیش قدمی سے قبل کابل سے صوابی ضلع اور بنوں شہر تک کے علاقہ کو فتح کیا اور وہاں تک اقتدار مستحکم کرنے کے بعد ملتان کی طرف بڑھا۔ اس راستے پر 'بَنَّۃُ' یعنی بنوں واحد قابلِ ذکر شہر یا آبادی تھی۔ یوں اس کی فتح کے بعد خطۂ پاکستان کے شمال مغرب کا ایک وسیع علاقہ اسلامی سلطنت میں پہلی مرتبہ شامل ہوا۔

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ

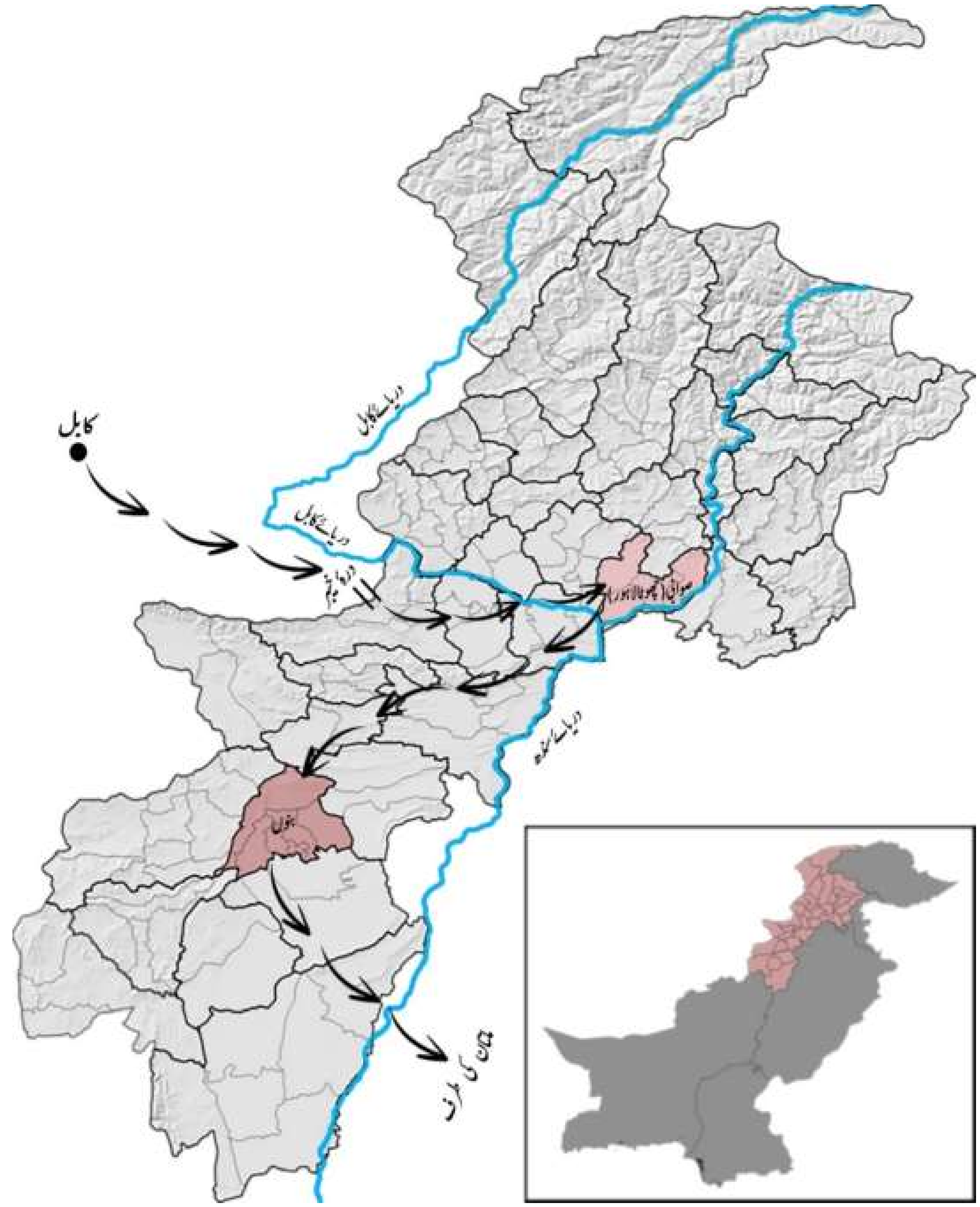
کابل
دریائے کابل
دریائے کابل
صوابی (چھوٹا لاہور)
دریائے سندھ
بنوں
ملتان کی طرف

(اس نقشہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ المہلب نے 43ھ میں کابل کی فتح کے بعد کابل کے مشرق میں صوابی (چھوٹا لاہور) تک اور جنوب مشرق میں بنوں سے ہوتے ہوئے ملتان کے علاقہ تک اسلام کی شمعیں روشن کیں جو کہ آج کے پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ کا دریائے کابل سے صوبے کی جنوبی سرحد تک کا علاقہ بنتا ہے جس میں اس صوبے کے کئی اضلاع آتے ہیں)

المہلب کی ملتان کی طرف پیش قدمی

لاہور اور بنوں کے بعد دوسرا اہم علاقہ جو المہلب نے فتح کیا وہ ہندو شاہی سلطنت کی انتہائی جنوبی سرحد تھی جو کہ ملتان شہر کے مغربی جانب دریائے سندھ کا مغربی کنارہ تھا ملتان شہر اس وقت سندھ حکومت کا حصہ تھا کابل شاہی حکومت کا حصہ نہیں تھا۔ المہلب نے اس طرف اپنے لشکر کی پیش قدمی شروع کی اور ملتان شہر کے مغربی جانب بہتے ہوئے دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک ہی محدود رہا۔

المہلب کے ملتان کے مغربی علاقے پر حملہ کے تقریباً 50 سال بعد 713ء میں محمد بن قاسم نے جنوب سے آکر ملتان شہر اور اس میں واقع قلعہ کو تاراج کیا۔

اس زمانہ میں ملتان شہر اور اس سے متصل کافی بڑا علاقہ بھی ملتان کے نام سے ہی موسوم تھا جو راجہ داہر[1] کی ہندو حکومت جو کہ جنوب میں دیبل کی بندر گاہ سے شروع ہوتی تھی۔ اس کی انتہائی شمالی سرحد تھی۔

المہلب نے چونکہ سندھ کی جانب پیش قدمی خطۂ پاکستان کے شمال مغرب سے کی تھی —جیسا کہ وہ درہ خیبر سے داخل ہوا تھا— لہٰذا وہ عظیم دریائے سندھ کے مغربی جانب ہی رہا اور اس کو پار کرکے دوسری طرف نہیں گیا۔ بنابریں جب وہ جنوب میں ملتان کے علاقے تک پہنچا تو اس کے اور ملتان شہر کے درمیان نہایت وسیع دریائے سندھ موجود تھا۔

یہ المہلب بن ابی صفرۃ کی عظیم شخصیت تھی جس نے اس خطہ میں اسلام کا تعارف کرایا اور دین حق کی داغ بیل ڈالی۔ یہ بنیاد اتنی واضح اور مستحکم تھی کہ جب جنوب کی جانب سے محمد بن قاسم سندھ کا علاقہ فتح کرتے ہوئے ملتان تک پہنچا اس نے ملتان کے قلعہ کو فتح کرلیا اور ہندو مہاراجہ فرار ہوکر کشمیر بھاگ گیا کیونکہ شمال مغربی جانب یعنی بنوں، صوابی اور کابل کی طرف تو ہندو شاہی حکومت بدستِ المہلب ختم ہو چکی

---

[1] راجہ داہر پاکستان میں سندھ اور پنجاب کے مختلف حصوں کے آخری ہندو بادشاہوں میں سے تھا۔ راجا داہر آٹھویں صدی عیسوی میں سندھ کے حکمران تھا۔ وہ راجا چچ کے سب سے چھوٹے بیٹے اور برہمن خاندان کے آخری حکمران تھا۔ انسائیکلوپیڈیا سندھیانا کے مطابق مہابھارت سے قبل کئی کشمیری برہمن خاندان سندھ آکر آباد ہوئے، یہ پڑھا لکھا طبقہ تھا، سیاسی اثر و رسوخ حاصل کرنے کے بعد راجہ داہر نے رائے گھرانے کی 184 سالہ حکومت کا خاتمہ کیا اور چچ پہلا برہمن بادشاہ بنا۔ راجہ داہر کی پیدائش 663ء میں سندھ کے شہر اروڑ میں ہوئی، جبکہ وفات 712ء میں نواب شاہ، سندھ میں ہوئی۔

تھی، البتہ اس وقت تک ملتان سے شمال مشرق یعنی کشمیر کی طرف ابھی ہندو راجاؤں کی حکومت باقی تھی۔ لہذا محمد بن قاسم بھی شمال میں آگے نہیں بڑھا۔ کیونکہ وہاں یعنی ملتان کے شمال مغرب میں تو المہلب کے ہاتھوں محمد بن قاسم کی ملتان آمد سے تقریباً 50 سال قبل اسلام کی شمعیں روشن ہو چکی تھیں۔

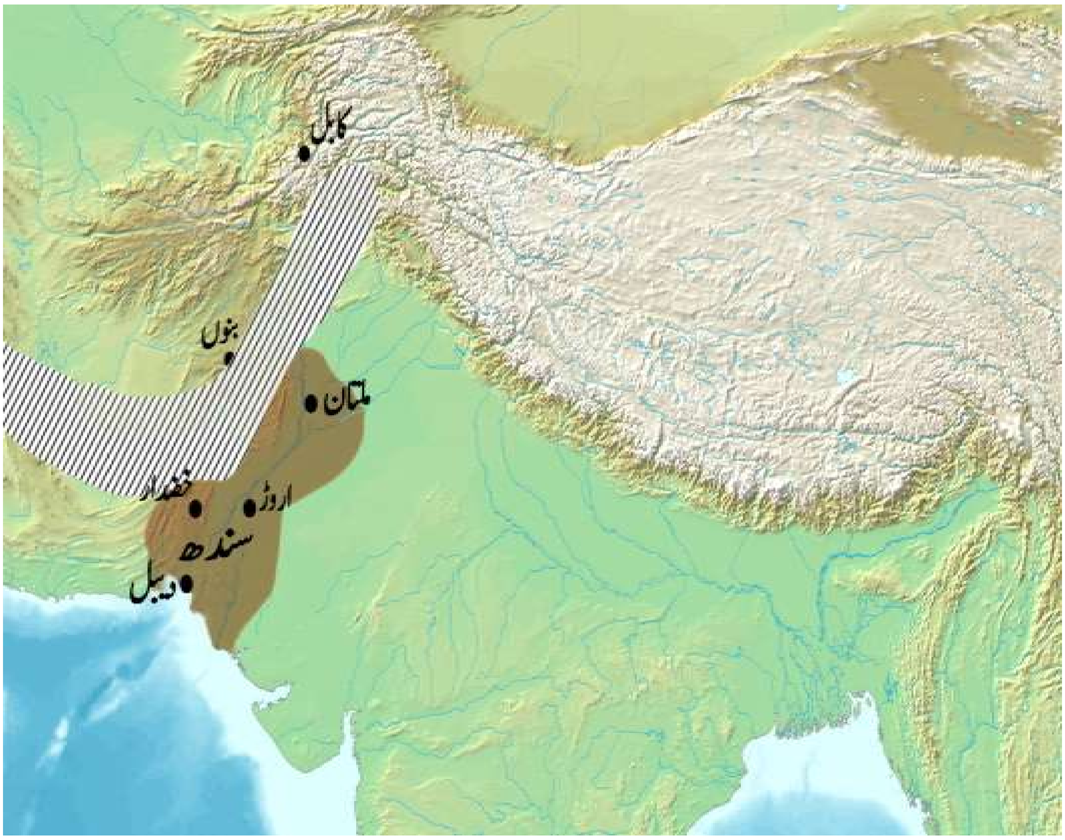

(اس نقشہ میں بھورے رنگ سے راجا داہر کی حکومت جو کہ جنوب میں دیبل کی بندرگاہ سے شروع ہو کر شمال میں ملتان کے شہر تک پھیلی ہوئی تھی کو ظاہر کیا گیا ہے جس کے شمال مغربی اور مغربی علاقہ کو جو المہلب کی خطے میں آمد سے قبل کابل شاہی حکومت کے زیرِ تسلط تھا اور جس کو المہلب نے کابل سے داخل ہو کر فتح کیا تھا۔ اس نقشہ میں کالی سفید لکیروں سے نمایاں کیا گیا ہے)

المہلب کی 664ء میں کابل تا ملتان کی اس پیش قدمی اور فتح کو کچھ مستشرق مؤرخین نے بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ جن میں سب سے نمایاں اینڈرے ونک (André Wink) ہے جس نے اپنی ایک کتاب میں کچھ وضاحت سے لکھا ہے۔[1]

---

[1] Al-Hind, the Making of the Indo-Islamic World, Vol 1, p.212

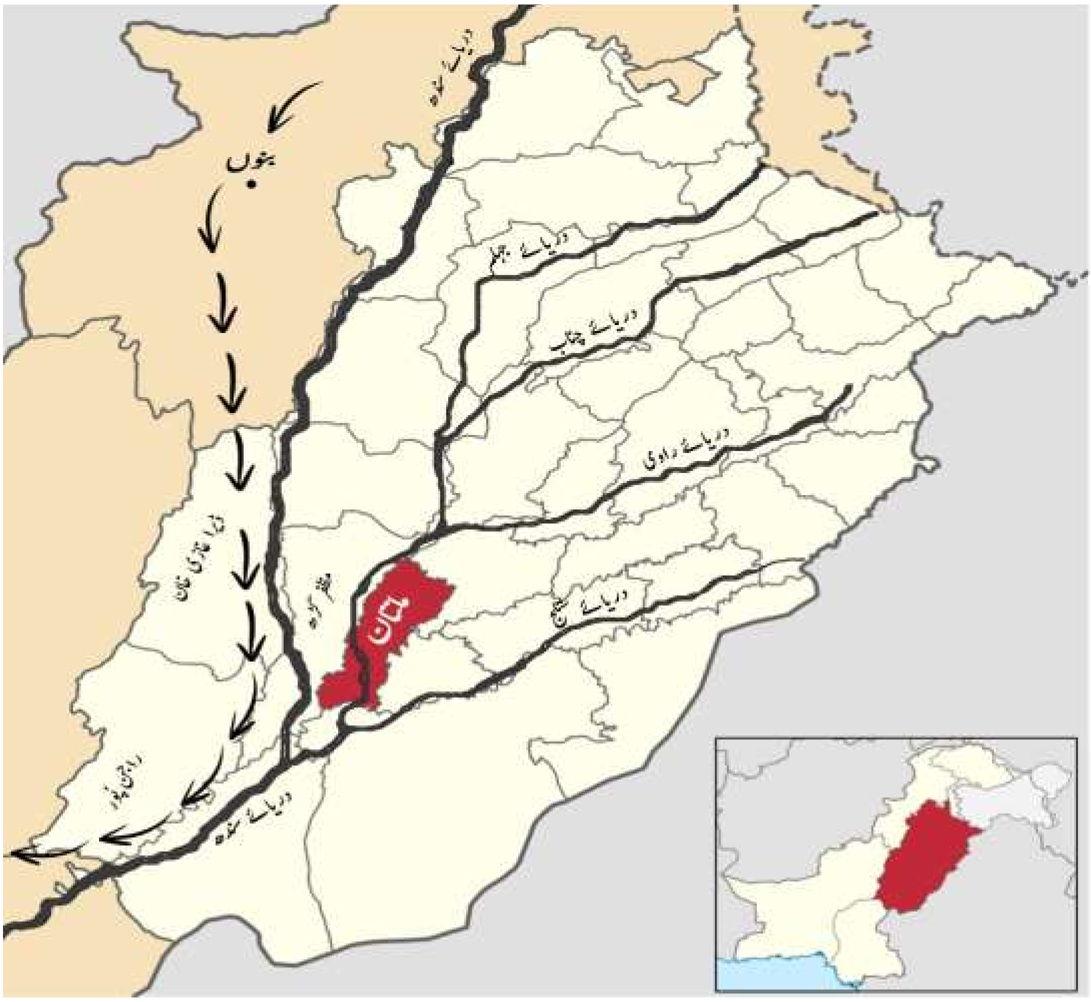
دریائے سندھ
بنوں
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے راوی
ڈیرہ غازی خان
مظفر گڑھ
ملتان
دریائے ستلج
راجن پور
دریائے سندھ

(اس نقشہ سے المہلب کی ملتان کے علاقے تک آمد کا راستہ معلوم ہوتا ہے اور دریائے سندھ کی وجہ سے اس کا ملتان شہر کی طرف نہ جانا اور مزید پیش قدمی کے لیے دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف جانا دکھایا گیا ہے۔ اور جہاں موجودہ صوبہ سندھ کا شہر شکارپور ہے، تقریباً وہاں تک پہنچ کر المہلب قیقان (گنداواہ) جانے کے لیے مغرب کی جانب مڑا اور مغرب کی طرف مڑنا مجموعی طور پر المہلب کی یہ پیش قدمی دکھائی گئی ہے)

المہلب کی اس عسکری مہم کے بیان میں انتہائی قابل ذکر مقام جس کا ذکر ہمیں نظر آتا ہے وہ مقام ملتان ہے۔ ملتان شہر اس وقت خِطہ پاکستان میں نہایت اہمیت رکھتا تھا۔ ملتان کا علاقہ اس وقت کی حکومت سندھ کی شمالی حدود کا تعین کرتا تھا۔ سیاسی، تجارتی، جغرافیائی اور مذہبی حوالہ سے اس کی ایک خاص اہمیت تھی اس شہر کے درمیان میں ایک مضبوط قلعہ تھا جہاں ہندو دھرم کا قدیم معبد بھی تھا اور اس وقت جب المہلب کی فوجیں اس شہر کے مغربی جانب سے یعنی دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ گزر

رہی تھیں یہاں راجہ داہر کا چچازاد بھائی عامل تھا جس کا نام ‘گوڑسنگ’ تھا۔ [1]

ملتان شہر اور المہلب کے درمیان ایک بڑے دریا کی رکاوٹ کی وجہ سے المہلب ملتان شہر پر حملہ کرنے کی بجائے دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر آگے چلتا ہوا جنوب کی طرف گیا۔ پھر موجودہ شکارپور کے علاقے کے قریب پہنچ کر مغرب کی طرف اس وقت کے ایک اہم شہر ‘قندابیل’ جو کہ آج کل ‘گنداواہ’ کے نام سے جانا جاتا ہے کی طرف رُخ کیا۔

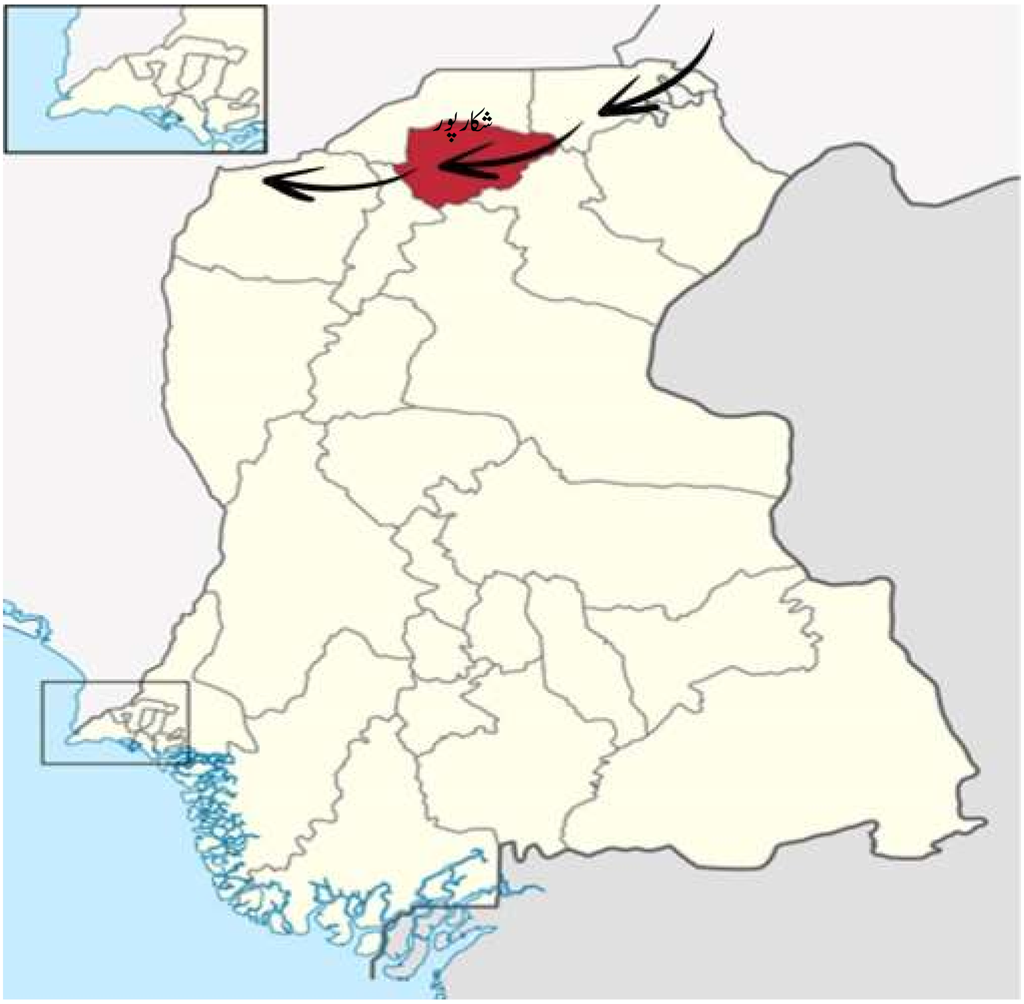

(اس نقشہ میں دکھایا گیا ہے کہ ملتان سے دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے المہلب جنوب کی طرف آیا اور پھر اس نے موجودہ ضلع شکارپور کے علاقہ سے موجودہ بلوچستان کے ضلع جھل مگسی سے گزرتے ہوئے مغرب کی جانب قندابیل (موجودہ ‘گنداواہ’ شہر) کی طرف اپنے لشکر کا رُخ کیا)

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 21

شہر قندابیل کی طرف المہلب جھل مگسی کے ان راستوں سے ہوتا ہوا گذرا جن چٹیل اور ریتلے علاقوں کے دشوار گزار صحرائی راستوں پر آج کل کی مشہور جھل مگسی جیپ ریلی ہوتی ہے۔ آج سے تقریبا 1360 سال قبل انہیں رستوں کے قرب وجوار سے اسلام کے یہ عظیم سالار ابو سعید مہلب بن ابی صفرۃ اپنے گھوڑوں کے لشکر کے ساتھ یہاں سے گذرا تھا یہ علاقہ اس وقت کی سندھ سلطنت میں آتے تھے۔

(جھل مگسی جس کا صدر مقام قندابیل کہلاتا تھا جو کہ آج گنداوہ کہلاتا ہے اس کے ریگستانوں میں جہاں آج مشہورِ عالم جھل مگسی جیپ ریس کی گاڑیاں دھول اڑاتی نظر آتی ہیں، وہاں کل المہلب جیسے سپہ سالارِ اسلام کے لشکر کے گھوڑے دھول اڑایا کرتے تھے۔ یہ ہماری فخریہ اور روایتی تاریخ کا ایک خوبصورت باب ہے جو زمانہ کی ضرورت کے اعتبار سے اس علاقہ کے جوانمرد لوگوں نے اپنے انداز میں زندہ رکھا ہوا ہے)

چچ نامہ کے مطابق سندھ کے ہندو راجہ چچ نے سن 641ء میں مکران، لسبیلہ، خضدار اور قندابیل کو سندھ سلطنت میں شامل کر دیا تھا لیکن 644ء تک اسلام اس شہر تک پہنچ چکا تھا یعنی یہ شہر 44ھ تک راجہ داہر کی عمل داری سے العبدی کے حملے کے سبب ایک مرتبہ نکل چکا تھا۔ یہ شہر آج کل صوبہ بلوچستان میں آتا ہے اور نسبتا چھوٹا اور غیر معروف شہر ہے اس کا نام 'گنداواہ' ہے۔

قندابیل نام کی وجہ تسمیہ

اس شہر کے قدیمی نام قندابیل کو ایک روایت کے مطابق عربوں کی آمد سے اس طرح جوڑا گیا ہے جو کہ انہوں نے یہاں پر ایک ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمہ کو دیا تھا۔ اور اس تپتے ہوئے صحراء میں اس

کا پانی پیا تو انہوں نے کہا: ’هَذَا قَنْدٌ سَبِيْلٌ ‘[1] یعنی ’یہ شکر کی طرح میٹھی سبیل ہے‘۔ وقت کے ساتھ ’قند سبیل‘، ’قند ابیل‘ میں تبدیل ہو گیا۔ اس بات کا کوئی تاریخی ثبوت یا کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیں یہ بات جو مشہور ہے بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم!

(قند ابیل (گنداوہ) کا ایک نخلستان اس ہی جیسے کسی نخلستان یا چشمے سے پانی پی کر کسی صحرانورد نے کہا ہو گا، "ھذا قند سبیل" جو کہ وقت کے ساتھ قند سبیل اور پھر قند ابیل ہو گیا، جو آج کا گنداوہ ہے۔ گویا آبادی کے لحاظ سے ایک چھوٹا شہر ہے لیکن یہ شہر ایک خاص اعتبار سے پاکستان کا خوبصورت ترین شہر ہے جہاں کی مقامی آبادی میں نہ صرف سندھی، بلوچی، پٹھان، بروہی اور جنوبی پنجاب سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں بلکہ کافی بڑی تعداد میں مقامی ہندو آبادی بھی شامل ہے۔ اس دور افتادہ علاقہ میں ہندو آبادی کی موجودگی اس بات کی علامت ہے کہ مسلم فاتحین نے دین اسلام کبھی زبردستی نہیں پھیلایا اگر کسی علاقہ کے لوگوں نے اپنے قدیمی دین پر رہنا چاہا تو وہ اس پر رہتے رہے آج گنداوہ میں ہندو آبادی کا ہونا اس بات کی ایک دلیل ہے)

---

[1] شہر کی وجہ تسمیہ جاننے میں یہ عبارت معاون ثابت ہوئی ہے۔ البتہ اس عربی عبارت ’هَذَا قَنْدٌ سَبِيْلٌ‘ میں لغوی جھول کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا البتہ عام لوگوں کی زبان جو کہ فارسی بھی بولتے ہوں اس طرح سے کسی جگہ کا کوئی نام بن جانا یا پڑ جانا ممکن ہو سکتا ہے۔

البلاذری اور خلیفہ ابن خیاط اور دیگر مؤرخین نے ’قندابیل‘ اور وہاں ملتان کے بعد المہلب کے لشکر کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ انہیں تاریخ کے حوالوں سے اردو دائرہ معارف اسلامی نے مندرجہ ذیل طریقے سے کی ہے:

> ”قندابیل: بُدھا [بُدِھیا، متبادل شکل نُدھا] کے علاقہ کا ایک شہر جو بلوچستان میں ہے اور آج کل کچی یا کچھ گنداواہ سے مطابقت رکھتا ہے؛ ظن غالب یہ ہے کہ یہی وہ شہر ہے جو آج کل ’گنداواہ‘ کہلاتا ہے۔ اور جسے اب کوئی اہمیت حاصل نہیں رہی۔“[1]

یہی تفصیل انہی مراجع کے حوالوں سے Encyclopedia of Islam جلد چہارم میں بھی درج ہے جس سے عصرِ حاضر کے کئی مؤرخین نے بطور حوالہ لیا ہے۔

’قندابیل‘ کو یاقوت الحموی نے اس طرح بیان کیا ہے:

> هي مدينة بالسند وهي قصبة لولاية يقال لها النّدهة كانت فيها وقعة لهلال بن أحوز المازني الشاري على آل المهلب، ومن قصدار إلى قندابيل خمسة فراسخ، ومن قندابيل إلى المنصورة ثماني مراحل، ومن قندابيل إلى الملتان مفاوز نحو عشر مراحل...الخ[2]

> ”قندابیل سندھ کا ایک شہر ہے۔ کہا جاتا ہے یہ النّدھہ نامی ولایت میں ہے اور وہیں ہلال بن احوز المازنی الشاری کی المہلب کے خاندان کے خلاف جنگ ہوئی، اور خضدار سے قندابیل تک پانچ فرسخ ہے، اور قندابیل سے منصورہ تک آٹھ مراحل، جبکہ قندابیل سے ملتان تقریباً دس مراحل طے ہوتے ہیں۔“

یاقوت الحموی کی اس تفصیل سے ’قندابیل‘ کا محلِ وقوع واضح ہو جاتا ہے اور اس بات میں کوئی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ آج کا شہر ’گنداواہ‘ ہی ’قندابیل کہلاتا تھا یہ شہر اس وقت کی سندھ سلطنت کا

---

[1] اردو دائرہ معارف، 16/2، ص411

[2] معجم البلدان، ج4، ص402

ایک شمال مغربی سرحدی شہر تھا جو یہاں المہلب کی آمد سے قبل ایک مختصر سے عرصہ کے لیے اسلامی حکومت میں شامل ہو چکا تھا جس واقعہ کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

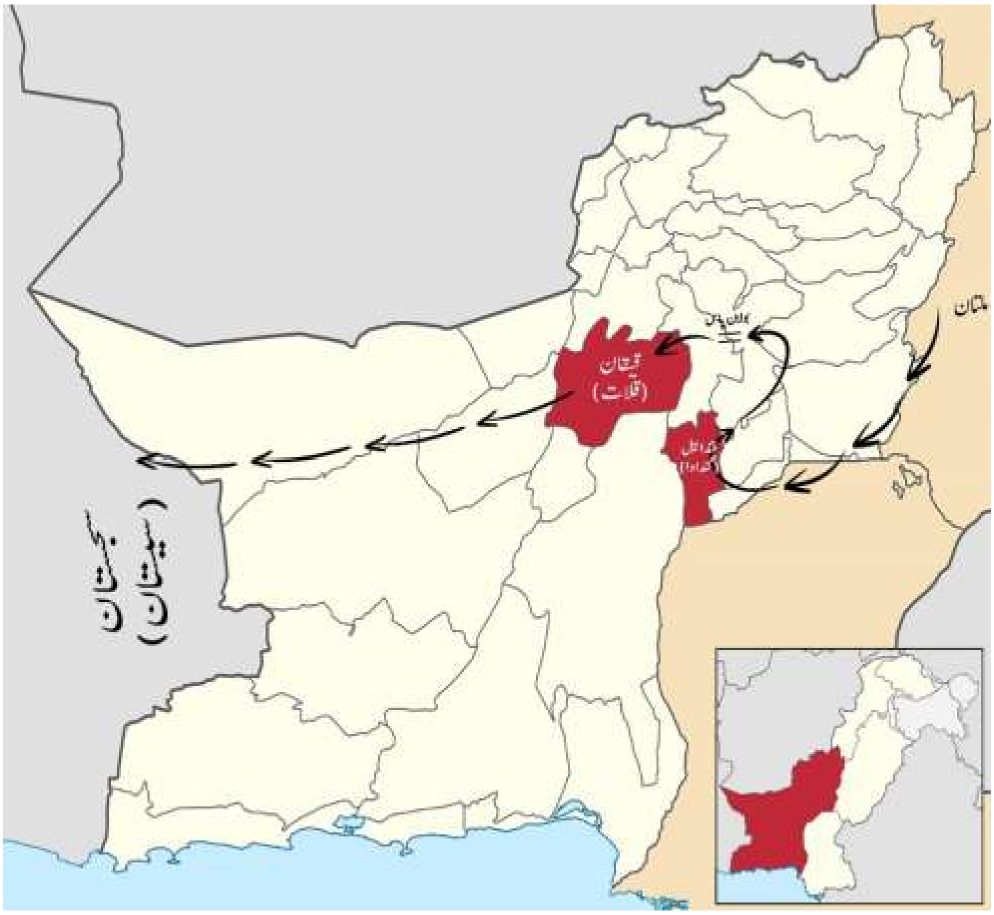

(آئندہ صفحہ پر ایک نقشہ پیش کیا جا رہا ہے جس میں ملتان کا وہ علاقہ دکھایا جا رہا ہے جو دریائے سندھ کے مغرب میں تھا اس کو فتح کر کے المہلب دریا کے ساتھ ساتھ جنوب کی جانب چلتا ہوا قندابیل پہنچا، جو کہ آج کل 'گنڈاوا' کہلاتا ہے۔ اس کے بعد اس نے درۂ بولان سے گزر کر قیقان یعنی قلات کا رخ کیا، جہاں اس کا مقابلہ 18 ترک گھڑ سواروں سے ہوا۔ المہلب کو فتح ہوئی۔ اس کے بعد یہاں سے وہ واپس سجستان روانہ ہو گیا)

ابھی المہلب قندابیل سے ہو کر براستہ درۂ بولان سجستان کی طرف جا ہی رہے تھے کہ قیقان — جو کہ آج کل 'قلات' کے نام سے جانا جاتا ہے — کے مقام پر اس کو مزاحمت کا سامنا ہوا جو کہ بہت تھوڑے سے ترک گھڑ سواروں کی طرف سے تھا۔ تعداد میں کل اٹھارہ (18) تھے لیکن تاریخی حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی سخت جان، دلیر اور ماہر گھڑ سوار تھے۔ اس دور کے اکثر مؤرخین

البلاذری، ابن کثیر اور طبری نے اس جھڑپ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

ابن اثیر کے مطابق:

وَلَقِيَ الْمُهَلَّبَ بِبِلَادِ الْقِيقَانِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَارِسًا مِنَ التُّرْكِ فَقَاتَلُوهُ فَقُتِلُوا جَمِيعًا، فَقَالَ الْمُهَلَّبُ: مَا جُعِلَ هَؤُلَاءِ الْأَعَاجِمُ أَوْلَى بِالتَّشْمِيرِ مِنَّا! فَحَذَفَ الْخَيْلَ، وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ حَذَفَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ...[1]

”بلادِ قیقان میں المہلب کو اٹھارہ (18) ترک شہ سواروں سے سابقہ پڑا۔ ان سے جو معرکہ ہوا اس میں وہ سب کے سب مارے گئے۔ المہلب نے کہا کہ ان عجمیوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ہم عربوں کو چست و چالاک بنا دینے کے لیے بہترین نسخہ ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے گھوڑوں کی دُمیں کاٹ دیں۔ مسلمانوں میں یہ پہلا شخص ہے جس نے گھوڑوں کی دُمیں کاٹیں۔“[2]

(قیقان میں جب المہلب کا مقابلہ ترک گھڑ سواروں سے ہوا تو اس نے دیکھا کہ ان کے گھوڑوں کی دمیں اور عیالیں کٹی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے وہ زیادہ چست اور پھرتیلے بنے ہوئے ہیں۔ گو المہلب نے ترکوں پر فتح تو حاصل کی لیکن اس معارکہ سے یہ سبق سیکھا کہ اس نے اپنے جنگی گھوڑوں کی دمیں کاٹنا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ عربوں میں یہ پہلا شخص تھا جس نے گھوڑوں کی دمیں کاٹیں)

---

[1] الکامل في التاریخ، عز الدین ابن الأثیر، ج 3، ص 42

[2] الکامل فی التاریخ، ابن اثیر ج 3 ص 57۔

اسی واقعہ کو البلاذری نے اس طرح لکھا ہے:

ولقي المهلب ببلاد القيقان ثمانية عشر فارسا منَ الترك عَلَى خيل محذوفة فقاتلوه فقتلوا جميعا، فقال المهلب: ما جعل هؤلاء الأعاجم أولى بالتمشير منا فحذف الخيل فكان أول من حذفها منَ المسلمين-

"القیقان میں اٹھارہ (18) ترک سوار ملے دُم بریدہ گھوڑوں پر سوار تھے، دلیری سے لڑے۔ المہلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا؛ کس چیز نے ان عجمیوں کو ہم سے زیادہ پھرتیلا بنادیا ہے؟ پھر انہوں نے اپنے گھوڑے کی دُم کاٹ دی۔ وہ مسلمانوں میں پہلا شخص ہے جس نے گھوڑے کی دُم کاٹی۔

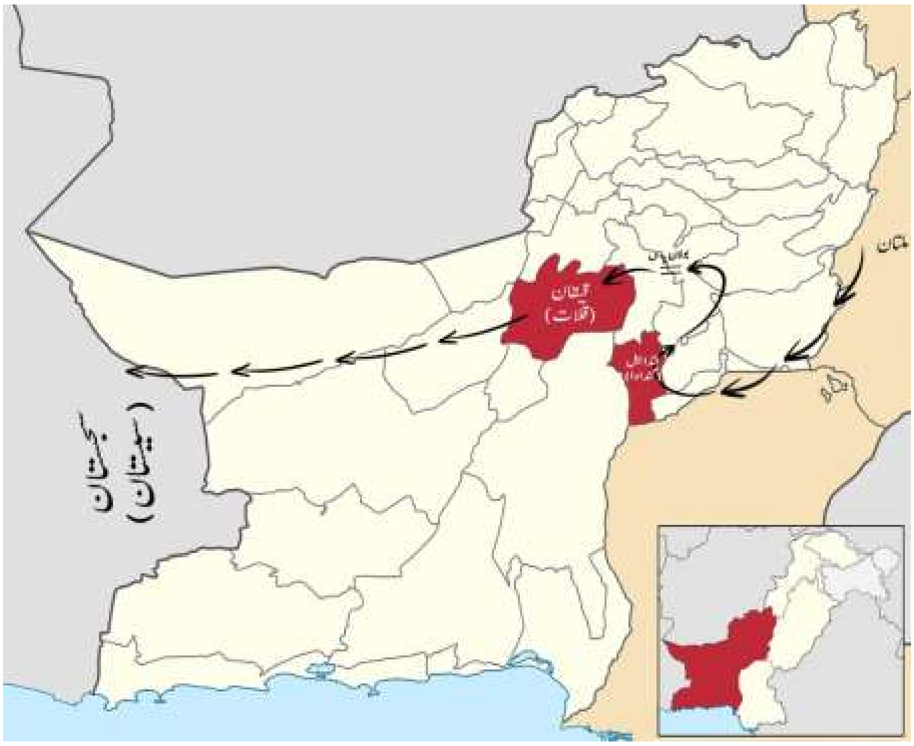

(قیقان (قلات) میں ترک گھڑ سواروں سے معارکہ کے بعد المہلب 44ھ میں واپس سجستان (سیستان) لوٹا)

قیقان کے بعد المہلب نے اپنے لشکر کا رُخ واپس سجستان کی طرف کیا جو کہ کئی سال قبل اسلامی حکومت میں شامل ہو چکا تھا یہ وہ ہی مقام ہے جہاں سے 44ھ میں عبد الرحمن بن سمرہ کی قیادت میں

ایک مہم شروع ہوئی اور جس میں فتح کابل کے بعد المہلب نے عبد الرحمن بن سمرہ کی اجازت سے مذکورہ بالا عسکری مہم کو تقریباً عرصہ ایک سال قبل شروع کیا تھا اور اب فتح اور نصرت سے کامران ہو کر اس مہم کو مکمل کر کے واپس سجستان لوٹ رہا تھا۔ سجستان کو یاقوت الحموی نے اس طرح بیان کیا ہے:

> السجستان بكسر أوّله وثانيه، وسين أخرى مهملة، وتاء مثناة من فوق، وآخره نون: وهي ناحية كبيرة وولاية واسعة، ذهب بعضهم إلى أن سجستان اسم للناحية وأن اسم مدينتها زرنج، وبينها وبين هراة عشرة أيّام ثمانون فرسخا، وهي جنوبي هراة، وأرضها كلّها رملة سبخة، والرياح فيها لا تسكن أبدا ولا تزال شديدة تدير رحيّهم، وطحنهم كلّه على تلك الرحى.[1]
>
> ”یہ ایک بڑا ضلع اور وسیع ریاست ہے ان میں سے بعض نے کہا کہ سجستان اس ضلع کا نام ہے جس کے شہر کا نام زرنج ہے اور اس کے اور ہرات کے درمیان دس دن اور اسّی فرسخ کا فاصلہ ہے اور یہ ہرات کے جنوب میں ہے۔ اور اس کی پوری زمین دلدلی ریت ہے۔ اس میں ہوائیں کبھی نہیں رکتی ہیں اور اب بھی مضبوط ہیں، ان کی چکیوں کو چلاتی ہیں، اور ان کی ساری (اناج کی) پسائی اسی پر ہوتی ہے۔“

سجستان کو آج کل ’سیستان‘ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ خطہ ہے جس میں افغانستان کا مغربی حصہ اور ایران کا کچھ حصہ شامل ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ ایک بڑی اور اہم ریاست تھی۔ اس کے شہروں میں ’بست‘، ’کرکویہ‘ اور ’زرنج‘ ہیں۔

بہت سے علماء کرام اس علاقہ یعنی سجستان سے منسوب ہیں۔ ائمہ حدیث میں سے امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسماعیل الازدی السجستانی بھی اسی علاقے سے تھے۔ قرونِ وسطی میں اس کا دارالحکومت زرنج شہر تھا اسے تیمور لنگ نے تباہ کر دیا تھا اور اس کے کھنڈرات اب بھی باقی ہیں۔

---

[1] معجم البلدان، للحموي، ج3، ص190

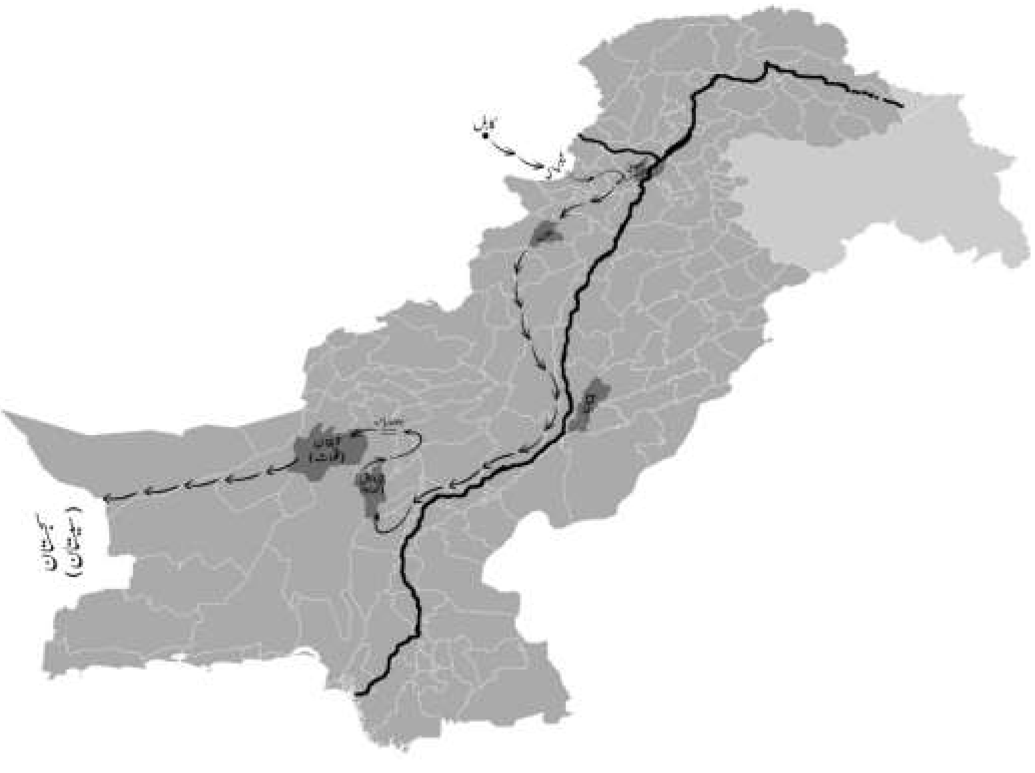

(اس نقشہ میں المہلب کی تقریباً ایک سال کی طویل مہم جس میں خطہ پاکستان کی طرف آمد اور اس کا راستہ بتایا گیا ہے۔ المہلب کابل سے بذریعہ درۂ خیبر پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ کے علاقہ میں داخل ہوا۔ وہاں سے مشرق کی سمت صوابی تک گیا۔ پھر جنوب میں بنوں، وہاں سے صوبہ پنجاب میں ملتان کے علاقہ تک گیا۔ اس کے بعد دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر چلتا ہوا شہر قندابیل (گنڈاوا) کی طرف مُڑا۔ اور وہاں سے درۂ بولاں کے ذریعے قیقان (قلات) سے ہوتا ہوا واپس سجستان گیا۔ المہلب کی یہ مہم دیبل پر محمد بن قاسم کی آمد جو 711ء میں ہوئی، سے تقریباً پچاس سال قبل ہوئی۔ یوں المہلب بن ابی صفرۃ وہ پہلا اور واحد مسلم فاتح اور سپہ سالار ہے، جس نے خطۂ پاکستان کے چاروں صوبوں میں سے پہلے خیبر پختون خواہ، پھر پنجاب، اس کے بعد سندھ اور آخر میں بلوچستان میں اسلام پہلے پہل 664ء بمطابق 44ھ میں پھیلایا۔]

المہلب کی اس ایک سال کی مہم کو البلاذری نے جس طرح بیاں کیا ہے، گویا اس نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ان چند ستور میں البلاذری نے ہمیں مندرجہ ذیل اہم نکات بتائے ہیں:

﴿۱﴾ــــ المہلب کی عسکری مہم کا راستہ اور اس کی اہم منزلیں، نیز ان کی مہمات کہاں کہاں رکیں، اور کہاں کہاں مُڑی۔

﴿۲﴾ــــ المہلب کی یہ مہم جارحانہ تھی جس کی آگاہی ہم کو المہلب کی فوج کا بنوں (بنّہ) کے مقام پر شب خون مارنے سے ملتا جلتا ہے۔ المہلب ایک دلیر اور قابل جرنیل تھا۔

﴿۳﴾ــــ المہلب کی فوج میں اس کے اپنے قبیلہ ازد کے لوگ تھے جو المہلب کے ساتھ اس کی قیادت میں تمام مہمات میں بلاخوف دلیرانہ طور پر حصہ لینے اور کامیابیوں کا سبب بنتے تھے۔

﴿۴﴾ــــ المہلب ایک دلیر جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خوش بیں شخص بھی تھا۔ جس طرح اس نے قیقان (قلات) کے مقام پر ترک گھڑ سواروں سے سخت مزاحمت ملنے پر اپنے لیے ایک مثبت نتیجہ نکالا۔ یعنی اس کا مشاہدہ کیا کہ یہ ترک لوگ بہترین گھڑ سوار ہونے کے باوجود گھوڑوں کی خوبصورتی پر اپنا وقت اور توجہ ضائع کرنے کے قائل نہیں تھے۔ جو کہ اس کے برعکس المہلب کو عربوں میں نظر آئی۔ عربی اَدب خصوصاً شاعری گھوڑوں کے اوصاف بیان کرنے سے بھری پڑی ہے جیسا کہ گھوڑوں کے دُموں کی شان اور ان کے عیال کی خوبصورتی وغیرہ۔ جب المہلب نے دیکھا کہ ان ترکوں نے اپنے گھوڑوں کی دُمیں اور عیال کاٹی ہوئی ہیں تو المہلب نے اس سے ایک یہ نتیجہ بھی اخذ کیا کہ یہ (ترک) لوگ گھوڑوں کو صرف اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں اور 'فضول کاموں' پر وقت ضائع نہیں کرتے۔ لہذا اس نے اپنی فوج کو بھی ایسا کرنے کا حکم جاری کیا۔ اس اقدام سے المہلب کی شخصیت کا ایک اور اہم پہلو بھی ہمارے سامنے آتا ہے کہ اتنی کامیابی اور اتنا مرتبہ پانے کے بعد بھی ہر نئی اور مثبت بات کو اپنانے کے قائل تھے۔ اور یہی ایک بڑے آدمی کی کامیاب زندگی کا ایک نہایت اہم پہلو ہوتا ہے۔

مستشرقین کی معتبر کتب میں المہلب کی پیش قدمی کا اخفاء اور علمی خیانت

اس حوالہ سے یہاں ہم تاریخ اسلام کے طالب علموں کے لیے ایک اہم نکتہ بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ مستشرقین کس طرح اسلام کی تاریخ لکھتے ہوئے کچھ اہم باتوں کے اخفاء یا علمی خیانت سے کام لیتے ہیں۔ کس طرح کچھ کمزور باتوں کو فروغ اور تقویت دیتے ہیں۔ انٹرنیٹ اور آئی ٹی کے استعمال میں تیزی سے بڑھتے ہوئے اس دور میں مستشرقین کے اس طریقہ کار کو بخوبی جاننے کی ضرورت ہمارے لیے مزید بڑھتی جا رہی ہے۔

اولاً: Islamic Encyclopedia جلد 12 میں المہلب سے متعلق ایک 'جامع' مضمون موجود ہے۔ اس مضمون میں تمام اسلامی مراجع سے مدد لی گئی ہے۔ ان مراجع میں تاریخ ابن خلکان، تاریخ طبری، تاریخ یعقوبی، فتوح البلدان، تاریخ مسعودی وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ ان مراجع سے منسوب حوالہ جات کی موجودگی سے پڑھنے والے پر یہ تاثر بڑھتا ہے کہ یہ نہایت مستند مضمون ہے اور اس میں المہلب سے متعلق ہر اہم بات موجود ہے۔ خصوصاً یہاں تک کہ جب یہ پڑھا جاتا ہے کے المہلب وہ پہلا شخص تھا جس نے لکڑی کی رکاب کے بجائے لوہے کی رکاب کو متعارف کرایا تھا کا واقعہ بحوالہ البلاذری اس مضمون میں موجود ہے تو پڑھنے والے کا اعتقاد المہلب کے متعلق اس مضمون کی جامعیت پر مزید پختہ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ مضمون پڑھ کر اور اس میں 664ء میں المہلب کی کابل کی مہم اور اس سے آگے بنّہ، لاہور کو فتح کرتے ہوئے ملتان تک کے علاقہ کو تاراج کرنے کا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ یہ واقعہ ابن اثیر نے الکامل فی التاریخ میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔ کیا یہ اتفاق ہے یا علمی خیانت ہے؟ یا پھر دانستہ کتمان حق ہے؟! اس سوال کا جواب ہم قارئین کے لیے چھوڑتے ہیں۔

(عرب میں یہ دستور تھا کہ گھوڑے پر زین کی رکاب یا تو چمڑے کی ہوتی تھی یا لکڑی کی، لیکن جب المہلب نے ایک مہم کے درمیان یہ دیکھا کہ دشمن کے گھڑ سواروں کی رکابیں لوہے کی تھیں، تو المہلب نے بھی اپنے گھڑ سواروں کی رکابیں لوہے کی بنانا شروع کر دیں۔ جس کے جنگ میں فوائد واضح تھے)

ثانیاً: المہلب جو کہ خالص عربی النسل ازدی قبیلہ کے فرد تھے، جن کا ذکر مختلف کتب بشمول طبقات ابن سعد میں موجود ہے اور ہم بھی اس کو نقل کر چکے ہیں، جس کے برعکس Leiden کی مطبوعہ "Encyclopaedia of Islam" میں ایک متعصبانہ رائے کا ذکر ملتا ہے کہ المہلب عربی نہیں بلکہ فارسی النسل تھا۔ حالانکہ اس بات کی وضاحت کتب تاریخ اور تاریخ انساب میں مفصل انداز میں درج ہے۔ اس کے باوجود المہلب سے متعلق مذکورہ مضمون کی ابتدا میں ہی ابو عبیدۃ کے حوالے کا سہارا لیتے ہوئے المہلب کو فارسی النسل بتلایا گیا ہے۔ یہ اس امر کی بہت واضح مثال ہے کہ مستشرقین کی قلعی کھل جاتی ہے جن کے بارے میں غلط طور پر ان کے علمی رُعب میں آکر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلام کے بارے میں بہت محنت سے کتابیں لکھیں ہیں۔ یہ ایک لحاظ سے علمی سرقہ وخیانت نیز فکری بددیانتی کی واضح اور بیّن مثال ہے۔

ہماری قوم ونسل میں بدقسمتی سے کتاب بینی کا رجحان پہلے ہی خطرناک حد تک کم ہے جو بتدریج کم تر ہوتا جارہا ہے۔ جبکہ دوسری طرف انٹرنیٹ پر انحصار میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔ مطالعہ و تحقیق کا رجحان کم ہونے کے باعث ایسے نظریات کو دِن بدن تقویت اور مقبولیت مل رہی ہے جس کی وجہ سے حقائق درست طور پر سامنے نہیں آتے۔ یہ درپیش صورت حال اسلامی علوم سے وابستہ ہر فرد بشمول محققین، علماء، اساتذہ اور طلبہ سبھی کے لیے نہایت توجہ طلب ہے۔

انٹرنیٹ کا استعمال جس قدر بڑھتا جارہا ہے، معاشرتی علوم میں بالخصوص کتمان[1] اور تدلیس[2] کو جاننا پہچانا اتنا ہی دشوار اور مشکل بھی ہوتا جارہا ہے۔ جو وقت کے ساتھ شدید تر ہوتا جائے گا۔ بہر حال یہ تو

---

[1] کِتُمَانُ مراد کسی شے کو چھپانا اور اسے بیان کرنے سے خاموشی اختیار کرنا ہے۔

[2] التَّدُلِیسُ: تدلیس کے لغوی معنی ہیں مخفی رکھنا اور چھپانا۔ اصطلاح میں اس لفظ کے کچھ دوسرے معانی اس طرح ہیں: دھوکہ دینا، فریب کرنا، خیانت کرنا اور کم کرنا۔ تاریخِ اسلام سے متعلق کسی موضوع پر شایع کیے ہوئے مضمون پر کسی غیر مصدقہ رائے یا غیر معروف رائے کو خصوصی اہمیت دے کر اس موضوع سے متعلق کلیدی رائے بنا کر پیش کرنا جس سے موضوع کی اصل تبدیل ہاجائے یا مختلف فیہ ہو جائے۔ اس عمل کو 'تدلیس معلومات' کہا جاسکتا ہے جو کہ علمی بددیانتی ہے۔

سنجیدہ قارئین کے لیے ایک ضمنی بات ہے۔ فی الحال یہ ہمارا اصل موضوع نہیں ہے۔ چونکہ ہمیں اس کا اظہار یہاں مناسب لگا اس لیے عملی اور حقیقی مثال کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ!!

* * *

باب چہارم: المہلب کا اصولی مؤقف اور فتنہ خوارج

باب چہارم:
الملہب کا اصولی مؤقف اور فتنہ خوارج

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا وفادار سپاہی

الملہب بن ابی صفرۃ نے اپنی جوانی میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا اور وہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور سے ہی فارس کی جانب اور فارس سے آگے مشرق اور اس کے شمال کے علاقوں میں ہونے والی مہمات میں شامل ہوتا رہا جن میں سے بعض کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ان مہمات میں سب سے اہم مہم تو اس کی وہ تھی جو اس نے کابل سے آگے بڑھ کر خطۂ پاکستان کی طرف کی اور جو کہ نہ صرف کتاب ہذا کے باب سوم کا موضوع ہے بلکہ اس کتاب کی تحریر کی ایک لحاظ میں بنیادی وجہ بھی یہی ہے۔ یہ مہم حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں شروع اور مکمل ہوئی۔ امیر معاویہؓ کے دور سے قبل الملہب حضرت علیؓ کا وفادار سپاہی رہا۔ نہ صرف یہ کہ ہر جنگ میں یہ حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتا رہا بلکہ حضرت علیؓ کے دور میں جنم لینے والے ایک خطرناک فتنہ — جو کہ تاریخ میں ’فتنہ خارجیہ‘ کے نام سے جانا جاتا ہے — کی بھی عملی طور پر بھرپور مخالفت کرتا رہا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد الملہب حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں مختلف علاقوں میں بطور وفادار سپاہی ذمہ داریاں بھی بخوبی سرانجام دیتا رہا۔

حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ کی بیعت

الملہب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے انتقال کے وقت ثمرقند کے خلاف خراسان کے گورنر کے حکم پر مہم جوئی کر رہے تھے۔ اس وقت خراسان کی گورنری پر مسلم بن زیاد مامور تھا۔ اس نے حضرت امیر معاویہ کے انتقال کی خبر سنتے ہی اس وقت تک جب تک اگلے خلیفہ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا اپنے لیے

بیعت لی لیکن چند دن بعد ہی خراسان کے لوگوں نے وہ بیعت توڑ دی۔ لہٰذا مسلم بن زیاد المہلب بن ابی صفرۃ کو خراسان میں اپنا نائب مقرر کر کے خود شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جب یزید کی بیعت لی جانے لگی تو المہلب اس سے دُور رہا اور بنو امیہ کی حکومت کا حصہ نہیں بنا۔ پھر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ —نواسۂ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ— نے بنو امیہ کے خلاف سرزمین حجاز سے خلافت کا اعلان کیا تو المہلب بن ابی صفرۃ رضی اللہ عنہ نے اصولی مؤقف اپناتے ہوئے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان کی فوج میں شمولیت اختیار کی۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ان کا وفادار رہا۔ انہی کی طرف سے لڑتا رہا۔ ان کے ہر مخالف کی مخالفت کرتا رہا، جن میں بنو امیہ کے ساتھ ساتھ اس وقت کا فسادی فرقہ ’خارجیہ‘ بھی سرفہرست ہے۔ المہلب ان خوارج سے بھی لڑتا رہا۔

خارجی فتنہ

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تاریخ اسلام کا انتہائی پُر فتن اور پُر خطر دور تھا۔ خوارج جو کہ ابتداءً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھی مخالف رہے۔ اُن کے انتقال کے بعد جب حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بیعت لینا شروع کی تو اوّلاً تو وہ ان کے حامی رہے، ان کی مدد بھی کی، ان کی صفوں میں شامل ہو کر ان کی طرف سے لڑنے کا عزم بھی کیا، لیکن جب معلوم ہوا کہ عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے برأت کرنے کو تیار نہیں ہیں، تو نہ صرف ان کا ساتھ چھوڑا بلکہ ان کے مخالف بھی ہو گئے۔ خوارج کیونکہ اپنے علاوہ سب کو غلط بلکہ کافر گردانتے تھے، لہٰذا اس بات کے قائل تھے کہ جو ان حضرات کو کافر نہ مانے جن کو خوارج غلطی پر سمجھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ نتیجتاً خوارج اس شخص سے بھی دوری اختیار کر لیتے تھے۔ یہ تکفیری سوچ امت کے لیے ہمیشہ سے زہر قاتل رہی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانۂ ’خلافت‘ 64ھ سے شروع ہو کر 73ھ تک کا ہے۔ یزید بن

معاویہ کے مرتے ہی بلا جد وجہد اہل حجاز، یمن، عراق اور خراسان نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کرلی نتیجتاً عملی طور پر دمشق کے ارد گرد شام کا کچھ علاقہ اور مصر کا علاقہ بنوامیہ کے ہی زیر تسلط رہا۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے 64ھ میں اعلانِ خلافت کے بعد ان کی وفات تک بنوامیہ کے تین خلفاء گزرے جن میں معاویہ ابن یزید اور مروان اول کا مکمل دور جب کہ عبد الملک بن مروان کی خلافت کے چند سال شامل ہیں۔

معاویہ ثانی یعنی معاویہ بن یزید نے ایک سال سے کم حکومت کی۔ اس کا انتقال 64ھ میں ہی ہو گیا۔ یزید نے اپنے بیٹے معاویہ بن یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا جو کہ یزید کی موت کے بعد برسرِ اقتدار آیا لیکن اپنی موت تک بیمار ہی رہا۔ اس کی حکومت چند ماہ رہی۔ ابن خیاط کے مطابق صرف ڈیڑھ ماہ ہی رہی۔ اس کے مطابق معاویہ بن یزید نے اپنے والد یزید بن معاویہ کے چالیس روز بعد وفات پائی۔[1] مروان نے بھی بہت مختصر حکومت کی اور 65ھ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد عبد الملک بن مروان نے طویل عرصہ، تقریباً دس سال تک حکومت کی۔

مختار بن ابو عبیدۃ کا ظہور

61ھ میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں ایک نیا ولولہ اٹھا اور وہ کوفہ میں سلمان بن صرو خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے۔ کافی بحث و تکرار کے بعد انہوں نے بغرض طلبِ معاوضۂ خونِ حسین رضی اللہ عنہ سلیمان صرو خزاعی کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ سلیمان صرو خزاعی نے اس بیعت کے بعد رؤسائے عرب سے خفیہ طور پر خط و کتابت شروع کی اور ان میں سے کچھ کو خونِ حسینؓ کا معاوضہ لینے پر راضی کرلیا۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بھی بڑھتی گئی اور ان کے مطالبے میں بھی شدت آتی گئی۔ یہاں تک کہ 64ھ میں جب یزید بن معاویہ مر گیا تو صرو خزاعی کے متبعین نے اس سے خروج کرنے کو کہا، لیکن اس نے کچھ توقف کرنے کو کہا۔ اس کے بعد اس کے متبعین نے کوفہ کے رؤوساء سے

---

[1] تاریخ ابن خیاط، ص189

رابطہ کیا۔ نتیجتاً کوفہ کے لوگوں نے کوفہ کے گورنر کو کوفے سے نکال باہر کیا اور ان لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اِسی دوران یزید کی موت کے چند ماہ بعد مختار بن ابو عبیدۃ کوفہ میں وارد ہوا اور معاوضۂ خونِ حسین کا مطالبہ پُر زور طریقے سے کرنے لگا رفتہ رفتہ اس مطالبے کو تیزی مل گئی۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر یزید نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دنیاوی لالچ دے کر خاموش رکھنے کی کوشش کی۔ اس صورت حال کو خلیفہ ابن خیاط نے اس طرح نقل کیا ہے:

> لما بلغ يَزِيد بْن مُعَاوِيَة أَن أهل مَكَّة أَرَادوا ابْن الزبير عَلَى الْبيعَة فَأبى أرسل النُّعْمَان بْن بشير الْأَنْصَارِيّ وَهَمَّام ابْن قبيصَة النميري إِلَى ابْن الزبير يدعوانه إِلَى الْبيعَة ليزِيد عَلَى أَن يَجْعَل لَهُ ولَايَة الْحجاز وَمَا شَاءَ وَمَا أحب لأهل بَيته من الْولَايَة فَقدما عَلَى ابْن الزبير فعرضا عَلَيْهِ مَا أَمرهمَا بِهِ يَزِيد فَقَالَ ابْن الزبير أتأمراني ببيعة رجل يشرب الْخمر ويدع الصَّلَاة وَيتبع الصَّيْد فَقَالَ همام أَنْت أولى بِمَا قلت مِنْهُ فلكمه رجل من قُرَيْش فَرَجَعَا إِلَى يَزِيد فَغَضب فَحلف لَا يقبل بيعَته إِلَّا وَفِي يَده جَامِعَة.[1]

"جب یزید نے یہ سنا کہ اہلِ مکہ بھی عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت پر ابھار رہے ہیں اور عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے سے انکار کر رہے ہیں تو اس سے پہلے حضرت نعمان بن بشیر انصاری اور ہمام بن قبیصہ نمیری کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں حجاز کی گورنری اور جس عہدے پر اپنے اہلِ خانہ کو لگانا چاہیں اس کے عوض یزید کی بیعت پر آمادہ کریں۔ یہ دونوں عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کو یزید کی پیشکش سے مطلع کیا۔ جس کے جواب میں حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے ایسے شخص کی بیعت کا کہتے ہو جو شراب پیتا ہے اور نماز ترک کرتا ہے؟ یہ جواب سن کر ہمام نے کچھ تکرار چاہی لیکن قریش کے ایک آدمی اسے

---

[1] تاریخ خلیفة بن خیاط، أبو عمرو خليفة بن خياط بن خليفة الشيباني العصفري البصري، ت د. أكرم ضياء العمري، دار القلم بدمشق ومؤسسة الرسالة في بيروت، ط2، 1397ھ، ص252

> مُکّا دے مارا۔ نتیجتاً یہ دونوں قاصد یزید کے پاس واپس لوٹے جو یہ واقعہ سن کر غضب ناک ہوا اور قسم کھائی کہ اس وقت تک ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت قبول نہیں کرے گا جب تک اس کے ہاتھ زنجیر میں نہ جکڑے ہوں۔"[1]

یوں یزید اپنی ناکامی پر حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ کا شدید مخالف اور خون کا پیاسا ہو گیا۔

عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت سے انکار

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد اسلامی سلطنت کے اکثریتی علاقوں میں — جن میں حجاز عراق فارس اور خراساں وغیرہ سب شامل تھے — حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ — نواسۂ صدیق اکبر رضی اللہ عنہما — کی مقبولیت بڑھتی چلی گئی اور عــامـۃ الناس حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت لینے پر مائل نظر آنے لگے۔ لہذا اولاً یزید بن معاویہ نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو سیاسی لالچ کے ذریعہ خاموش رکھنے کی کوشش کی۔ جب وہ اس میں ناکام ہو گیا تو یزید بن معاویہ نے زبردستی ان کی بیعت لینا چاہی اور کچھ لوگوں کو اس کام پر مامور کیا۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ان دنوں مکہ میں مقیم تھے لہذا یزید نے مکہ کے گورنر کو یہ کام سونپا۔ اس بات کو بھی خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تاریخ میں واضح طور پر اس طرح بیان کیا ہے:

> بعث يَزِيد ابْن عضاه الْأَشْعَرِيّ إِلَى ابْن الزبير يَدعُوهُ لبيعته وَمَعَهُ جَامِعَة من فضَّة وبرنس خَز فَقدم عَلَى ابْن الزبير وَهُوَ جَالس بِالْأَبْطح وَمَعَهُ أَيُّوب بْن عَبْد اللَّهِ بْن زُهَيْر بْن أَبِي أُمَيَّة المَخْزُومِي وعَلى مَكَّة يَوْمئِذٍ الْحَارِث بْن خَالِد بْن الْعَاصِ بْن هِشَام بْن الْمُغيرَة فَكَلمهُ ابْن عضاه وَابْن الزبير ينكت فِي الأَرْض فَقَالَ لَهُ أَيُّوب يَا أَبَا بَكر أَلا أَرَاك غَرضا للْقَوْم فَرفع ابْن الزبير رَأسه فَقَالَ قُلْتُمْ حلف أَلا يقبل بيعتي حَتَّى يُؤْتى بِي فِي جَامِعَة لَا أبر اللَّه قسمه وتمثل ابْن الزبير:
>
> وَلَا أَلين لغير الْحق أسأله

---

[1] تاریخ ابن خیاط، ص186

حَتَّى يلـــــين لضـــــرس الماضـغ الْحجـــــر
ثمَّ قَالَ وَاللہ لَا أبايع يَزِيد وَلَا أَدخل لَهُ فِي طَاعَة.[1]

”یزید نے ابن عضاہ الاشعری کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت لینے کو بھیجا۔ اس کے ساتھ چاندی کی ایک زنجیر اور لمبی ریشمی ٹوپی تھی۔ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو اس وقت ایوب بن عبداللہ بن زہیر بن ابی امیہ مخزومی کے ساتھ ابطح میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حارث بن خالد بن العاص بن ہشام بن مغیرہ گورنر مکہ تھا۔ ابن عضاہ نے اسے مخاطب کیا۔ جب کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سر جھکائے فکر میں مستغرق تھے۔ ایوب نے اسے کہا: ابو بکر! میں آپ کو قوم کے نشانے پر دیکھتا ہوں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے سر اٹھایا اور کہا: تم کہتے ہو کہ یزید نے قسم کھائی ہے کہ وہ اس وقت تک میری بیعت قبول نہیں کرے گا جب تک کہ میں زنجیر میں اس کے سامنے نہ پیش کیا جاؤں۔ خدا اس کی قسم پوری نہ کرے۔ پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا:

مجھ سے طلب کی گئی کسی ناانصافی پر میں گھٹنے ٹیکنے والا نہیں۔
جب تک چٹان اس کے دانت نہیں توڑ دیتی جو اسے چباتا ہے۔
پھر کہا: میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا اور اس کی اطاعت میں داخل نہ ہوں گا۔“[2]

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیعتِ خلافت لینا

یزید حکومت پر تین برس 9 ماہ، 22 دن تک قابض رہا۔ 64ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ

---

[1] تاریخ خلیفة بن خیاط، أبو عمرو خلیفة بن خیاط بن خلیفة الشیباني العصفري البصري، ت د. أکرم ضیاء العمري، دار القلم بدمشق ومؤسسة الرسالة في بیروت، ط2، 1397ھ۔ ص 251

[2] تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص 186

نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینا شروع کی اور 7 رجب 64ھ میں یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد ان کی بیعت کی گئی۔ شہادتِ حسین کے بعد ساری امتِ اسلامیہ دِل سے یزید کے خلاف تھی اور اکثریت لوگ حضرت عبد اللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔ یہ بات یزید بن معاویہ کو بھی بخوبی معلوم تھی جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی کوششیں بھی کرتا رہا کہ کسی طرح حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو سیاست سے دور رکھے، لیکن حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بلند استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ اس کے برعکس ان کی مقبولیت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اس سب کے باوجود بھی وحدتِ اُمت کے خاطر حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بیعت نہیں لی کیونکہ وہ اُمت کو اپنی ذات پر فوقیت دیتے تھے۔ لیکن 7 رجب 64ھ کو یزید کی موت کے بعد انہیں امت کی سیاسی وحدت کا شیرازہ بکھرتا نظر آنے لگا تو انہوں نے اپنی بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید بن معاویہ پوری امتِ اسلامیہ میں نفرت کی علامت بن چکا تھا، لیکن امتِ اسلامیہ میں عوام الناس کی عمومی حالت فرزدق شاعر کے مشہور شعر کی طرح تھی، جس میں اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا:

> ”میرے ماں باپ آپ پر فِدا ہوں۔ میں نے کوفہ میں لوگوں کو اس حال پر چھوڑا کہ ان کے دل آپ کے ساتھ دھڑکتے ہیں اور ان کی تلواریں بنو امیہ کے ساتھ اور رہی نصرت تو وہ آسمان میں ہے۔“

ابتداءً حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اعلانِ بیعت کے بعد سلطنتِ اسلامیہ کے ایک وسیع علاقہ میں لوگوں نے ان کی بیعت کر لی اور بنو امیہ کی حکومت عملاً شام اور مصر تک محدود ہو کر رہ گئی۔

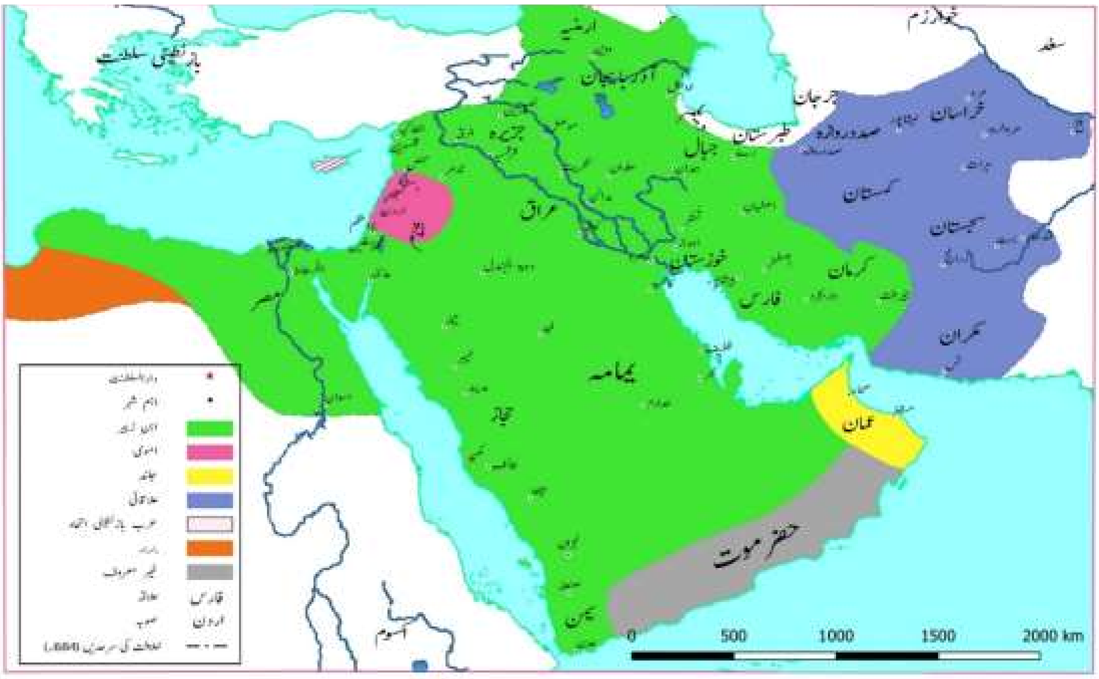
بازنطینی سلطنت
خوارزم
سغد
ارمینیہ
آذربائیجان
جرجان
طبرستان
جبال
عراق
خوزستان
فارس
کرمان
خراسان
کہستان
سجستان
مکران
عمان
یمامہ
حجاز
یمن
حضر موت
مصر
دار السلطنت
اہم شہر
اموی
غیر معروف
علاقہ
صوبہ
0
500
1000
1500
2000 km

(اعلانِ خلافت کے وقت امتِ اسلامیہ کا سیاسی نقشہ کچھ اس طرح تھا جس کا اظہار مندرج بالا نقشہ میں کیا جارہا ہے)

لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اعلانِ خلافت کے فوراً بعد ہی مختلف قسم کے پُر تشدد گروہوں کا سامنا کرنا پڑا جن میں دمشق میں بدستور قائم بنوامیہ کی حکومت کے علاوہ خوارج کے چند گروہ جن میں اولاً 'ازرقیہ' اور 'نجدات' شامل تھے۔ اس کے علاوہ مختار بن ابوعبیدہ الثقفی بھی تھا۔ یہ دونوں گروہ یعنی خوارج اور مختار الثقفی ابتداءً حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے لیکن جلد ہی انہوں نے کسی نہ کسی بہانے پر ان کی مخالفت شروع کردی۔

پہلی صدی ہجری کی اسلامی تاریخ سمجھنے کے لیے اس دور کے فتنوں کو سمجھنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ ان کو جانے بغیر کئی تاریخی واقعات اور اسی طرح کئی تاریخی کردار بھی صحیح طور پر سمجھ نہیں آسکتے۔ اسی تناظر میں المہلب بن ابی صفرۃ کی عظیم شخصیت اور اس کا اس دور کے سب سے خطرناک فتنے سے مقابلہ جو کہ خارجیت کے نام سے جانا جاتا ہے کا جاننا بھی انتہائی ضروری اور اہم ہے۔

60ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خارجی فتنہ نے نہایت شدومد سے سر اٹھایا۔

جو کہ یزید بن معاویہ کے دور حکومت جو کہ 60ھ تا 64ھ تک اور اس کے بعد عبد الملک بن مروان دورِ حکومت تک رہا۔ جس دوران حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی متوازی حکومت بھی 63؁ تا 73؁ تک مدینہ میں قائم رہی۔ یہ امتِ مسلمہ کے لیے نہایت آزمائش اور پر فتن دور تھا، جس میں دمشق اور مدینہ کی عسکری کش مکش، عراق، ایران اور عربستان میں بے چینی اور شیعانِ علی اور خوارج کی مختلف قسم کی مہمات اور بغاوتیں سر اٹھاتی رہیں۔ امتِ مسلمہ کا پُر فتن دور بنیادی طور پر حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت 73ھ تک اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔

خوارج کی انتہا پسندی، متشدد رویہ، تکفیری سوچ، فرقہ ورانہ عقائد کے نام پر ظلم، خون ریزی، قتل، غارت گری اور دہشت گردی سے اس دور کی تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہ بات مکمل وثوق اور اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ پہلی صدی ہجری میں مذہب اسلام کو بالعموم اور اسلامی سلطنت کو بالخصوص جتنا نقصان خوارج کی متشدد، فرقہ وارانہ اور فسادی کاروائیوں سے ہوا، کسی دوسری اسلام دشمن قوت سے نہیں ہوا۔

یہ بات بھی اتنے ہی وثوق اور اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ اس دور میں جتنی شجاعت، ذکاوت اور حکمت سے اس فتنہ کا کامیابی سے مقابلہ ابو سعید المہلب بن ابی صفرۃ نے کیا اور کسی دوسری شخصیت نے نہیں کیا۔ کتاب کے اس باب میں المہلب کی شخصیت کی یہی خصوصیت ہمارا اصل موضوع ہے۔

المہلب نے خوارج کے اندر موجود سب سے زیادہ متشدد سوچ اور رویّے والے گروہ ’ازارقہ‘ کا تقریباً 17 سال مسلسل مقابلہ کیا اور اسے شکست دے کر تاریخ اسلام میں ایک شاندار مثال قائم کی۔

خارجیت ایک منفی سوچ، ایک متشدد رویئے اور اسلامی معاشرے میں دہشت گردانہ کاروائیوں سے معنون ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ان کے خلاف ایک مفروضے — فرضی بہانہ — کی بنیاد پر ہوا۔ اگرچہ اس قسم اور فکر کے حامل لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی ظاہر ہونا شروع ہو چکے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں انہوں نے زیادہ شدّ و مدّ سے

سر اٹھایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ صفین کے موقعہ پر مسلمانوں کو خون خرابے سے بچانے کے لیے حکمت کا رستہ اپناتے ہوئے مسلمانوں میں مفاہمت اور مصالحت چاہی تو ان خوارج نے اس ثالثی کے عمل کو نہ صرف ردّ کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل گئے۔

خوارج کا جہاد کے نام پر فساد:-

اس موقع پر خوارج نے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑانے کو 'جہاد' کا نام دیا۔ اور ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّٰهِ﴾ کا نعرہ اپنے سیاسی عزائم کے حصول کے لیے لگایا۔ انہوں نے مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے اور لڑانے کو 'جہاد' کا عنوان دے کر عقیدۂ جہاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اسلام کے تصور حق گوئی کو پر تشدد رنگ دے کر مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون بہایا۔ یوں انہوں نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اپنے باطنی مقصد کو ظاہری طور پر ایک دل کش نام دیا، لیکن عین اسی وقت عملاً عقائدِ اسلامی کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی مذموم سعی بھی کی۔ نام جہاد کا لیا اور اصلاً فساد پھیلایا۔

خارجیوں کے ان عقائد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جملہ میں خلاصہ یوں بیان کیا جو کہ آج کے تناظر میں بھی سو فیصد درست نظر آتا ہے:

> كلمة حقٍ أريد بها باطل...[1]
> ”بات تو حق ہے لیکن اس کا مقصود باطل ہے...“

تاریخ کی معروف متعدد کتب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

> ...إِنْ سَكَتُوا غَمَمْنَاهُمْ، وَإِنْ تَكَلَّمُوا حَجَجْنَاهُمْ، وَإِنْ خَرَجُوا عَلَيْنَا قَاتَلْنَاهُمْ...[2]
> ”اگر وہ خاموش رہے تو ہم ان پر چھائے رہیں گے اور اگر انہوں نے کلام کیا تو ہم

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر 2468

[2] الكامل في التاريخ، أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير، ت عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي، بيروت، ط1، 1417ھ / 1997م، ج2، ص685

> ان سے دلیل کے ساتھ بات کریں گے، اور اگر انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو ہم ان سے لڑیں گے۔“

بعض جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

> ”مومن اس قسم کے عناصر سے باخبر اور واقف رہتا ہے کہ عمومی حالات میں اگر ایسے لوگ معاشرہ میں موجود ہوں اور فساد نہ کر رہے ہوں تو ان سے کیسا برتاؤ رکھنا چاہیے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقہ ’حروراء‘[1] کو اپنا مرکز بنالیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ’شرک‘ اور ’بدعت‘ کے لغو اور منافرانہ الزامات عائد کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیا۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت بھی کی۔ یہ قتل وغارت گری اور دہشت گردی کی ابتداء تھی۔ جب حضرت علیؓ نے مسلمانوں میں جنگ بندی اور صلاح کی کوشش کی تو اُن کا حضرت علیؓ کے خلاف ابتدائی بہانۂ فساد یہ تھا:

> تحكمون في أمر الله الرجال؟ لاحكم إلا ِلله.[2]
>
> ”تم اللہ کے امر میں آدمیوں کو حَکَم (فیصلہ کرنے والا) بناتے ہو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا۔“

خوارج کی وجہ تسمیہ:-

خوارج کے ظہور سے آج تک ہر مسلم مکتب فکر کے علماء عظام اس بات کے قائل رہے ہیں کہ

---

[1] حروراء: کوفہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے جس میں خوارج کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ اس نسبت سے خوارج کو ’حروری‘، ’حروریہ‘ یا ’اہل حروراء‘ بھی کہا جاتا ہے۔

2۔ ابن الاثیر، الکامل في التاریخ، ج:2، ص672،

یہ خوارج اپنے متشدد اعمال اور مسلمانوں کے قتل کو جائز قرار دینے کی وجہ سے دین اسلام سے خارِج ہیں اس ہی لیے خوارج کہلاتے ہیں۔ اس حوالہ سے ذیل میں چند حوالہ جات بیان کیے جا رہے ہیں۔

۱—امام محمد بن عبد الکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ 'خوارج' کی تعریف میں لکھتے ہیں:

> كل من خرج عن الامام الحق الذى اتفقت الجماعة عليه يسمىٰ خارجيًا سواءً كان الخروج فى أيام الصحابة على الأئمة الراشدين أو كان بعدهم على التابعين بإحسان والأئمة فى كل زمان.[1]

> ”ہر وہ شخص جو عوام کی متفقہ مسلمان حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کرے اسے خارجی کہا جائے گا: خواہ یہ خروج وبغاوت صحابہ کارم رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا تابعین اور بعد کے کسی بھی زمانہ کی مسلمان حکومت کے خلاف ہو۔“

۲—امام نووی رحمۃ اللہ علیہ 'خوارج' کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> الخوارج: صنف من المبتدعة يعتقدون أن من فعل كبيرة كفر، وخلد فى النار، ويطعنون لذالك فى الأئمة ولايحضرون معهم الجمعات والجماعات.[2]

> ”خوارج بدعتیوں کا ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کے کافر اور دائمی دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلم اُمراء و حکماء پر طعن زنی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جمعہ اور عیدین وغیرہ کے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے۔“

۳—علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> كانوا أهل سيف وقتال، ظهرت مخالفتهم للجماعة؛ حين كانوا يقاتلون

---

[1] الشہرستانی، الملل والنحل: 114

[2] النووی، روضۃ الطالبین وعمدۃ المقتیین، ج10 / ص51

> الناس وأما اليوم فلايعرفهم أكثر الناس... ومروقهم من الدين خروجهم باستحلالهم دماء المسلمين وأموالهم[1]

> ”وہ اسلحہ سے لیس اور بغاوت پر آمادہ تھے، جب وہ لوگوں سے قتال کرنے لگے تو اُن کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے مخالفت وعداوت ظاہر ہوئی۔ تاہم عصر حاضر میں (بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے) لوگوں کی اکثریت انہیں پہچان نہیں پاتی۔ وہ دین سے نکل گئے کیونکہ وہ مسلمانوں کے خون اور اموال (جان ومال) کو حلال ومباح قرار دیتے ہیں۔“

۴—علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی آراء پر مشتمل کتاب "مجموع الفتاوی" میں بھی خوارج کے متعلق رائے پائی جاتی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

> أَنَّهُمْ لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ إِلَى زَمَنِ الدَّجَّالِ. وَقَدْ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْخَوَارِجَ لَيْسُوا مُخْتَصِّينَ بِذَلِكَ الْعَسْكَرِ.[2]

> ”یہ دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے اور نکلتے رہیں گے۔ اور مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ خوارج (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد کے اس) مخصوص لشکر (تک محدود و) مخصوص نہیں جو تاریخ میں معروف ہے (بلکہ وہ قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے)۔

۵—حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ’فتح الباری‘ میں فرماتے ہیں:

> الخوارج: فهم جمع خارجة أى طائفة، وهم قوم مبتدعون سموا بذلك لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيارالمسلمين[3]

> ”خوارج، خارجہ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے: "گروہ"۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو

---

[1] ابن تیمیہ، النبوات، ج1/ص564

[2] ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، جلد28، ص296

[3] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج12، ص283

بدعات کا ارتکاب کرتے۔ ان کو (اپنے نظریہ، عمل اور اقدام کے باعث) دین اسلام سے نکل جانے اور خیارِ امت کے خلاف (مسلح جنگ اور دہشت گردی کی) کاروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔"

﴿٦﴾—علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ 'خوارج' کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> الخوارج: قوم لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماء المسلمين وأموالهم[1]
>
> "خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت اور (نام نہاد دینی) حمیت ہو اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کفر یا نافرمانی کے ایسے باطل طریق پر ہے جو ان کی خود ساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے ساتھ قتال کو واجب کرتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔"

خوارج کے ابتدائی دو گروہوں کا قیام

یزید کے انتقال کے بعد شامی فوجیں جنہوں نے مکہ میں حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا واپس شام چلی گئیں۔ اور وہ خوارج جو اس وقت تک حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتے ہوئے بنو امیہ کے خلاف لڑ رہے تھے، اچانک حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہونے کا بہانہ تلاش کرنے لگے، جو کہ ان کی ایک عام رَوش تھی۔ پوری اسلامی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ خوارج کا عملی مقصد ملّتِ اسلامیہ میں اختلاف پیدا کرنا، پُر تشدد عقائد کو فروغ دینا، اور دین کے نام پر قتل و غارت گری کرنا رہا ہے۔ یہی طرزِ عمل ان لوگوں نے تاریخ اسلامی کے اس نازک موڑ پر بھی روا رکھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سبھی کے مخالف رہے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت عبد اللہ ابن

---

[1] علامہ عینی، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج5، ص151

زبیر رضی اللہ عنہ سے الگ ہونے کا بھی بہانہ یہ تلاش کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے معلوم کی جائے، اور اگر حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہیں کرتے تو ان سے اپنے اس عقیدے کی بنا پر علیحدگی اختیار کر لی جائے کہ کوئی شخص اگر ان حضرات کو بُرا نہیں سمجھتا یا بُرا نہیں کہتا جن کو خوارج بُرا کہتے اور سمجھتے ہیں تو ایسا شخص بھی بُرا ہے۔ بد قسمتی سے یہ فِرقہ واریت کو فروغ دینے والی سوچ آج بھی ہمارے درمیان کسی نہ کسی طرح موجود ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے خوارج کی علیحدگی کا واقعہ ابن خیاط نے اس طرح نقل کیا ہے:

> ”[ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے] خوارج نے ایک دوسرے سے کہا: تم لوگ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق رائے کیوں نہیں پوچھتے؟ چنانچہ وہ گئے اور اُن سے کہا: تم عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا کہ اُن کے مددگاروں میں سے چند ہی افراد موجود ہیں لہٰذا آپ نے کہا: شام کو دوبارہ آنا [پھر جواب دوں گا]۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے لوگوں کو بھی کہہ دیا کہ وہ بھی حاضر رہیں۔ خوارج واپس آئے اور پوچھا: تم عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا: میں زندہ و مرحوم دونوں حالتوں میں ان سے تولی [دوستی] رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اللہ تجھ سے بَری ہے۔ پھر وہ [خوارج ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر مکہ سے] چلے گئے۔ نجدہ [بن عامر] نے یمامہ میں اور نافع بن ازرق نے بصرہ میں خروج کیا، یعنی خوارج میں آپس میں ہی تفرقہ پڑ گیا۔“[1]

خوارج کے ان دو فرقوں کے بارے میں شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ کی ’الملل والنحل‘ کی بنیاد پر مصر کے مشہور دانش وَر شیخ محمد ابو زُہرہ مصری[2] رحمۃ اللہ علیہ نے خوارج کے مختلف گروہوں کا بہت تفصیلی اور جامع تعارف کروایا جن میں سے دو ’ازرقیہ‘ اور ’نجدات‘ کا تعارف کچھ اس طرح ہے:

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص187-188

[2] شیخ محمد ابوزہرہ مصری: لاء کالج، فؤاد یونیورسٹی، قاہرہ، مصر کے ایک قابل احترام پروفیسر تھے۔

"ازارقہ:

یہ نافع بن ازرق حنفی جو قبائل ربعیہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کا فرد تھا۔ کے پیرو تھے۔ یہ شدت میں سب فرقوں سے زیادہ سخت تھا اور تعداد میں بھی زیادہ تھا اور قوّت و شوکت میں بھی سب سے بڑھے ہوئے تھے۔

نافع کی سرکردگی میں ازارقہ نے امویوں اور ابن زبیرؓ سے کامل اُنیس (19) سال تک نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ جنگ جاری رکھی میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے جب نافع قتل ہو گیا تو عنانِ قیادت نافع بن عبد اللہ کے ہاتھ میں آئی۔ اس کے بعد قطری بن فجاءہ نے اس فرقہ کی سرداری سنبھالی۔ قطری کے عہد میں یہ فرقہ روبزوال ہُوا۔ کیونکہ اب عوام خوارج کی خونریزی اور سنگ دلی کے باعث ان سے سخت نفرت کرنے لگے تھے اور مسلمانوں میں ان کے خلاف جذبۂ انتقام و عناد پیدا ہو گیا آپس میں بھی خوارج برسرِ پیکار رہنے لگے۔ چنانچہ اب ہر معرکہ میں انہیں شکستِ فاش سے دوچار ہونا پڑا اور قطری کے بعد مسلسل شکستوں کے باعث اس فرقہ کا خاتمہ ہی ہو گیا۔

ان کے عقائد بھی عموماً وہی تھے جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ مزید اضافہ یہ تھا۔

أ) عامہ مسلمین سب مشرک ہیں۔
ب) خوارج سے اختلاف رکھنے والے سب لوگ مشرک ہیں۔
ج) جنگ سے جی چرانے والے خارجی بھی مشرک ہیں۔
د) مخالفوں کے بچے بھی مشرک ہیں اور ابدی جہنّمی ہیں۔
ھ) مخالفین خوارج کے شہر دارالحرب ہیں ان کے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا یا انہیں لونڈی غلام بنانا جائز ہے۔
ز) زانی کو سنگسار کرنے کا حکم ساقط ہے کیونکہ قرآن میں مذکور نہیں۔
ح) گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب انبیاء سے بھی ہو سکتا ہے۔

فرقۂ نجدات:

یہ لوگ نجدہ بن عویمر الحنفی کے پیرو تھے۔ یہ متعدد مسائل میں ازارقہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ مثلاً یہ جنگ سے جی چرانے والے خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تھے۔ مسلمانوں کے بچوں کا قتل جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن ان سے الگ اس امر کے بھی قائل تھے کے ذمی اور معاہد کا قتل جائز ہے۔

اس فرقہ کے لوگ یمامہ میں رہتے تھے۔ پہلے اس جماعت کا سردار ایک شخص ابو طالوت الخارجی تھا۔ پھر 66ھ میں نجدہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ پھر اس فرقہ نے بڑا عروج حاصل کیا چنانچہ بہت جلد لوگ بحرین، عمان، حضر موت، یمن اور طائف پر قابض ہو گئے۔

پھر بعض باتوں میں قاعدِ جماعت نجدہ سے اہل فرقہ کا اختلاف ہو گیا۔ نجدہ سے ایک شکایت یہ تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کو ایک لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔ اس لشکر نے مسلمان عورتوں کو گرفتار کرلیا اور باندی بنالیا۔ نیز تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت کا استعمال شروع کر دیا۔ لیکن نجدہ نے انہیں معاف کر دیا۔ دوسری وجہ شکایت اہل فرقہ کو اپنے سردار نجدہ سے یہ تھی کہ اس نے اپنے ایسے اصحاب کو جن پر حد واجب تھی نوازا اور مناسب عطا کیے اور کہا شاید خدا انہیں معاف کر دے اور اگر کوئی سزا بھی دے تو جہنّم میں نہیں کوئی معمولی سی سزا دے کر داخلِ جنّت کرے گا۔ ایک سنگین شکایت یہ تھی کہ ایک مرتبہ اس نے دو لشکر بھیجے ایک بری مہم دوسری بحری، لیکن اس نے دونوں کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کو جو بری مہم میں شریک تھے بحری مہم کے لوگوں سے زیادہ انعام و اکرام دیا۔

ان اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فرقہ تین ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک

گروہ عطیّہ بن اسود الحنفی کی سرکردگی میں سجستان چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کرلی۔ دوسرا گروہ ابو فدیک کی محبت میں نجدہ کے خلاف قرار پایا اور اسے قتل کر دیا۔ تیسرے گروہ نے نجدہ کی کوتاہیوں سے چشم پوشی کی اور اسے مستحق انتقام وعقوبت نہ سمجھا۔ بلکہ اس سے نرم برتاؤ کیا۔ اب انہیں لوگوں کے لیے نجدات کا نام باقی رہ گیا۔ نجدہ کے بعد اس گروہ کی سرداری ابو فدیک کے ہاتھ میں آئی یہاں تک کے عبد الملک بن مروان نے ایک لشکر اس جماعت کی سرکوبی کے لیے بھیجا اس نے اسے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ ابو فدیک کا سر کاٹ کر عبد الملک بن مروان کی خدمت میں بھیج دیا اور اس طرح یہ طائفہ ہمیشہ کے لیے نابود ہو گیا۔"[1]

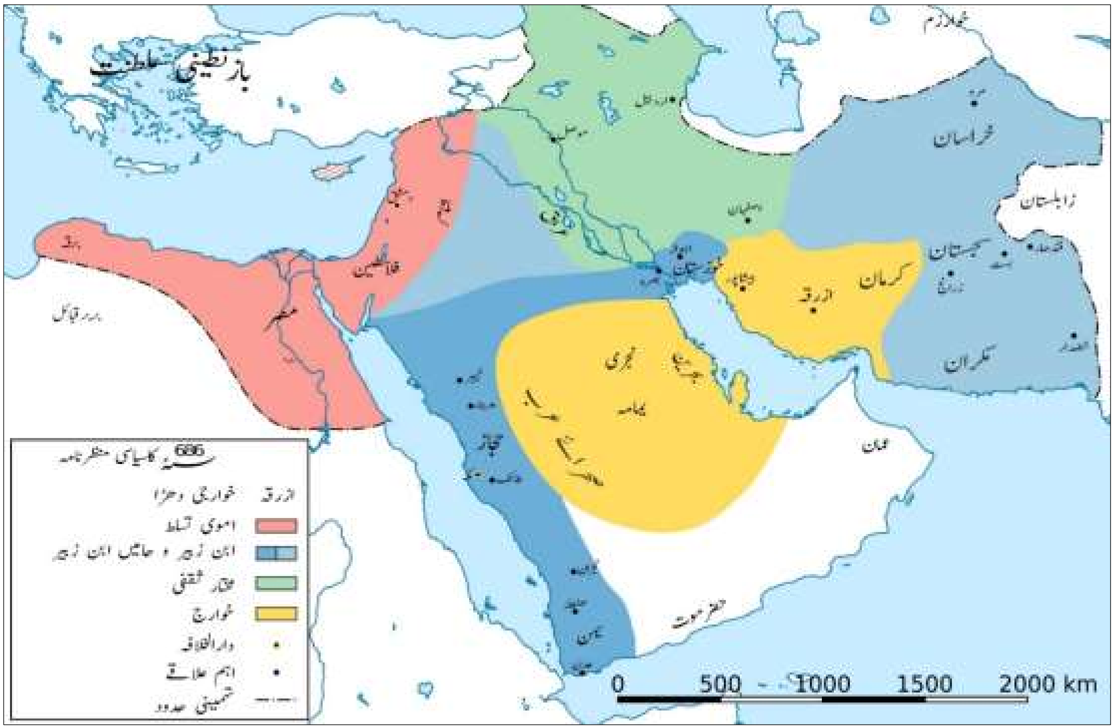
بازنطینی سلطنت
خراسان
زابلستان
سجستان
کرمان
ازرق
خوزستان
مکران
نجدی
یمامہ
حجاز
عمان
حضرموت
یمن
فلسطین
مصر
اصفہان
686ء کا سیاسی منظر نامہ
ازرق
خوارجی دھڑا
اموی تسلط
ابن زبیر و حامیں ابن زبیر
مختار ثقفی
خوارج
دارالخلافہ
اہم علاقے
تخمینی حدود
0
500
1000
1500
2000 km

(یہ نقشہ امت اسلامیہ کے اس دور کی سیاسی اور فرقہ وارانہ کش مکش کی عکاسی کرتا ہے کہ اس وقت امت اسلامیہ کی کس طرح تقسیم ہوئی تھی اس پُر فتن پسِ منظر کو دیکھ کر المہلب کی مہمات سمجھنے میں مزید آسانی ملتی ہے۔)

---

[1] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الشہرستانی، الملل والنحل، ج1، ص114-124

سیاست میں المہلب کی حق پرستی

المہلب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد ان کی حکومت کی خدمت میں اپنی صلاحیتیں بھرپور طریقے سے صرف کیں۔ کرمان، سیستان، بلوچستان کے کئی علاقوں مکران کے مہمات میں شامل رہا اور سب سے بڑھ کر کابل تا ملتان اور وہاں سے قیقان تک کی مہمات کا سپہ سالار رہا۔ اس کے بعد سمرقند کی جانب مہمات میں بھی المہلب کا نہایت اہم کردار رہا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد جب یزید بن معاویہ کی بیعت کا معاملہ آیا تو المہلب نے اصولی مؤقف اپناتے ہوئے بنو امیہ کی رفاقت کو خیر باد کہا اور حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف ہو گیا اور ان کا معتمد بنا۔

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے المہلب کو ازرقیوں کے خاتمے پر مامور کیا جو کہ خوارج کا ایک متشدد گروہ تھا۔ ازرقی نہایت خطرناک جنگجو لوگ تھے۔ لیکن المہلب نے نہایت شجاعت، حکمت اور جواں مردی سے ان کی سرکوبی کی۔ نتیجتاً ازرقی بصرہ کا شہر چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ جس پر اہل بصرہ نے سکھ کا سانس لیا، اور بصرہ شہر کو اہل بصرہ نے المہلب کے نام سے 'بصرۃ المہلب' سے موسوم کر دیا۔ یہ المہلب کے لیے ایک بہت بڑا عوامی اعزاز تھا جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔

اس خطرناک گروہ — جس کی تکفیر پر امت کا اجماع ہے — کا المہلب نے جس جواں مردی سے قلع قمع کیا، وہ آج بھی ہمارے لیے ایک مثال ہے کیونکہ ایسے خطرناک تخریبی سوچ رکھنے والے گروہ کے خاتمے کے لیے آج بھی المہلب جیسے بلند حوصلے والی شخصیات ہی مطلوب ہیں۔

المہلب بطور سردارِ عراق و بصرہ

تاریخِ اسلام میں المہلب ایک ایسی طلسماتی شخصیت ہے کہ ہر لمحہ وہ تاریخ میں درست سمت کھڑا ہوا، اور صحیح جانب سے لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ لہٰذا عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اعلان خلافت کے بعد المہلب اُن کے ساتھ نہایت استقامت، دلیری سے ان کی وفات تک کھڑا رہا اور ہر دم ان کے ساتھ وفاداری نبھائی۔ اس دور میں المہلب کے کردار اور عمل کو ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں اس طرح بیان

کیا ہے:

"المہلب مذکور بڑے دلیر آدمیوں میں سے تھا اس نے بصرہ کو خوارج سے بچایا اور اہواز میں ان کے ساتھ اس کے مشہور معرکے ہوئے، ابو العباس المبرد نے اپنی کتاب 'الکامل' میں اکثر معرکوں کا استقصیٰ کیا ہے اسی لیے اسے 'بصرۃ المہلب' کہتے ہیں اور اگر ان معرکوں کی طوالت اور انتشار نہ ہوتا تو میں ان میں سے کچھ معرکوں کا ذکر کرتا۔

اور وہ جلیل و نبیل سردار تھا۔ روایت ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ کے پاس —ان کی خلافت کے زمانے میں جو حجاز و عراق اور نواح میں تھی— آیا اور وہ ان دنوں مکہ میں تھے، حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے مشورہ طلب کرتے ہوئے علیحدگی میں ملاقات کی تو عبد اللہ بن صفوان بن امیہ میں خلف بن وھب القرشی الجمعی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! یہ کون ہے جس نے آج آپ کو مشغول کر رکھا ہے؟ آپ نے کہا: کیا تو اسے نہیں جانتا؟ اس نے کہا یہ عراق کا سردار ہے۔ اس نے کہا: تو یہ المہلب بن ابی صفرۃ ہے؟! آپ نے کہا: ہاں! المہلب نے پوچھا: یا امیر المؤمنین! یہ کون ہے؟ آپ نے کہا یہ قریش کا سردار ہے۔ اس نے کہا یہ عبد اللہ بن صفوان ہے؟ آپ نے کہا: ہاں!

ابن قتیبہ نے 'المعارف' میں بیان کیا ہے کہ اس پر صرف جھوٹ کا عیب لگایا جاتا تھا اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے وہ جھوٹ بولتے گیا ہے[1]۔ میں کہتا ہوں کہ المہلب بڑے خدا خوف لوگوں میں سے تھا اور جھوٹ بولنے سے بہت بلند تھا لیکن وہ جنگجو تھا اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: الحرب خدعة، 'جنگ دھوکہ ہے' وہ خوارج کے ساتھ ایک بات میں معارضہ کرتا تھا اور اس سے اس کی

---

[1] المعارف (1/ 399)

> مراد دوسری بات ہوتی تھی وہ اس سے خوارج کو خوفزدہ کرتا تھا اور وہ اسے کذاب کا نام دیتے تھے اور کہتے تھے وہ جھوٹ بولتے گیا ہے اور رسول کریم ﷺ بھی جب جنگ کا ارادہ کرتے تو اس اصلا اہم بات یا راز کو مخفی رکھتے اور دوسری بات جو اصل سے بعد اور عمومی ہوتی تھی اس کا اظہار کرتے۔“
>
> المبرد نے ’الکامل‘ میں ان اشعار کی شرح میں جن میں المہلب پر جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہے بیان کیا ہے کہ اور اس کا یہ قول کہ وہ کذاب ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ المہلب فقیہ تھا اور وہ رسول کریم ﷺ کی جانب سے آمدہ قول کو جانتا تھا کہ ہر جھوٹ کو تین جھوٹوں کے سوا، جھوٹ لکھا جاتا ہے: دو آدمیوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے جھوٹ بولنا، آدمی کا اپنی بیوی سے جھوٹ بول کر وعدہ کرنا اور جنگ میں آدمی کا ڈرانے اور دھمکاتے ہوئے جھوٹ بولنا۔“[1]

یزید کی موت کے بعد نافع بن ازرق نے بصرہ کے نائب گورنر کو قتل کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا اور جیلوں میں بند **140** خارجی آزاد کرا لیے۔ اسی دوران بصرہ کے لوگوں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر ؓ کی بیعت کر لی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر ؓ نے حضرت عمیر ابن عبید اللہ ؓ کو بصرہ کا گورنر متعین کیا جو کہ بنو تمیم کا قریشی تھا۔ اس نے ازرقیوں کو بصرہ سے باہر نکالا جنہوں نے اہواز میں جا کر پناہ لی اور وہاں سے بصرہ کے ارد گرد علاقوں میں حملے کرتے رہے۔ ان حرکتوں سے تنگ آ کر بصرہ کے گورنر عمیر ابن عبید اللہ التیم نے ازرقیوں کے خلاف اہواز میں ایک فوجی دستہ بھیجا جس نے ازرقی گروہ کے خارجی سردار نافع بن ازرق کو **685**ء میں قتل کیا اس کے قتل کے بعد ازرقیوں نے قطری بن الفجاۃ کو اپنا نیا امیر منتخب کیا اور عبداللہ ابن زبیر ؓ کی فوج کو کافی نقصان پہنچایا۔ اِن شکستوں سے متفکر ہو کر حضرت عبداللہ ابن زبیر ؓ نے المہلب بن ابی صفرۃ کو ازرقیوں کے خلاف مامور کیا۔ المہلب نے

---

[1] تاریخ ابن خلکان، ج 5، ص 400-399

686ء میں جنگ سابور کے مقام پر قطری بن الفجاءۃ کو قتل کیا۔[1] جس کے نتیجے میں ازرقی اہواز سے مزید پسپا ہو کر فارس کے علاقہ میں چلے گئے۔ یوں کچھ عرصے کے لیے بصرہ ازرقی خارجیوں کے پر تشدد حملوں سے محفوظ ہو گیا۔ اس دوران کچھ عرصے کے لیے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے المہلب کو ازرقیوں کے محاذ سے ہٹا کر بغداد کے شمال میں موصل کا گورنر متعین کیا۔ جہاں پر ان کی ذمہ داری بنو امیہ کی پیش قدمی کو روکنا اور مختار بن ابو عبیدہ الثقفی کی کارروائیوں کا سدِباب کرنا تھا۔ اس دوران ازرقی عراق کی طرف لوٹے اور المدائن اور بصرہ کے علاقہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور بصرہ کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ازرقی خارجی فرقہ کا مقابلہ صرف المہلب ہی کر سکتے ہے لہٰذا الملہب کو یہ مشکل ذمہ داری ایک بار پھر سونپی گئی۔ اکیلے المہلب نے ایک طویل عرصہ تک ازرقیوں کو فارس اور کِرمان کے علاقوں میں ہی محدود رکھ کر عراق کی طرف ان کی پیش قدمی کو روکے رکھا۔ یہ علاقہ اس وقت تک حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زیرِ تسلط تھا ان کے انتقال کے بعد عبد المالک بن مرواں نے عراق پر قبضہ کر لیا اور اولاً عبد الملک بن مروان نے المہلب سے اس کی کمان واپس لے لی۔ جس وجہ سے عراق میں موجود اُمویوں کو ازرقیوں کے ہاتھوں کئی ہزیمتیں اٹھانا پڑیں لیکن بالا آخر عبد المالک بن مرواں نے یہ کمان حجاج بن یوسف سے سفارش کرا کر المہلب کے حوالے ہی کرنا پڑی کیونکہ خلیفہ کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ خوارج کو صرف المہلب ہی قابو کر سکتا ہے۔

حجاج بن یوسف اور المہلب بن ابی صفرۃ

عبد الملک بن مروان کی حکومت اور طاقت کا ایک مرکزی ستون حجاج بن یوسف الثقفی تھا جو کہ 694ء میں عراق کا گورنر بنا دیا گیا تھا۔ حجاج بن یوسف المہلب کا سُسر بھی تھا اور المہلب کی عسکری صلاحیتوں، اس کی دلیری اور اس کے ازدی قبیلے کی شجاعت سے بخوبی واقف بھی تھا۔ لہٰذا اس نے خلیفۂ وقت سے سفارش کر کے المہلب کو اپنے عہدے پر فائز کروایا۔ اس بنا پر المہلب نے یکے بعد دیگرے خوارج کے ازرقی گروہ کے خلاف کامیابیاں سمیٹیں۔ المہلب نے اولا خارجیوں کو کِرمان میں دھکیلا جہاں

---

[1] المبرد، الكامل في اللغة والأدب ج3/ ص240

پر یہ گروہ پھر دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ اس کے بعد اس گروہ کو مکمل تحلیل کر دیا۔

المہلب کے خوارج کے خلاف نفسیاتی جنگی حربے

المہلب ایک عظیم سپہ سالار تو تھا ہی اور اس کی حربی قائدانہ صلاحیتوں سے اس دور کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ ساتھ ساتھ المہلب اس بات کا بھی قائل تھا کہ فتح و کامرانی کے لیے دشمن کے خلاف نفسیاتی حربے بھی استعمال کرنے چاہییں۔ جو کہ المہلب نے خوارج جیسے پُر فتن اور پر خطر گروہوں کے خلاف بھرپور طریقے سے استعمال بھی کیے۔ المہلب نے نفسیاتی حربوں کے استعمال کے لیے حدیث مبارکہ سے استدلال کیا، جس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے جنگ اور قتال کو بیان کرتے ہوئے الحرب خدعة کے الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ مثبت جنگی نتائج حاصل کرنے لیے اگر دشمن کو دھوکہ بھی دینا پڑے تو وہ جائز جنگی حربہ ہوگا۔ جن کو آج کی زبان میں ’psychological warfare‘ کہا جا سکتا ہے۔

اسلامی عسکری تاریخ میں المہلب شاید وہ پہلے عظیم سپہ سالار تھا جس نے نفسیاتی جنگی حربوں (Psychological warfare) کو دشمن کے خلاف باقاعدہ منظم طریقے سے استعمال کیا۔

المہلب نے تشدد پسند شر انگیز خارجی فتنے سے اموی دور میں امت کو محفوظ رکھا۔ المہلب نے خوارج کی سیاسی، مذہبی، اعتقادی اور فکری تمام کمزوریوں سے مکمل فائدہ اٹھایا اور یہ تمام کام اس نے عسکری اعمال سمجھ کر کئے۔ خارجی نظریاتی طور پر متشدد تھے نتیجتاً چند بنیادی افکار و نظریات کے علاوہ وہ اکثر چھوٹے چھوٹے امور پر آپس میں جھگڑتے رہتے تھے۔ یہ باتیں بالآخر فکری محاذ پر ان کی ہزیمت کا سبب بنی۔ المہلب نے خوارج کی اس کمزوری کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ یعنی اگر ان میں کوئی اختلاف نہ بھی ہوتا تھا تو وہ کسی شخص کے ذریعے خوارج کی صفوں میں ایسا شوشہ چھوڑ دیتے تھے کہ ان میں اختلاف پیدا ہو جائے اور وہ آپس میں لڑ بھڑ کر ختم ہو جائیں۔ دشمن کے خلاف اپنے ان منصوبوں کو المہلب حدیث کی

اصطلاح میں «الحرب خدعة» سے تعبیر کرتا تھا۔ ہمارے یہاں اَبّ جا کر کئی صدیوں بعد حربی وعسکری ماہرین نے ان حربوں کو عسکری حربے، **Psychological warfare** یا **Hybrid warfare** وغیرہ جیسی اصطلاحات سے موسوم کرنا شروع کیا ہے۔

المہلب کی ایک دلچسپ جنگی چال

ابن ابی الحدید —جو کہ 'نہج البلاغۃ' کے مشہور شارح ہیں— نے اپنی شرح میں المہلب کے خارجیوں کے خلاف ایسے کئی واقعات تحریر کیے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعے[1] کی تلخیص ذیل میں درج ہے:

> ”خارجیوں کے فرقہ ازارقہ کا ایک لوہار زہر آلود تیر تیار کیا کرتا تھا۔ خوارج انہی تیروں کی بارش اصحاب المہلب پر کیا کرتے تھے۔ یہ معاملہ جب المہلب کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے کہا: میں اس کا تدارک کرتا ہوں۔
>
> یہ کہہ کر اس نے اپنے ایک آدمی کو ایک خط دیا اور ایک ہزار درہم دیے اور اسے قطری بن الفجاۃ کے لشکر کی طرف جانے کی ہدایت کی اور کہا کہ یہ خط اور یہ درہم چپکے سے دشمن کے لشکر میں پھینک آؤ۔ اور وہاں اپنے بچاؤ کا خیال رکھنا۔
>
> وہ آدمی تعمیلِ ارشاد کے لیے روانہ ہو گیا۔
>
> اس خط کی عبارت یہ تھی:
>
> امابعد! ”آپ کے تیر مجھے مل گئے۔ میں ایک ہزار درہم بھیج رہا ہوں۔ یہ رقم قبول کیجئے اور مزید تیر بنا کر مجھے بھیج دیجئے۔“
>
> یہ خط قطری تک پہنچا دیا گیا۔

---

[1] شرح نہج البلاغۃ، ابن ابی الحدیدی، دار الکتب العربی، بغداد، ج 1، ص 401

قطری نے لوہار کو بلایا اور اس سے پوچھا: یہ خط کیسا ہے؟

لوہار نے کہا: مجھے نہیں معلوم۔

قطری نے سوال کیا: یہ درہم کیسے ہیں؟

اس نے کہا: مجھے کچھ خبر نہیں؟

قطری نے حکم دیا: اسے قتل کر دو۔

فوراً وہ قتل کر دیا گیا۔

یہ خبر سن کر بنو قیس بن ثعلبہ کا ایک مولیٰ عبدربہ آیا۔ اس نے قطری سے کہا: آپ نے ایک شخص کو بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے قتل کر دیا۔ یہ کیا کیا؟

قطری نے جواب دیا: مفادِ عامہ کے لیے کسی شخص کا قتل کر دینا معیوب نہیں ہے اور امام کو یہ حق حاصل ہے کہ جو مناسب سمجھے کرے اور رعیّت کے لیے اس پر اعتراض جائز نہیں۔

عبدربہ کو یہ بات بہت گراں گزری۔ تاہم جماعت سے علیحدگی اختیار نہ کی۔ یہ بات جب المہلب کو معلوم ہوئی تو اس نے خوارج کے پاس ایک نصرانی بھیجا اور اس سے کہا: جب تم قطری کے پاس پہنچو تو سجدے میں گر پڑو۔ وہ منع کرے تو کہنا میں آپ کو سجدہ کرتا ہوں۔

نصرانی نے ایسا ہی کیا۔

قطری نے اسے سربسجود دیکھ کر کہا: سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے زیبا ہے۔

نصرانی نے کہا: میں آپ کو سجدہ کرتا ہوں۔

ایک خارجی نے قطری سے کہا: یہ خدا کو چھوڑ کر آپ کی پوجا کرتا ہے۔

پھر اس نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ﴾[1]

قطری نے کہا: عیسائی عیسیٰ ابن مریم کو پوجتے ہیں لیکن اس سے عیسیٰ علیہ السلام کو کیا ضرر پہنچ سکتا ہے؟

یہ سن کر وہ خارجی اٹھا اور اس نے اس نصرانی کو قتل کر دیا۔

یہ بات قطری کو ناگوار گزری۔ قطری کی یہ ناگواری بہت سے خوارج کو ناپسند آئی۔

المہلب کو پتہ چلا تو اس نے دریافتِ احوال کے لیے ایک آدمی بھیجا۔ وہ شخص خوارج کے یہاں حاضر ہو کر پوچھنے لگا: اچھا یہ بتائیے کہ بالفرض دو شخص آپ کی طرف ہجرت کر کے آئے۔ ایک راستے میں فوت ہوا، دوسرا آپ کے یہاں پہنچ گیا۔ آپ نے اسے آزمایا، مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

بعض کہنے لگے فوت شدہ آدمی یقیناً جنتی ہے، دوسرا کافر۔

---

[1] الانبیاء: 98

ترجمہ: "بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو، سب جہنم کے ایندھن ہو۔ تمہیں اس میں جانا ہے۔ اگر یہ خدا ہوتے جہنم میں نہ جاتے اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔"

> دیگر خوارج بولے: وہ دونوں کافر ہیں تاوقتیکہ آزمائش میں کامیاب ہوں۔
>
> اس مسئلے پر بڑا اختلاف رونما ہوا۔
>
> قطری حسود اصطخر میں پہنچ گیا اور ایک ماہ وہاں قیام پذیر رہا اس کی عدم موجودگی میں خوارج میں یہ جھگڑا چلتا رہا۔
>
> ابن الحدید لکھتا ہے کہ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ المہلب سپہ سالارِ اعظم نے کس طرح حکمتِ عملی سے کام لے کر خوارج میں اختلاف کی آگ بھڑکائی اور ان کی سادہ لوحی اور کم عقلی سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور کس آسانی سے ان کے ضعفِ ادراک کے باعث انہیں آپس میں بر سرِ پیکار کر دیا جس کے نتیجے میں ان کی قوت کمزور پڑ گئی اور وہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی سکت سے محروم ہو گئے۔ سچ پوچھیئے تو ان میں اندرونی طور پر اختلاف بہت زیادہ تھے جو کسی دوسرے کے پیدا کردہ نہیں تھے۔ یہی وجہ ہوئی کہ وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر کئی فرقوں میں بٹ گئے۔”[1]

یوں المہلب کی شخصیت کے عسکری پہلو کے حوالے سے ایک نہایت اہم بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ ایک نڈر اور جری سپہ سالار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زیرک اور صاحبِ فہم و فراست شخص تھا جو سمجھتا تھا کہ دشمن کا تلوار سے مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی صفوں میں فکری انتشار اور تفرقہ ڈالنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اور یہ عمل دشمن کو کمزور رکھنے کا ایک نہایت اہم حربہ ہے۔ اس کا اظہار المہلب نے اپنے عمل سے تو کیا ہی لیکن وہ اپنے خطبات اور خطوط میں بھی اس حکمتِ عملی کا اعادہ کرتا رہا۔

اس حوالہ سے حجاج بن یوسف اور المہلب بن ابی صفرۃ کی خط و کتابت بہت دلچسپ اور اہمیت کی

---

[1] حیات حضرت امام ابو حنیفہ، مصنف ابوزُہرہ مصری، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز، فیصل آباد، ص 227 تا 231

حامل ہے۔ حجاج بن یوسف جو کہ آج بھی اپنی سفّاکی اور ظلم کی وجہ سے مشہور ہے اور تاریخِ اسلامی میں ظلم وسفاکی میں اپنی مثال آپ ہے۔ حجاج ابتداءً المہلب کے جنگی حربوں کو سمجھتا نہیں تھا۔ اور ان سے ناخوش تھا۔ ان حربوں کو المہلب کی طرف سے جنگ ٹالنے کے حربوں سے تعبیر کرتا تھا۔ حجاج بن یوسف کے خیال میں ہر مسئلہ کا حل صرف اور صرف قوت کا استعمال تھا۔ لیکن یہ المہلب کی شخصیت تھی جس نے مستقل خطوط لکھ لکھ کر حجاج جیسے سخت گیر انسان کو بھی قائل کرلیا کہ ہر وقت تیر وتفنگ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اپنی حکمتِ عملی سے اگر دشمن کی صفوں میں پھوٹ ڈال دی جائے تو آپ کے کافی اہداف دشمن کی حرکتوں اور اس کی آپس کی لڑائیوں کی وجہ سے خود ہی پورے ہو جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف جس کی طبیعت میں تیزی اور غصہ تھا تو اس نے المہلب کو طعن زدہ مراسلہ بھیجا اور جس میں کہا کہ تم تاخیر کیوں کرتے ہو حالانکہ تم بزدل بھی نہیں ہو؟! حجاج نے مندرجہ ذیل المہلب کو لکھا:-

كتاب الحجاج إلى المهلب:

أما بعد، فإنك جبيت الخراج بالعلل، وتحصنت بالخنادق، وطاولت القوم وأنت أعز ناصرا، وأكثر عددا، وما أظن بك مع هذا معصية ولا جبنا، ولكنك اتخذتهم أكلا، وكان بقاؤهم أيسر عليك من قتالهم، فناجزهم وإلا أنكرتني، والسلام.[1]

”اما بعد، آپ نے خراج جمع کیا اور خندقوں میں اپنے آپ کو محفوظ کیا۔ اس طرح لوگوں [یعنی دشمن] کی مدد کی۔ حالانکہ آپ کی سب سے زیادہ مدد کی گئی۔ اور آپ کا لشکر تعداد میں بھی زیادہ ہے۔ میں آپ سے نافرمانی یا بزدلی کی توقع نہیں رکھتا۔ لیکن تم نے دشمن کو اپنا [ذریعۂ] نوالہ [خوراک] بنالیا۔ حالانکہ ان کے زندہ رہنے کی بجائے تمہارے لیے بہتر یہ تھا کہ تم ان سے لڑکر انہیں قتل کرتے۔ لہٰذا تم ان سے

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، أحمد زكي صفوت، المكتبة العلمية، بيروت، ج2، ص150

لڑو، ورنہ تم میرے نافرمان ٹھہروگے۔ والسلام"

اس کے جواب میں المہلب نے پھر ایک اصولی طریقہ کار اپنایا اور جواباً حجاج بن یوسف کو دو خط لکھے۔

پہلے خط میں المہلب نے حجاج سے اپنی وفاداری کی گواہی لینے کو کہا:

کتب المهلب إلى الحجاج:

فكتب المهلب إلى الحجاج: أتاني كتابك تستبطئني في لقاء القوم، على أنك لا تظن بي معصية ولا جبنا، وقد عاتبتني معاتبة الجبان، وأوعدتني وعيد العاصي، فسل الجراح. والسلام.[1]

"المہلب نے الحجاج کو [جواباً] لکھا: آپ کا خط مجھے موصول ہوا ہے۔ اس میں مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں دشمنوں کی طرف پیش قدمی [مقابلے] میں تاخیر کر رہا ہوں۔ حالانکہ آپ مجھے نافرمان یا بزدل نہیں سمجھتے۔ آپ نے مجھے بزدل کہہ کر ملامت کی ہے۔ نیز آپ نے مجھے نافرمانی کرنے پر وعید سنائی ہے۔ پس آپ جراح سے دریافت کر لیں۔ والسلام۔"

اور دوسرے خط میں المہلب نے خوارج کی صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی حکمت عملی کا نہ صرف اعادہ کیا بلکہ اس کے نتائج کا تذکرہ بھی کیا۔

كتاب المهلب إلى الحجاج:

أما بعد، فان الله قد القى باس الخوارج بينهم، فخلع عظمهم قطريا وبايعوا عبد رب، و بقيت عصابه منهم مع قطري، فهم يقاتل بعضهم بعضا غدو و عشيا، و قد رجوت ان يكون ذلك من امرهم سبب

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، أحمد زكي صفوت، المكتبة العلمية، بيروت، ج2، ص150

> هلاكهم ان شاء الله، و السلام.[1]
>
> ”اما بعد، اللہ تعالیٰ نے خوارج کی قوت کو ان کے درمیان رکھا تو اس نے ان کی ہڈیاں نکال دیں اور عبد رب کی بیعت کی اور ان میں سے ایک گروہ قطری کے ساتھ رہا۔ صبح و شام وہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور مجھے امید تھی کہ یہی ان کی تباہی کا سبب بنے گا۔ ان شاء اللہ اور والسلام“

ان خطوط کے نتیجے میں حجاج بن یوسف جیسے سخت گیر، ضدی اور ہٹ دھرم شخص نے بھی اپنی رائے بدلی اور وہ المہلب کے نفسیاتی جنگی حربوں (Psychological warfare) کا بھی قائل ہو گیا۔ جس کا اعتراف اس نے ایک خط میں یوں کہا:

> فكتب اليه الحجاج: اما بعد فقد بلغني كتابك تذكر فيه اختلاف الخوارج بينها، فإذا أتاك كتابي هذا فناهضهم على حال اختلافهم وافتراقهم قبل ان يجتمعوا، فتكون مئونتهم عليك أشد، و السلام.[2]
>
> ”حجاج نے اسے لکھا: اما بعد، مجھے آپ کا خط ملا ہے جس میں آپ نے خوارج کے درمیان باہمی اختلاف کا ذکر کیا ہے، لہٰذا اگر میرا یہ خط آپ کے پاس پہنچے تو ان سے مقابلہ کرنے سے قبل ان کے مابین اختلاف اور افتراق کو پروان چڑھانا کہ [ان کے متحد ہونے کی صورت میں] مقابلہ کرتے ہوئے آپ پر زیادہ بوجھ رہے گا۔ والسلام!“

* * *

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، أحمد زكي صفوت، المكتبة العلمية، بيروت، ج2، ص160

[2] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، أحمد زكي صفوت، المكتبة العلمية، بيروت، ج2، ص160، قطري بن الفجاءة اور عبد الرب کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے واقعہ کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

باب پنجم:

المہلب اور اموی دورِ حکومت

باب پنجم:

المہلب اور اموی دورِ حکومت

(692ء تا 702ء)

بنو اُمیّہ کا نظام حکومت

آج کے مروجہ نظام ہائے حکومت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر بنو امیہ کے نظامِ حکومت کا جائزہ لیا جائے تو ایک دلچسپ طرزِ حکومت ہمارے سامنے آئے گا۔ وہ ظاہری طور پر ایک ملوکیتی نظام تھا، لیکن اس ملوکیت میں انتظامی امور کچھ وفاقی نظامِ حکومت کی طرز پر چلتے تھے۔ یعنی سربراہِ حکومت تو جبری اور موروثی طریقے سے بنتا تھا لیکن اس کے نیچے انتظامی امور کے معاملے میں صوبے یا اقالیم کافی حد تک خود مختار ہوتے تھے۔ البتہ نظامِ حکومت چلانے کا طریقۂ کار اور شعبہ ہائے حکومت کے معاملات کی تقسیم پوری سلطنت میں ایک جیسی ہوتی تھی۔ مجموعی طور پر حکومت کے مندرجہ ذیل شعبے کافی کامیابی اور منظم طریقے سے چلائے جاتے تھے۔ اُموی دور میں نظامِ حکومت چلانے کا اجمالی ساخاکہ ذیل میں درج ہے:

① دیوان الجند، یعنی فوج کا نظام

② دیوان الخراج، یعنی خزانہ اور آڈٹ

③ دیوان الرسائل، یعنی مرکزی سیکریٹریٹ

④ دیوان البرید، یعنی مواصلات کا نظام

⑤ دیوان الخاتم، یہ محکمہ بادشاہ کے نافذ کردہ احکامات کا ریکارڈ محفوظ رکھتا تھا اور صوبائی گورنروں کو ان کے مطابق ہدایت جاری کرتا تھا۔ یعنی تقریباً 'کیبنٹ ڈویژن' اور 'اسٹیبلشمنٹ ڈویژن' کا کام کرتا تھا۔

⑥ دیوان الاحداث، یعنی پولیس و سیکوریٹی کا نظام

⑦ اس کے علاوہ دیگر متفرق کام 'دیوان مشغلات' کے ذمے تھے۔

اموی دور کے صوبے

پوری اموی مملکت چھ صوبوں میں منقسم تھی۔ ہر صوبے میں متعدد علاقے تھے۔ اور اس کا تعین خلیفہ خود اپنی مرضی سے کرتا تھا۔ اور ہر صوبے کا امیر، ولی یا گورنر خود اپنی مرضی سے تعینات کرتا تھا اور گورنر اس صوبے میں اپنی مرضی سے اپنا نائب اور دیگر عمّال تعینات کرتا تھا۔ اموی دور کے صوبوں کی تقسیم مندرجہ ذیل تھی:

① اقلیمِ حجاز اس میں مکّہ، مدینہ سرزمین حجاز اور یمن شامل تھے۔

② اقلیمِ عراق یہ اس سلطنت کا بڑا اور اہم صوبہ تھا اس میں موجودہ ملک عراق، عمان، بحرین علاقہ کرمان، سیستان، کابل، خراسان اور سندھ شامل۔ یہاں کے گورنر کو باقی گورنروں پر سیاسی فوقیت حاصل تھی۔

③ صوبۂ ارمینیا اور آزربائیجان یہ موجود آزربائجان اور آمینیا کے علاقوں پر مشتمل تھا۔

④ صوبۂ شام: یہ خصوصی اہمیت رکھتا تھا کیونکہ امویوں کا دار خلافہ دمشق تھا اس لیے اس صوبہ کا کوئی گورنر نہیں ہوتا تھا۔ یہاں کا انتظام خلیفہ خود چلاتا تھا۔

⑤ صوبۂ مِصر: اس میں موجودہ ملک مصر کا علاقہ اور سوڈان کا علاقہ شامل تھا۔

⑥ صوبۂ شمالی افریقہ: اموی حکومت اسلامیہ کی مغربی جانب کا نہایت اہم صوبہ تھا۔

صوبہ شمالی افریقہ اس کا دارالحکومت قیروان شہر تھا۔ اس میں موجودہ دور کے ممالک لیبیا، الجیریا، مراکش، تیونس، انڈونیشیا اور البحر الاوسط میں واقع جزائر سسلی سارڈینا وغیرہ شامل تھے۔ بعد میں اندلس الگ صوبہ بن گیا تھا۔ ہر صوبے کے اندرونی معاملات گورنر اور بیرونی خلیفہ خود چلاتا تھا۔[1]

گذشتہ باب میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبد الملک بن مروان کی درخواست پر خارجیوں کو ختم کرنے کے لیے المہلب اس کی حِمایت پر رضامند ہو گیا تھا۔ عبد الملک بن مروان ایک سخت گیر منتظم اور بے رحم حکمران تھا جو ساتھ ساتھ گہری سیاسی اور عسکری بصیرت بھی رکھتا تھا۔ اس کے دور میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اس کو سب سے بڑا مسئلہ خوارج سے لاحق تھا۔ اس کی دانست میں المہلب جیسے سپہ سالار کے علاوہ کوئی انہیں روک نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا عبد الملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کے ذریعے —جو کہ المہلب بن ابی صفرۃ کا داماد بھی تھا— کو اس بات پر قائل کروایا کہ وہ خوارج کے خلاف عبد الملک بن مروان کی حِمایت کریں۔ جس پر المہلب آمادہ بھی ہو گیا اور اپنی فطرت کے مطابق تادمِ آخر اس کی حِمایت پر قائم بھی رہے۔ المہلب عبد الملک بن مروان کی طرف سے خوارج کے خلاف اس وقت تک لڑتا رہا جب تک المہلب نے اس پر تشدد فتنے کی مکمل بیخ کنی نہ کر دی۔ خوارج کے خلاف المہلب نے کوفہ سے شروع ہو کر اہواز، فارس اور اس کے شمال مشرقی علاقوں تک خوارج کا تعاقب کیا اور ان کا مکمل قلع قمع کیا۔ بنو امیہ کے دور میں خلیفہ عبد الملک بن مروان کے عہد حکومت کے دوران سیاسی اور عسکری حوالے سے المہلب اپنی زندگی کے بامِ عُروج تک پہنچا۔

اُموی دور کے نظامِ حکومت میں کبھی کبھی صوبائی خود مختاری اس حد تک ہوتی تھی کے والی صوبہ یعنی گورنر اپنے نام کا سِکّہ بھی جاری کر دیتا تھا جو کہ اس کی ولایت میں سکۂ رائج الوقت کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ المہلب نے بھی صوبۂ فارس اور اس سے متصل علاقوں سے خوارج کو نکال باہر کرنے کے بعد اس صوبے کے مختلف علاقوں سے اپنے جاری کردہ سکے رائج کیے۔

---

[1] تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، ج 1، ص 360-643

المہلب بن ابی صفرۃ کے جاری کردہ دراہم

اموی دور میں اسلامی حکومت نے اسلام سے قبل رائج شدہ خُسروی دور کے دراہم کا نقش (Design) ہی جاری رکھا۔ صرف اتنا فرق کیا کہ اسی سکے پر اموی خلیفہ اپنا نام یا اپنے کسی اہم طاقتور گورنر کا نام کندہ کرا لیتے تھے۔ بطورِ تعظیم اور علاقے میں دھاگ بٹھانے کے لیے یہ امر اس بات کی حقیقی نمائندگی کرتا تھا کہ اس علاقے میں اسی شخصیت کے نام کا سکہ چلتا ہے یعنی وہاں اس کا حکم چلتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس ہی سکہ کے ایک طرف اللہ کا نام کسی نہ کسی صورت درج کر دیا جاتا تھا جیسے بسم اللہ یا لا الہ الا اللہ۔ اس ضمن میں یہ ایک اہم قابل ذکر تاریخی حقیقت ہے کہ اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان کے دور میں المہلب کا نام ایک درہم کے سکے پر کندہ کیا گیا۔ جو کہ المہلب کی سیاسی اور عسکری قوت کا واضح اور بیّن ثبوت ہے۔

المہلب بن ابی صفرۃ کی سیاسی طاقت کے عروج کی مسلمہ تاریخی شہادت اُموی خلیفہ عبد الملک بن مروان کے عہد حکومت کے دوران جو کہ 65ھ سے 85ھ بمطابق 685ء تا 705ء پورے بیس (20) سال خلیفہ رہا ایران کے کچھ علاقوں میں مہلب کے نام سے جاری کردہ درہم تھا، جس پر 'المہلب' پہلوی زبان میں درج تھا۔ اس کے علاوہ پہلوی زبان میں یہ بھی درج تھا کہ 'اس کی بادشاہت میں اضافہ ہو' اور سکہ پر بنے ایک دائرہ کے باہر 'بسم اللہ' عربی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ ایسا سکہ (درہم) موجودہ ایران کے کئی قدیمی شہروں میں ٹکسال کیا جاتا تھا۔

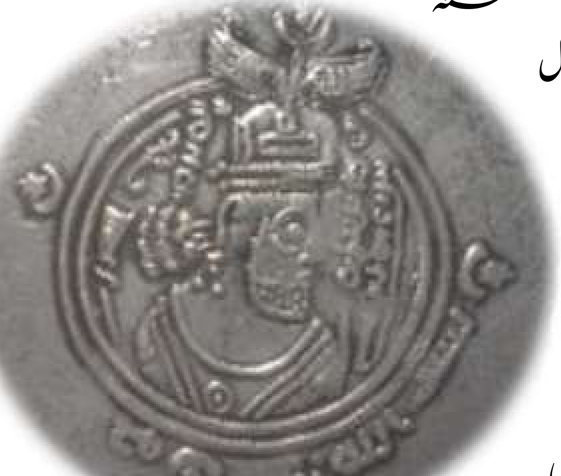

(المہلب کے جاری کردہ ایک درھم کی سامنے والی صورت)

اس سکہ کے سامنے والی طرف خسرو ثانی کے طرز کی ایک انسانی سَر کی صورت بنی ہے۔ اس کا منہ دائیں جانب ہے جبکہ سر پر ایک پگڑی نما تاج ہے جو کہ شجاعت و بہادری کی علامت سمجھا جاتا بنا ہوا ہے۔ اس شکل کی گُدّی کی طرف پہلوی زبان میں ایک عبارت لکھی ہے۔ جس کی معنی ہیں 'اس کی بادشاہت میں اضافہ ہو'۔ اور اس سر کی شکل کے سامنے کی طرف پہلوی زبان میں 'المہلب بن ابی صفرۃ' لکھا ہوا ہے ۔ اور اس صورت کی گرد دائرہ بنا ہوا ہے جس کے باہر عربی میں 'بسم اللہ' لکھا ہوا ہے۔

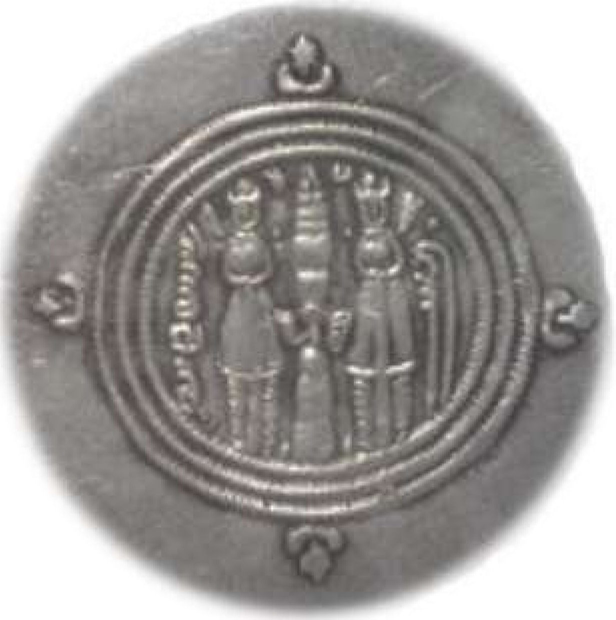

اس سکہ کی عقبی جانب ایک آگ کا الاؤ بنا ہوا ہے جس کے دونوں جانب دو خادم کھڑے ہیں۔ اوپر دائیں جانب اس سکہ کے رائج ہونے کی تاریخ جو کہ 75ھ ہے اور بائیں جانب اس کے ٹکسال کے علاقے کا نام پہلوی زبان میں 'بشاپور' لکھا ہوا ہے۔

یہ سکہ المہلب بن ابی صفرۃ کی شخصیت سے متعلق ایک مستند ترین تاریخی ثبوت ہے کہ اس دور میں المہلب کی اِس خطہ میں کتنی زیادہ سیاسی اور عسکری اہمیت تھی۔

سکہ کی تفصیل:	
عہد:	اسلامی دور حکومت: اموی خلافت
شخص:	المہلب بن ابی صفرۃ— گورنر
حکمران:	عبد المالک
علامت ٹکسال:	ب ی ش (بیشاپور) (اسلامی)
دھات:	چاندی
قسم سکہ:	درہم

کس طریقہ سے بنا:	ضرب لگا کر
تاریخ:	75ھ بمطابق 694ء-695ء
وزن:	4.066 گرام
چوڑائی:	31.8 ملی میٹر، بمطابق یونیورسٹی آف آکسفورڈ ہربرڈن کوائن روم
حوالہ نمبر اسلامی سکہ جات:	HCR10182, Heberden Coin Room

اس قسم کے سکہ جات کو 'عرب ساسانی سکہ جات' کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ ان کا بنیادی ڈیزائن وہی رکھا گیا جو کہ ساسانی دور سے چلا آرہا تھا صرف اس پر حکمران خلیفہ اور اقلیم کے گورنر کا نام پہلوی زبان میں کندہ کیا گیا تا کہ رعایا کو حکمران کا پتہ چل سکے اور عربی زبان میں 'بسم اللہ' یا 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' لکھا جاتا تھا تا کہ ریاستی مذہب کا اعلان و پرچار ہو جائے۔

دنیا کے بڑے بڑے عجائب گھروں اور لوگوں کے انفرادی مجموعہ قدیمی سکہ جات میں اس طرح کے اسلامی ادوار کے سکوں کی بالعموم اور اموی دور کے سکوں کی بالخصوص کئی قسمیں کافی مقدار میں مل جاتی ہیں۔

المہلب بن ابی صفرۃ کا نام بطور امیر یعنی گورنر ایک سے زیادہ مقامات کی ٹکسالوں سے جاری کردہ سکوں پر نقش ہوتا تھا جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

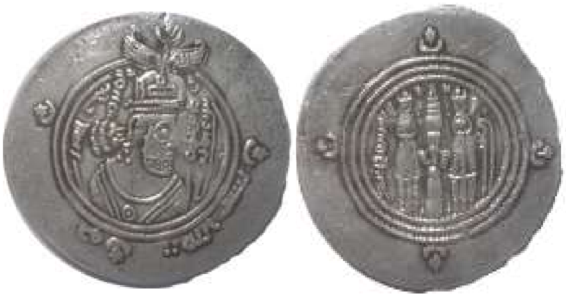

اولاً: سب سے زیادہ سکوں پر بیشاپور کا نام درج جو کہ 694ء سے لے کر 698ء تک کے عرصے میں جاری کیے گئے۔ بیشاپور جنوب مغربی ایران میں واقع فارس کے علاقہ کا ایک اہم شہر تھا۔

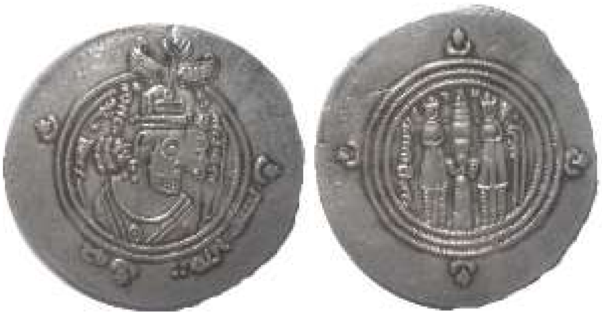

دوئم: اردشیر خاورّ یعنی اردشیر کی

مثال یہ بھی فارس کے قدیمی علاقے کے ایک صوبہ کا نام تھا جو کہ جنوب مغربی ایران میں واقع تھا۔ یہاں سے 695ء-698ء تک کے سکے المہلب کے نام سے جاری ہوتے رہے۔

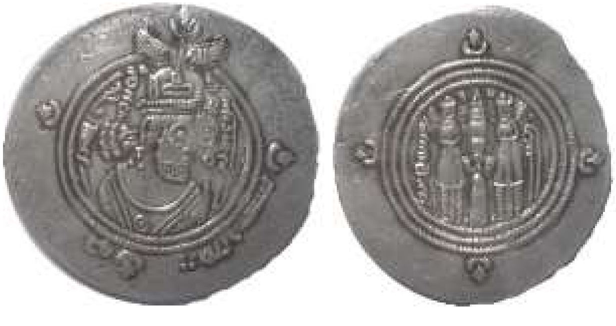

سوم: دار بگرد جو کہ اب ‘دارب’ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دارب کی ٹکسال سے بھی المہلب بن ابی صفرۃ کے سکے جاری ہوتے تھے جو کہ ایران کا قدیم ترین علاقہ کا ایک شہر ہے۔ شاہ نامہ فردوسی کے مطابق اس شہر کو دارا اول نے تعمیر کیا تھا۔ یہ شہر تقریبا 2500 سال سے زیادہ پرانا ہے۔ یہاں سے 695ء-698ء تک کے سکے المہلب کے نام سے جاری ہوتے رہے۔

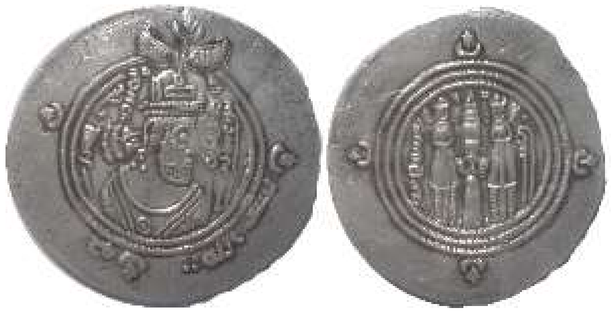

چہارم: اصطخر سے بھی المہلب کے سکے جاری ہوئے۔ یہ بھی جنوبی ایران میں واقع ایک قدیمی شہر ہے۔ آج کل اس کو ‘استخر’ لکھا اور بولا جاتا ہے۔ اس علاقہ نے ایران میں اسلام کی آمد کے وقت عربوں کو سخت مزاحمت دی تھی۔ یہ زرتشتی مذہب کا ایک اہم مرکز تھا جہاں زرتشتی عربوں کے ہاتھ فتح ہونے کے بعد بھی کافی عرصہ تک اس شہر میں رہتے رہے۔

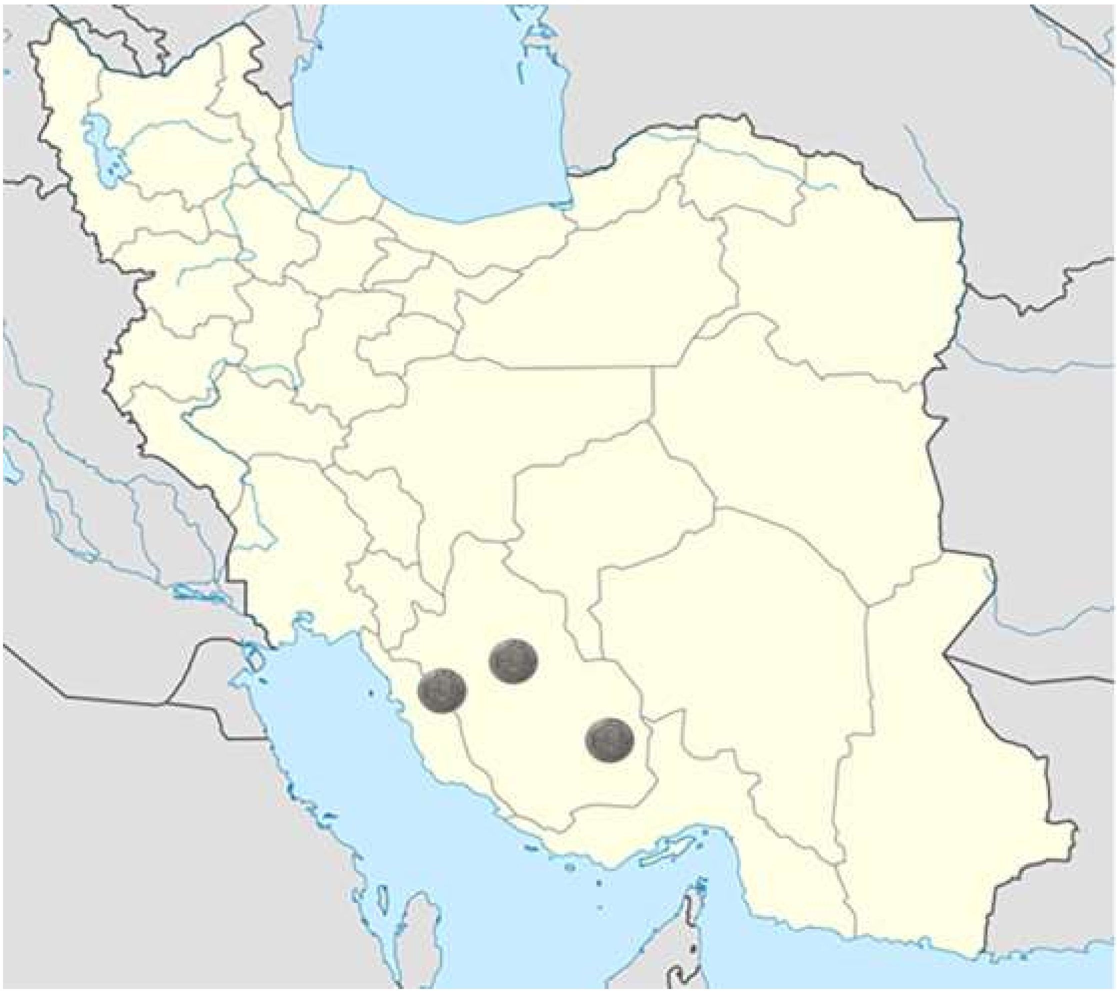

(اس نقشہ میں ان مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے جہاں جہاں سے المہلب بن ابی صفرۃ نے اپنے نام کے دراہم مضروب کرائے)

مندرجہ بالا تمام مقامات سے المہلب بن ابی صفرۃ کے سکّے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ساتویں صدی کی آخری دہائی میں موجودہ ایران کے جنوبی اور جنوب مغربی علاقوں —جو کہ پارس یا فارس کے نام سے جانے جاتے تھے— میں کلّی طور پر ابو سعید المہلب بن ابی صفرۃ کا جاری کردہ سکّہ رائج تھا۔ یہ اس بات کا مظہر ہے کہ اس بطلِ جلیل کی اسلامی دنیا میں کتنی مستحکم سیاسی اور عسکری حیثیت تھی۔

یہی وہ عرب اماراتی علاقے کا باشندہ، عمانِیُ الوطن، ازدی النسل جرنیل تھا جس نے سیستان سے مکران، پھر شمال میں قندھار سے کابل، اور پھر درۂ خیبر سے داخل ہو کر موجودہ پاکستان کے شہر ملتان تک اور ملتان سے آگے بڑھ کر قندبیل اور قیقان تک اسلام کے جھنڈے گاڑے۔ اپنا سکہ منوایا۔ لہذا ہم آج

کے تناظر میں المہلب بن ابی صفرۃ کو بجا طور پر عرب و عجم، پاکستان، افغانستان، ایران، خلیجی ریاستوں متحدہ عرب امارات اور سلطنت عمان کو تاریخی، مذہبی اور سماجی طور پر جوڑنے والا اولین اور حقیقی ہیرو کہہ سکتے ہیں۔ المہلب جیسی شان دار شخصیت سے ان سب علاقوں کا رشتہ یہاں کے رہائش پذیر قبائل اور مختلف اقوام سے بجا طور پر فخریہ انداز میں جڑا ہوا ہے۔

اموی دور کے دو اہم معتمدین

اموی دور میں حجاج بن یوسف الثقفی اور ابو سعید المہلب بن ابی صفرۃ الازدی غیر معمولی سیاسی اور عسکری طاقت رکھتے تھے۔ یہ دونوں اموی دور حکومت میں لا محدود اختیارات کے حامل تھے۔ بغاوتوں اور شورشوں کا خاتمہ، امن وامان کا قیام، محاصل کی جمع آوری، مفادِ عامہ اور رفاہی مراکز کی تعمیر یہی کروایا کرتے تھے۔

المہلب اور حجاج بن یوسف کی رشتہ داری

رشتہ میں حجاج بن یوسف الثقفی (661ء تا 714ء) المہلب بن ابی صفرۃ (236ء تا 702ء) کا داماد رہا۔

المہلب کی بیٹی 'ہند' حجاج بن یوسف کی زوجہ تھی۔ حجاج بن یوسف اور المہلب بن ابی صفرۃ اموی دور کی اہم حکومتی شخصیات تھیں۔ دونوں کا آپس میں قرابت اور اعتماد کا گہرا رشتہ تھا جو کہ اس شادی کی وجہ سے اور مزید مستحکم ہو گیا تھا۔

حجاج عراق کا گورنر تھا اور اپنی انتہائی سخت گیر بلکہ بسا اوقات ظالمانہ طبیعت سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔ وہ اس قدر سنگ دِل تھا کہ اس کی طعبیت کا یہ پہلو تاریخ اسلامی میں ضرب المثل بن گیا۔ اس کے باوجود یہ المہلب کی عسکری استعداد، جنگی حکمتِ عملی اور شجاعت کا قائل تھا۔ اگر ان دو شخصیات کا تقابل اور موازنہ کیا جائے تو انفرادی شخصی صلاحیتوں کے اعتبار سے المہلب کو حجاج بن یوسف پر اس لحاظ سے

فوقیت حاصل تھی کہ اس نے عسکری کامیابیاں محض تلوار کے زور پر حاصل نہیں کی تھیں بلکہ لمحہ بھر کے لیے بھی حکمت کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ حجاج بن یوسف کا عسکری دائرہ کار عراق تک محدود رہا جب کہ المہلب کی عسکری مہمات کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع تر تھا جو کہ نہ صرف عراق کے شمال اور جنوب میں اثر انداز ہوا بلکہ فارس، آذربائیجان، سجستان، مکران، خراسان، ماوراء النہر میں ثمرقند، افغانستان میں کابل، بلخ، اور سب سے بڑھ کر پاکستان میں بنوں، ملتان، قندابیل اور قیقان تک پھیلا ہوا تھا۔ تاریخ کے اس دور کا کوئی سپہ سالار اتنے وسیع تر علاقے پر کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار نہیں ہوا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تاریخِ اسلام کا انتہائی متشدد اور فتنہ انگیز گروہ یعنی خوارج کا بھی خاتمہ کم و بیش دو دہائیوں کی مستقل جنگ و جدل کے بعد المہلب کے ہی ہاتھوں ممکن ہوا۔ اس عظیم سپہ سالارِ اسلام کے ہاتھوں خطۂ پاکستان کے اکثریتی علاقوں میں اسلام کا آنا بھی بفضلہ تعالیٰ ایک شاندار اور قابلِ فخر تاریخی حقیقت ہے۔

* * *

باب ششم:

المہلب کی وصیتیں

باب ششم:

المہلب کی وصیت اور اقوالِ زریں

کسی شخصیت کی اپنی اولاد کے لیے کی گئی وصیت، اور اس کے الفاظ نہایت اہم ہوتے ہیں۔ المہلب کی شخصیت بھی اس حوالہ سے کوئی استثناء نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ المہلب کی وصیت بھی ہمارے دین کے حوالہ سے کسی شخص کی اولاد کے لیے تربیتی ادب کا ایک اعلٰی نمونہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ وصیت ہماری معاشرتی، سماجی، سیاسی، اور انتظامی امور ہائے زندگی کے لیے کئی پہلوں سے بھی ایک شہ پارہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابن اثیر نے 'الکامل فی التاریخ' میں المہلب کی موت کا واقعہ اور اس کی وصیت کو کافی تفصیل سے درج کیا ہے۔ المہلب کے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت کے الفاظ اور جملوں کی انتظامی امور میں اہمیت کا مختصر جائزہ ذیل میں درج ہے۔

> "جب کُش والوں سے مصالحت ہوگئی تو مہلب 'مرو' جانے کا قصد کر رہا تھا جب وہ مروروز میں پہنچا تو اس کے پیٹ میں ریاحی درد اُٹھا۔ بعض کہتے ہیں کہ جسم پر زخم تھے۔ اسی عارضہ سے اس کا وہیں انتقال ہوگیا۔ مرنے سے قبل نمازِ جنازہ کی وصیت اپنے لڑکے حبیب کے لیے کی تھی۔ چنانچہ اسی نے نماز پڑھائی۔ یہ بھی وصیت کی کہ میں اپنا جانشین یزید کو بناتا ہوں۔ آپس میں کسی قسم کا بھی اختلاف نہ رکھنا۔ کیونکہ المہلب کی دو بیویوں سے بیٹے تھے، لہٰذا دوراندیشی کے پیشِ نظر اس نے سب سے پہلے اپنی جاں نشینی کا معاملہ حل کیا۔ مفضل نے کہا کہ اگر آپ ان کا نام نہ بھی لیتے تو ہم لوگ اس کام کے لیے انہیں کو منتخب کرتے۔ پھر المہلب نے اپنے تمام لڑکوں کو بلایا اور ہر قسم کی ہدایات کیں۔ چند تیر منگوائے اور ان کو ایک ڈوری میں باندھ کر پوچھا کہ کیا تم لوگ اس کو توڑ سکتے ہو؟ لڑکوں نے کہا کہ نہیں۔ المہلب نے کہا: اسی طرح اتفاق سے رہنا چاہیے۔ یہ بات ہمارے معاشرہ میں کہانی اور حکایت

کے طور پر مشہور ہے۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ المہلب نے اپنے بیٹوں میں اتحاد قائم رکھنے اور اس کی اہمیت باور کرانے کے لیے یہ کچھ کیا تھا۔ میں تم کو اللہ سے تقویٰ کی اور صلہ رحمی کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ چیزیں آخرت میں بھی کام آنے والی ہیں۔ ان سے رِزق میں بھی وسعت ہوتی ہے۔ اولاد میں اضافہ ہوتا ہے۔ خاندانی نظام کو قائم رکھنے کا قرآن کے احکامات میں سب سے اول حکم ہی صلہ رحمی کا قائم رکھنا ہے۔ بے رحمی اور ظلم اللہ کو سخت ناپسند ہے اور یہ ان قبیح افعال میں سے ہے جن کی جزا، بدلہ، اور عذاب آخرت میں تو ہے ہی، دنیا میں بھی ملتا ہے۔ بے رحمی، ظلم و ستم سے سخت منع کرتا ہوں کیوں کہ یہ چیزیں انسان کو آگ میں ڈالتی ہیں۔ غربت اور تنگ دستی میں مبتلا کرتی ہیں۔ دنیا میں ذلیل و خوار رکھتی ہیں۔ اتفاق واتحاد، اطاعت و فرماں برداری تم پر فرض ہے۔ امیر کی فرماں برداری، اور حکام کی وفاداری المہلب کی شناخت تھی اور یہی وہ اپنی اولاد سے بھی چاہتا تھا۔ تمہارے افعال واعمال تمہارے اقوال اوراحکام سے زیادہ اچھے ہونے چاہییں ۔ آج کے دور کی انگریزی زبان کا محاورہ: "actions speak louder than words" اسی عربی کلیہ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ کسی سوال کا جواب جلد دیا کرو۔ زبان کی لغزشوں کا پورا لحاظ اور خیال رکھو۔ یہ اس لیے کہ اگر آدمی کا پاؤں پھسل جاتا ہے تو وہ پھر اُٹھ سکتا ہے، لیکن جب زبان پھسلتی ہے تو اس کی یاد دہانی کے لیے کافی ہے۔ بخل اور کنجوسی کی جگہ پر سخاوت اور دریادِلی اختیار کرو۔ بھلائی اور اچھے کاموں کے کرنے کی ہمیشہ عادت رکھو کیوں کہ اہلِ عرب کا خاصہ ہے کہ جب کوئی ان سے بھلائی کا وعدہ کرتا ہے تو اس کے لیے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔ اور اگر ان کے ساتھ بھلائی کی گئی اور تمہارا احسان رہا تو وہ کیا کچھ نہیں کر گزریں گے۔ ان جملوں سے المہلب کی زندگی میں عرب حمیت کی اہمیت اور اس کی مرکزیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لڑائی کے وقت تدبیر اور جنگی مصالح سے کام لو کیوں کہ شجاعت

اور بہادری سے زیادہ مفید اس وقت یہی عمل (مصالح) ہوتا ہے جب لڑائی شروع ہوتی ہے تو قضائے الٰہی پہنچ جاتی ہے۔ بہادری حکمت کے بغیر وصول ہوتی ہے۔ یہ اتنی اہم بات ہے کہ ہر جنگ میں اور جنگی مقابلہ میں یادر کھنے کا دائمی نسخہ ہے۔ آدمی اگر اپنی تدبیر سے فتح یابی حاصل کرتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ: اس نے اپنی تدبر سے کامیابی حاصل کرلی اور ہر طرف اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ ناکام ہوتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے، اس نے کوشش میں کوتاہی نہیں کی، بلکہ قضائے الٰہی غالب آئی۔ یہ سوچ المہلب سے مخصوص ہے۔ یہ اس کی خوش بینی کا ایک پہلو اجاگر کرتی ہے، جو المہلب اپنے بچوں میں بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ تم پر نشر سنت، تلاوتِ قرآن اور بزرگوں کی تعظیم واجب ہے۔ ایک باعمل مسلمان کی شخصیت سازی کے لیے یہ تین خواص خصوصی اہمیت رکھتے ہیں جو ہر مسلمان باپ اپنی اولاد میں دیکھنا پسند کرتا ہے۔ زیادہ بولنے سے پرہیز کرو۔ ان بہترین نصائح کے بعد مہلب کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔"

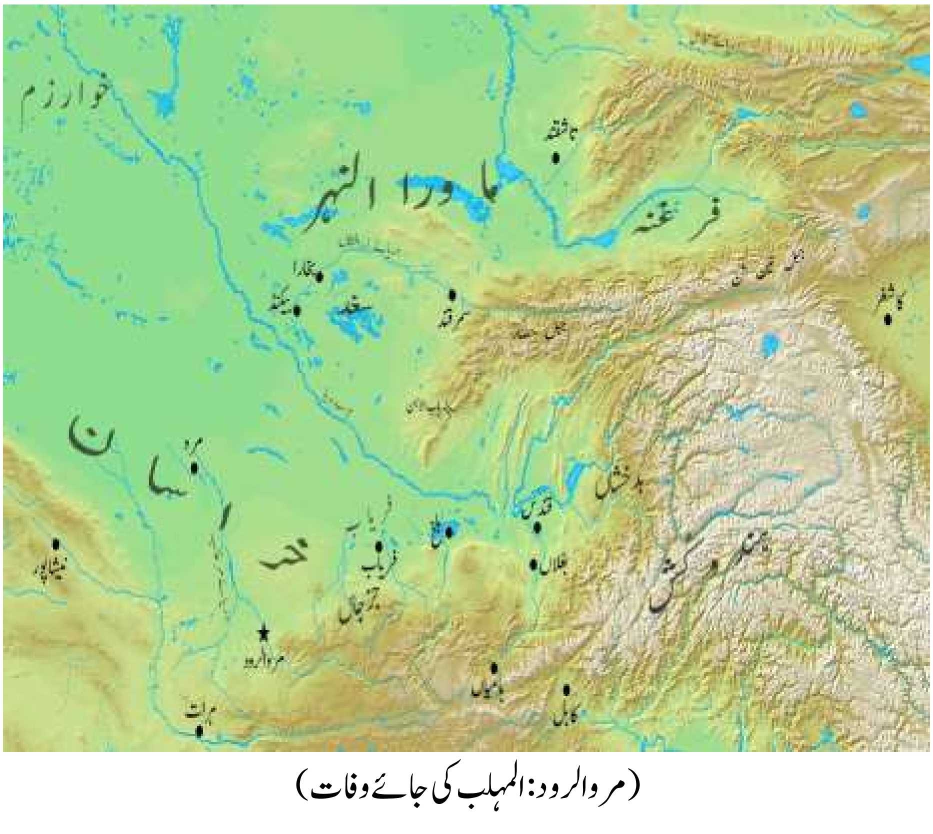
خوارزم
ماوراالنہر
تاشقند
فرغنہ
بخارا
بیکند
سغد
سمرقند
کاشغر
خراسان
مرو
نیشاپور
فریاب
جوزجان
بلخ
قندوز
بدخشاں
ہندوکش
مروالرود
ہرات
بامیان
کابل

(مروالرود: المہلب کی جائے وفات)

اس عہد کے ایک مشہور شاعر نہاد بن توسعۂ تمیمی نے المہلب کے انتقال پر مرثیے میں چند اشعار کہے تھے جنہیں ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

الا ذهب المعروف والعز الغنىٰ
ومات الندى والوجود بعد المهلب
افسوس کہ نیکی وسعادت، عزت ودولت، جود سخاوت
المہلب کے بعد سب فنا ہوگئیں۔
أقام بمرو الروذ رهن ضريحة
وقد غاب عنه كل مشرق ومغرب
مقام مروروذ میں مدفون ہوا۔ اور تمام مشرق اور
مغرب اس کی نظروں میں اوجھل ہوگیا۔
اذا قيل اى الناس اولىٰ بنعمة
على الناس قلنا هو ولم نتهيّب
اگر کوئی پوچھے کہ تمام لوگوں میں ذی مرتبہ کون ہے؟
تو میں بلاخوف خطر المہلب کا نام پیش کروں گا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب المہلب کا انتقال ہوا تو یزید بن المہلب نے حجاج کو اس کی اطلاع دی اور حجاج نے اس کو خراسان کا حاکم بنادیا۔[1]

المہلب کی موت اور اپنے بیٹوں کو وصیت کرنے کے واقعے کا ذکر ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ”المہلب اپنی موت تک خراسان کا والی رہا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کیا اور اسے قضایا واسباب کی وصیت کی۔ جو باتیں المہلب نے یزید سے کہیں ان میں یہ بات بھی تھی کہ: ’اے بیٹے! عقل مند

---

[1] الکامل فی التاریخ، ج4، ص91و92

> حاجب اور دانا اور اچھی ہیئت والا کاتب تلاش کر۔ بلا شبہ آدمی کا حاجب، اس کا چہرہ اور اس کا کاتب اس کی زبان ہوتا ہے۔ پھر وہ ذوالحجہ 83ھ کو زاغول بستی —جو خراسان کی ولایت میں مروالروذ کے مضافات میں واقع ہے— میں وفات پا گیا۔

ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے المہلب کا ایک نہایت ہی خوبصورت جملہ مندرجہ ذیل انداز میں ایک خوبصورت تمہید کے ساتھ یوں نقل کیا ہے۔

> ”المہلب کے لطیف کلمات اور ملیح اشارات اس کے مکارم پر اور اچھی شہرت اور ثنائے جمیل میں اس کی رغبت پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کا قول ہے: زندگی، موت سے بہتر ہے اور اچھی ثناء، زندگی سے بہتر ہے اور اگر مجھے وہ کچھ دیا جائے جو کسی کو نہیں دیا گیا تو میں پسند کروں گا کہ مجھے وہ کان ملے جس سے میں وہ سنوں جو میرے بارے میں کل جب میں مر جاؤں گا، کہا جائے گا۔“[1]

المہلب کو اپنے بیٹوں کو اتحاد کی اہمیت بنانے کے لیے جو عملی مثال دی اور ایک مشہور حکایت بھی بنی جس کو ابنِ خلکان نے بھی اپنی تاریخ میں اس طرح بیان کیا ہے:

> ”جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس کے جو بیٹے موجود تھے اس نے انہیں جمع کیا اور تیر منگوائے اور ان کا گھٹا بنایا گیا۔ پھر اس نے کہا: کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان کو اکٹھے ہونے کی حالت میں توڑ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ المہلب نے کہا کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان کو الگ الگ ہونے کی صورت میں توڑ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! المہلب نے کہا: جماعت ایسے ہی ہوتی ہے۔ پھر وہ مر گیا۔“[2]

المہلب کی وصیت کے الفاظ اپنی فصاحت و بلاغت اور حکمت و فراصت کی وجہ سے عربی ادب کا

---

[1] تاریخ ابن خلکان، ص 401 تا 402

[2] تاریخ ابن خلکان، ص 402

حصہ بن چکے ہیں اور باقاعدہ طور پر 'المہلب کی وصیت' کے عنوان سے عربی زبان کے ادبی نصاب میں شامل ہیں۔ نصاب میں درج وصیت کی عبارت درج ذیل ہے:

وصية المهلب بن ابى صفرة

فأوصيكم بتقوى الله وصلة الرحم، فان صله الرحم تنسئ في الأجل، وتثرى المال، وتكثر العدد، وأنهاكم عن القطيعة، فإن القطيعة تعقب النار، وتورث الذلة والقلة، فتحابوا وتواصلوا، وأجمعوا أمركم ولا تختلفوا، وتباروا تجتمع أموركم، إن بني الأم يختلفون، فكيف ببني العلات! وعليكم بالطاعة والجماعة، وليكن فعالكم أفضل من قولكم، فإني أحب للرجل أن يكون لعمله فضل على لسانه، واتقوا الجواب وزلة اللسان، فإن الرجل تزل قدمه فينتعش من زلته، ويزل لسانه فيهلك اعرفوا لمن يغشاكم حقه، فكفى بغدو الرجل ورواحه إليكم تذكرة له، وآثروا الجود على البخل، وأحبوا العرب واصطنعوا العرف، فإن الرجل من العرب تعده العدة فيموت دونك، فكيف الصنيعة عنده! عليكم في الحرب بالأناة والمكيدة، فإنها أنفع في الحرب من الشجاعة، وإذا كان اللقاء نزل القضاء، فإن أخذ رجل بالحزم فظهر على عدوه قيل: أتى الأمر من وجهه، ثم ظفر فحمد، وإن لم يظفر بعد الأناة قيل: ما فرط ولا ضيع، ولكن القضاء غالب وعليكم بقراءة القرآن، وتعليم السنن، وأدب الصالحين، وإياكم والخفة وكثرة الكلام في مجالسكم، وقد استخلفت عليكم يزيد، وجعلت حبيبا على الجند حتى يقدم بهم على يزيد، فلا تخالفوا يزيد.[1]

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو صلہ رحمی کرو کیونکہ اس سے عمر بڑھتی ہے اور جان ومال کی زیادتی ہوتی ہے۔ تفریق سے بچتے رہنا کیونکہ اس کالازمی نتیجہ آخرت میں دوزخ ہے اور دنیا میں ذلت و کم زوری ہے۔ آپس میں دوستی اور ملاپ رکھنا۔ اپنے مقصد کو متحد کرنا اور اختلاف کو گنجائش نہ دینا۔ ایک دوسرے

---

[1] التعازي [والمراثي والمواعظ والوصايا]، ص153

کے ساتھ نیکی کرتے رہنا اس سے تمہاری حالت درست رہے گی۔ جب حقیقی بھائیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے تو علاتی بھائیوں کا ذکر ہی کیا ہے۔ تم پر ایک دوسرے کی اطاعت اور آپس میں اتحاد رکھنا فرض ہے۔ تمہارے افعال ہمیشہ تمہارے اقوال سے افضل رہیں کیونکہ میں ایسے ہی شخص کو پسند کرتا ہوں جس کے کام اس کے دعووں سے زیادہ بہتر ہوں۔ ایسی باتوں سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ جس کی وجہ سے تمہیں جواب دہ ہونا پڑے۔ اور ہمیشہ اپنی زبان کو لغزشوں سے بچانا۔ یاد رکھو کہ اگر کسی شخص کا پاؤں پھسل جائے تو وہ سنبھل سکتا ہے مگر جس کی زبان اس کے قابو میں نہ ہو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ جو شخص تمہارے پاس آیا جایا کرے اس کے ساتھ مراعات کا سلوک کرنا اور اس کے حقوق کا لحاظ رکھنا۔ اس کا صبح و شام تمہارے پاس آنا ہی اس کی یاد دہانی کے لیے کافی ہو۔ بجائے بخل کے سخاوت اختیار کرنا۔ عربوں کو محبوب رکھنا اور ان پر احسان کرتے رہنا۔ عرب وہ قوم ہے جس کا ہر فرد محض تمہارے زبانی وعدہ پر اپنی جان تک قربان کر دے گا۔ چہ جائے کہ تم کوئی احسان اس پر کرو گے تو وہ کیا کچھ تمہاری خاطر نہ کر گزرے۔ لڑائی میں ہمیشہ تدبر و تامل اور چالوں سے کام لینا۔ کیونکہ یہ باتیں جنگ میں محض شجاعت دکھانے سے زیادہ کارآمد ہیں۔ جب دو حریفوں میں مقابلہ ہوتا ہے تو وہ جو قسمت میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے، البتہ کوئی شخص اگر حزم و احتیاط سے کام لے اور اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے نہایت ہی قابلیت سے کارروائی کر کے فتح حاصل کی اور اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ اگر اس قدر حزم و احتیاط سے کام لینے کے باوجود اسے ناکامی کا سامنا ہوتا ہے تب بھی لوگ اس پر الزام نہیں رکھتے بلکہ کہتے ہیں کہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی اور نہ اس سے کوئی لغزش ہوئی مگر کیا کیا جائے کہ قسمت غالب تھی، اس کے سامنے کوئی کیا کر سکتا ہے۔ ہمیشہ کلام پاک کی

> تلاوت جاری رکھنا۔ رسول اللہ ﷺ کی علم کی سنت اور نیک لوگوں کے طریقہ زندگی کو اپنا معیار زندگی بنانا۔ خفیف حرکتوں اور اپنی مجلسوں میں زیادہ یاوہ گوئی سے اجتناب کرنا۔ میں (اپنے بیٹے) یزید بن المہلب کو اپنا جاں نشین مقرر کرتا ہوں اور (اپنے دوسرے بیٹے) حبیب بن المہلب کو اس وقت تک کے لیے فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کرتا ہوں جب تک کہ یہ اسے یزید بن المہلب کے پاس پہنچادیں تم لوگ یزید بن المہلب کی مخالفت نہ کرنا۔[1]

المہلب کے بتائے ہوئے انتظامی اصول

بلاشبہ المہلب کی وصیت آج بھی سنہری الفاظ میں لکھنے کے قابل ہے۔ المہلب نے اپنے بیٹوں کو حکمرانی کے وہ بنیادی طریقے اور گُر بتا دیے، جن سے آج بھی بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ بلکہ ہماری دانست میں المہلب کی وصیت کے کچھ جملوں کو ان تربیتی اداروں کے نصاب میں پڑھایا جانا چاہیے جو ہمارے افسران کی تعلیم و تربیت کے لیے مخصوص ہیں، جیسے سی ایس ایس اکیڈمی وغیرہ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انگریز کی بیوروکسی کے ذریعے حکمرانی کے کئی اصول المہلب کے اصولوں کے یکسر اُلٹ ہیں۔ المہلب کے حکمرانی کے اصول عوام دوست اور سول سروس کے مطلوبہ تقاضوں کے قریب ترین ہیں۔ المہلب نے سول سروس یا کسی قسم کے سول عہدے کے معیار کو از خود سیدھا رکھنے کے لیے وہ معیارات اور اصول پیش کیے ہیں جو اس نے اپنے لیے بھی رکھے تھے وہ مرتے دم تک ان اصولوں کا کاربند رہا۔ وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو بھی وصیت کر کے گیا۔

> ’زندگی، موت سے بہتر ہے۔ اچھی ثناء، زندگی سے بہتر ہے۔ اگر مجھے وہ کچھ دیا جائے جو کسی کو نہیں دیا گیا تو میں پسند کروں گا کہ مجھے ایسی قوت سماعت ملے جس سے میں

---

[1] المہلب بن ابی صفرہ کے بعد اس کا بیٹا یزید بن المہلب بھی اموی دور حکومت کا ایک قابلِ ذکر سپہ سالار رہا۔

وہ بات سن پاؤں جو میری موت کے بعد میرے بارے میں کہا سنا جائے گا۔'[1]

یعنی انسان کی ساکھ ہی سب کچھ ہے۔ ایک حکومتی سربراہ، وزیر یا اہل کار جو بھی ہو، اگر اسے اپنی ساکھ (Reputation) کی فکر ہو گی تو معاملات ٹھیک رہیں گے ورنہ کوئی بھی چیز نظام کو خراب ہونے سے نہیں روک سکتی۔ اگر کسی کو اپنی ساکھ (reputation) کی فکر نہیں تو کوئی فائدہ قانون اس اہل کار کو غلط کام کرنے سے زیادہ دیر نہیں روک سکتا ایسا شخص اگر خود خیانت اور غلط کاری کا راستہ نہ بھی بنائے تب بھی ایسا موقع ملنے پر فوراً ہی خیانت، بددیانتی یا غلط کام کر لیتا ہے کیونکہ اس میں ضمیر اور خودداری نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی جو اسے اس کی ساکھ (reputation) قائم رکھنے پر پابند رکھے۔

ہماری دانست میں المہلب کی وصیت کے یہ وہ سنہرے جملے ہیں جو نہ صرف CSS اکیڈمی کے نصاب میں ہونے چاہییں بلکہ انتظامی تربیت (Administrative Training) سے متعلقہ ہر کورس میں پڑھانے چاہییں۔

* * *

---

[1] ابن خلکان، ص 401

المہلب کے خطوط

المہلب کے خطوط تاریخ اسلامی کی کتب میں محفوظ ہیں۔ یہ خطوط ہمیں اس عہد کی سیاست اور خصوصاً اموی دور کے انتظامی امور کو سمجھنے میں بہت زیادہ مدد دیتے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر ان کے ذریعہ المہلب کی شخصیت کی خداداد عسکری اور انتظامی صلاحیتوں اور قابلیت کو جاننے کا بھی موقعہ ملتا ہے۔ یہ خطوط اس بات کی بھی غمازی کرتے ہیں کہ حکومتی معاملات کا مواصلاتی رابطے پر انحصار ہمیشہ سے کتنا اہم رہا ہے جو کہ اس زمانے میں انتہائی دشوار اور دقت طلب تھا۔ پھر بھی اُس عہد کے حکمرانوں، مہمات کے سپہ سالاروں اور مرکز کے قائدین نے حتی المقدور اسے قائم رکھا، جس سے آج کے دور میں —جو کہ مواصلاتی رابطے کا ہی دور کہلاتا ہے— ہمارے لیے اس کی اہمیت مزید اُجاگر کرتا ہے۔ جنگی اور انتظامی معاملات میں مواصلاتی رابطے کی تیز رفتاری اور غیر منقطع رابطے کے قیام کا ہونا آج بھی حربی بالادستی قائم رکھنے کی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔

برِّ صغیر کے مسلمانوں کے لیے اس رابطے کی اہمیت سمجھنا دوچند اس لیے ہو جاتا ہے کہ 1857ء کے غدر میں انگریز اس وجہ سے بھی کامیاب ہو پایا کہ اس نے اس وقت اپنی چھاونیوں کو ٹیلی گرام کے مواصلاتی رابطے سے جوڑا ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ اپنی مختلف چھاونیوں میں بیک وقت اور بروقت ان کاروائیوں کا تدارک کر پایا جو ان کے خلاف مقامی باشندے کر رہے تھے۔ مقامی لوگوں کی اس دفاعی جدوجہد کو بعد میں کچھ انگریز کے پٹھوؤں نے بغاوت کا نام دیا۔ دوسری طرف قوم پرست مسلمان مؤرخین نے اس کو 'جنگِ آزادی' کا نام دیا اور اسلام پرست مسلمانوں نے اس کو "غدر" سے تعبیر کیا۔ اس وقت انگریزی عددی اعتبار سے مقامی آبادی کے ایک فیصد سے بھی کم تھا لیکن نظم وضبط، عسکری سازوسامان کی برتری سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ اس وقت کی ٹیکنالوجی کے ذریعہ اس کی فوج میں

پورے ملک کے طول و عرض میں ایک مربوط اور مستحکم رابطہ موجود تھا جو کہ مقامی آبادی اور قیادت میں ناپید تھا۔ یہ ٹیکنالوجی ہمارے پاس موجود ہی نہیں تھی۔ اور یہ ہی **communication** ٹیکنالوجی انگریز کی کامیابی کا باعث بنی۔ ٹیکنالوجی کا یہ فرق نہ صرف آج بھی موجود ہے بلکہ بڑھ گیا ہے۔ یہ ہماری تاریخ کا ایک اہم موڑ تھا جس پر یہ ایک جملہ معترضہ تھا جسے ہم نے یہاں اس لیے بیان کیا کہ ہمیں اپنی تاریخ سے مستقل سبق سیکھتے رہنا چاہیئے۔

المہلب کے خطوط عربی زبان وادب کی بلاغت کے بھی غماز ہیں کہ اکثر اس نے اپنے خطوط میں حقیقی واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ ایک ادبی شاہ پارہ بھی بن جاتا ہے-مثلاً: جب ازرقی خوارجی گروہ کوفہ سے بھاگ کر فارِس کے شہر اہواز کی طرف گیا تو المہلب نے کوفیوں کے اصرار پر ان کا پیچھا اہواز تک کیا اور ان کی قوت کو بکھیر دیا-اس متشدد گروہ کے خلاف المہلب نے اپنی اس فتح کی خبر الحارث بن عبد اللہ کو ایک شاندار ادبی انداز میں مندرجہ ذیل دو خطوط کے ذریعے دی۔

كتاب المهلب إلى الحارث بن عبد الله

① كتب بذلك إلى الحارث بن عبد الله بن أبى ربيعة أمير البصرة كتابا يقول فيه: «بسم الله الرحمن الرحيم، أما بعد: فإنا منذ خرجنا نؤمّ هذا العدو، في نعم من الله متصلة علينا، ونعمة من الله متتابعة عليهم، نقدم ويحجمون، ونحلّ ويرتحلون، إلى أن حللنا سوق الأهواز، والحمد لله رب العالمين، الذى من عنده النصر وهو العزيز الحكيم.»[1]

المہلب نے حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ، امیر بصرہ، کے نام خط لکھا کہ: ”اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے، جب سے ہم (لشکر کشی کے لیے) نکلے ہیں تا کہ ہم اس دشمن کی راہ روک سکیں، اللہ کی طرف سے برکتیں ہم پر جاری ہیں، اور خدا کی طرف سے اُن پر بھی ہیں۔ ہم آگے نکلتے ہیں تو وہ پڑاؤ ڈال کر رک

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص98

> جاتے ہیں، ہم رکتے ہیں تو وہ کوچ کر جاتے ہیں، یہاں تک کہ ہم بازار اہواز پر پہنچے، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے، جس نے وہاں (اہواز) پر ہمیں اپنی مدد سے نوازا اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔

ازرقیہ کے خلاف المہلب جب اہواز سے آگے بڑھے تو اس پیش قدمی کی اطلاع انہوں نے ایک خط کے توسط سے دی جس کے مندرجات درج ذیل ہیں:

وكتب المهلّب بن أبي صفرة إلى الحارث بن عبد الله بعد الوقعة

(۲) وكتب المهلّب بن أبي صفرة إلى الحارث بن عبد الله بعد الوقعة: «بسم الله الرحمن الرحيم، أما بعد: فإنا لقينا الأزارقة المارقة بجدّ وجدّ، فكانت في الناس جولة، ثم ثاب أهل الحفاظ والصّبر بنيّات صادقة، وأبدان شداد، وسيوف حداد، فأعقب الله خير عاقبة، وجاوز بالنّعمة مقدار الأمل، فصاروا دريئة رماحنا، وضرائب سيوفنا، وقتل الله أميرهم ابن الماحوز، وأرجو أن يكون آخر هذه النعمة كأوّلها، والسلام».[1]

المہلب بن ابی صفرہ نے اس واقعہ کے بعد حارث بن عبد اللہ کو لکھا: ”اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، جیسا کہ: ہم حد سے گزر جانے والے گروہِ ازارقہ سے جوش وجذبے سے لڑنے کے لیے مد مقابل ہوئے۔ لوگوں میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ اہل حفظ وصبر خلوصِ نیت کے ساتھ (حملے کے لیے) پلٹے۔ طاقت ور جسم اور تیز دھاری تلواریں (بھی درمیان میں تھیں) پس اللہ نے بہترین نتیجہ نکالا، اور ہمارے اوپر ہماری امیدون سے بھی زیادہ فضل کیا، چنانچہ وہ ہمارے نیزوں کے اہداف بنے اور ہماری تلواروں کے زیر ضرب آئے۔ اور اللہ نے ان کے امیر ابن الماحوز کو (ہمارے ہاتھوں) قتل کرایا۔ اور مجھے امید ہے کہ اس نعمت (جنگی مہم) کا آخری حصہ بھی ابتدا جیسا ہو گا۔ والسلام!“

---

[1] جمہرۃ رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص99

المہلب اور حجاج بن یوسف کی خط و کتابت

المہلب اور حجاج بن یوسف کے درمیاں خط و کتابت اموی دور کے ایک اہم پہلو کی دستاویزی شہادت ہمارے سامنے لاتا ہے۔ اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی فتوحات کے اس سنہری دور میں اسلامی سلطنت کے عسکری اور انتظامی قائدین مرکز اور سلطنت کی سرحدوں کے مابین لمحہ بہ لمحہ بدلتی صورت حال پر مواصلاتی رابطے کے قیام کی اہمیت سے واقفیت رکھتے تھی۔ اس نظام کی وجہ سے مرکز اپنی سلطنت کے سرحدی معاملات سے ہر وقت بخوبی واقف رہتا تھا اور دور افتادہ سرحد پر موجود عسکری قیادت کو مرکزی قیادت کے احکامات و خواہشات کی صحیح طور پر آگہی رہتی تھی۔

دوسری بات یہ کہ حجاج بن یوسف اور المہلب کے خطوط سے ہمیں یہ امر بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی سیاسی اور عسکری ہر دو قیادتوں میں تبادلۂ خیالات بھی ہوتا تھا۔ کیوں کہ زمینی حقائق کا عسکری قیادت کو زیادہ ادراک ہوتا تھا لہٰذا عسکری قیادت کی بات کچھ معاملات میں سُنی اور مانی بھی جاتی تھی۔ جس کی مثال مندرجہ ذیل چند خطوط سے واضح ہوجاتی ہے کہ حجاج بن یوسف الثقفی جو کہ اُموی دور کا سخت ترین منتظم تھا، جس وجہ سے اس کا نام ظلم و بربریت کا مترادف بھی سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں کئی موقعوں پر المہلب جیسے سپہ سالار کے دلائل سننے کے بعد اپنی رائے اور خواہشات کو تبدیل کرتا بھی نظر آتا ہے۔

حجاج بن یوسف اپنی سخت گیری کی وجہ سے جنگ و قتال ہی کو ہر مسئلے کا حل سمجھتا تھا جب کہ المہلب جو کہ اس وقت کے صفِ اول کے سپہ سالاروں میں شامل تھا سلطنتِ اسلامی کے ایک وسیع علاقے پر اس کی فتوحات کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے، شکست و ناکامی کبھی اس کا مقدر نہیں بنی تھی، اس کے باوجود وہ جنگ و قتال کے اوپر سیاست اور حکمت کا راستہ اپنانے کا قائل تھا۔ اگر حکمت و سیاست سے کامرانی حاصل ہو تو اس کو اپناتا تھا۔ یہ المہلب کی ایک انتہائی امتیازی صفت ہے۔ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ دنیا بھر کی عسکری قیادت میں آج اس طرز کی سوچ کو تقویت ملتی جارہی ہے۔

المہلب کی حجاج بن یوسف کے ساتھ درج ذیل خط و کتابت ان کے اس شخصی وصف کو نمایاں کرنے کے لیے کافی ہے۔

كتب الملهب الى الحجاج بن يوسف

۳ كتب الملهب الى الحجاج بن يوسف: ليس قبلي إلا مطيع، وإن الناس إذا خافوا العقوبة كبروا الذب، وإذا أمنوا العقوبة صغروا الذنب، وإذا يئسوا من العفو أكفرهم ذلك، فهب لي هؤلاء الذي سميتهم عصاة، فإنما هم فريقان أبطال، أرجو أن يقتل الله بهم لعدو ونادم على ذنبه۔[1]

المہلب نے حجاج کو لکھا: مجھ سے پہلے فرمانبردار کے سوا کوئی نہیں تھا۔ اگر لوگ سزا سے ڈر جائیں تو نافرمانی کو بہت بڑا سمجھتے ہیں، اور اگر سزا سے (خود کو) محفوظ سمجھیں تو گناہ کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اگر معافی سے ناامید ہو جائیں تو کافر (نافرمان) ہو جاتے ہیں۔ پس آپ جنہیں گنہگار (نافرمان) گردانتے ہیں وہ میرے (لشکر کو تقویت دینے کے لیے میرے) حوالے کر دیں۔ کیونکہ وہ ایسے بہادر ہیں جن سے مجھے امید ہے کہ خدا ان کے ذریعے دشمن کو مار ڈالے گا اور (مجھے امید ہے کہ یہ بہادر جنہیں نافرمان سمجھا جا رہا ہے وہ) اپنے گناہوں پر پچھتاوا بھی کریں گے۔

اس خط میں المہلب نے جماعت کا نظم قائم رکھنے کے لیے سخت گیری اور جماعت کے لوگوں کی اپنے امیر سے وفاداری کے تقابل اور اس میں توازن کی اہمیت کو انتہائی بلیغ انداز میں بیان کیا ہے۔ المہلب اپنے سپاہیوں میں ہمیشہ دِل سے مقبول رہا۔ اسی لیے اس کی فوج اس پر جاں نثار کرتی تھی اور جس امر کا تذکرہ ہم اس عہد میں کہے گئے متعدد اشعار کے ذریعہ سابقہ صفحات میں بیان بھی کر چکے ہیں۔

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے اپنی سخت گیر طبیعت کے سبب المہلب کو ایک طعنوں سے بھرا خط لکھا، اور انہیں قتال پر مندرجہ ذیل طریقہ سے اکسانا چاہا:

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية،، ج2، ص145

کتاب الحجاج إلى المهلب

۴ وكتب الحجاج إلى المهلب: أما بعد، فإنه بلغني أنك أقبلت على جباية الخراج، وتركت قتال العدو، وإني وليتك وأنا أرى مكان عبد الله بن حكيم المجاشعي، وعَبّاد بن حصين الحَبِطي، واخْترتك وأنت من أهل عُمان ثم رجل من الأزد فالقهم يوم كذا في مكان كذا وإلا أَشْرَعْتُ إليك صدر الرمح والسلام.[1]

حجاج بن یوسف نے مہلب کو خط لکھا: اس کے بعد کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ٹیکس وصول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور دشمن سے لڑنا چھوڑ دیا ہے۔ میں تمہیں عبداللہ بن حکیم المجاشہ اور عباد بن حسین الحبتی کی جگہ دیکھ رہا ہوں اور (یہ بھی معلوم ہو کہ) میں نے تمہیں چنا ہے (اس کی وجہ یہ تھی کہ) تم اہل عمان میں سے تھے، پھر ازد کے فرد تھے۔ پس تم فلاں دن، فلاں جگہ پر پہنچ کر (دشمن کا) مقابلہ کرو ورنہ میں تم پر نیزے برسانا شروع کر دوں گا۔ والسلام

حجاج کے طعنوں سے بھرے اس خط کا جواب المہلب نے نہایت مدلل اور باوقار انداز میں دیا۔ یعنی المہلب کسی بات پر فوراً برانگیختہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ہر بات کا ٹھنڈے دل و دماغ سے معقول جواب دیتا تھا۔ یہ بھی ایک سپہ سالار کی خوبی ہوتی ہے کہ وہ کسی بات کا ردِ عمل کیسے دکھاتا ہے۔

فكتب إليه المهلب: ورد عليّ كتابك تزعم أني أقبلت على جباية الخراج، وتركت قتال العدوِّ، ومَن عجز عن جباية الخراج، فهو عن قتال العدوِّ أعجز، وزعمت أنك وليتني وأنت ترى مكان عبد الله بن حكيم، وعَبّاد بن حصَين، ولو وليتهما لكانا مستحقين لذلك في فضلهما وغَنائهما وبطشهما، واخترتني وأنا رجل من الأزد ولعمري إن شرًّا من الأزد لقبيلة تُنازعها ثلاثُ قبائل لم تستقر في واحدة منهن، وزعمت أني إن لم ألقهم في يوم كذا في مكان كذا أشرَعْتَ إليّ صدر الرمح، فلو فعلت

---

[1] جمهرة رسائل العرب فی عصور العربیة، ج2، ص146

لقلبتُ إليك ظهر المِجنّ والسلام. [1]

المہلب نے جوابی خط میں لکھا کہ: آپ کا خط میرے پاس آیا جس میں دعویٰ کیا گیا کہ میں نے ٹیکس وصول کرنا قبول کر لیا ہے، اور دشمن سے لڑنا چھوڑ دیا ہے، اور جو ٹیکس وصول کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ دشمن سے لڑنے کے قابل نہیں ہے۔ اور آپ نے دعویٰ کیا کہ آپ نے مجھے عبداللہ بن حکیم اور عباد بن حصین کی جگہ پر مقرر کیا ہے اور اگر آپ انہیں مقرر کرتے تو وہ اپنے فضل، غنا اور سخت پکڑ کی وجہ سے اس (عہدے) کے مستحق تھے۔ میں ازد قبیلہ کا فرد ہوں مجھے اپنی زندگی (جان) کی قسم ہے ازد سے بھی بدتر وہ قبیلہ ہے جو تین قبیلوں سے لڑ رہا ہے، جن میں سے کوئی بھی استقرار پذیر نہیں ہوا۔ آپ نے یہ گمان کیا ہے کہ اگر میں فلاں دن اور فلاں جگہ دشمن کے مدِ مقابل نہ ہوا تو آپ نیزہ میری طرف برساتے۔ آگر آپ ایسا کرتے تو میں ڈھال کی پشت آپ کی طرف موڑتا۔ والسلام![2]

حجاج کی سخت گیری

كتب الحجاج إلى المهلب

۵ وكتب الحجاج إلى المهلب: «أما بعد، فإنك لو شئت فيما أرى اصطلمت هذه الخارجة المارقة، ولكنك تحب طول بقائهم لتأكل الأرض حولك، وقد بعثت إليك البراء بن قبيصة لينهضك إليهم إذا قدم عليك بجميع المسلمين، ثم جاهدهم أشد الجهاد، وإياك والعلل والأباطيل والأمور التي ليست لك عندي بسائغة ولا جائزة، والسلام.» [3]

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص146

[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری قیادت کا ٹھنڈے دل اور دماغ کا ہونا کتنا اہم ہوتا ہے۔

[3] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص149

الحجاج نے المہلب کو لکھا: ”جہاں تک میری رائے ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم اس باغی گروہ کا قلعہ قمع کر سکتے ہو۔ مگر تم وہاں طویل عرصہ رہنے کے خواہش مند ہو تا کہ وہاں کی زمین پر قبضہ کر سکو۔ مگر میں نے براء بن قبیصہ کو تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ وہ تمہیں اور تمہارے ساتھ تمام مسلمانوں کو ان کے خلاف پیش قدمی کرنے پر ابھار سکے۔ پس ان کے خلاف سخت جہاد کرو، خبر دار رہو! تمام مسائل سے اور جھوٹی خبروں سے اور ان تمام اُمور سے خبر دار رہنا جو تمہارے معاملات میں سے جو میرے نزدیک جائز اور پسندیدہ نہیں ہیں۔ والسلام!۔“

المہلب کا حجاج کو دو ٹوک جواب

المہلب کے درج ذیل جوابی خط سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ المہلب اپنی رائے کے اظہار میں دو ٹوک تھا، کیوں کہ اس کی نظر محاذ اور جنگی میدان کے زمینی حقائق پر مبنی ہوتی تھی نہ کہ سیاسی مصلحتوں اور مالِ غنیمت وغیرہ پر۔ نیز المہلب اپنے اختیارات اور معاملات میں عدم مداخلت کا بھی قائل تھا۔ وہ اپنے خطوط و خطبات سے اس بات کا بھی اظہار کرتا رہا کہ عسکری معاملات میں سیاسی قیادت کی طرف عدم مداخلت کی خواہش کو کسی طرح بھی حکم عدولی سے عبارت نہ کیا جائے۔ یہ سوچ اور رویہ شاید ہمیں آج بھی مطلوب ہے۔

كتب المهلب إلى الحجاج

فكتب المهلب إلى الحجاج: «أما بعد: فقد أتاني كتاب الأمير -أصلحه الله- واتّهامه إياي في هذه الخارجة المارقة، وأمرني الأمير بالنهوض إليهم، وإشهاد رسوله ذلك، وقد فعلت، فليسأله عما رأى، فأمّا أنا فو الله لو كنت أقدر على استئصالهم، أو إزالتهم عن مكانهم ثم أمسكت عن ذلك، لقد غششت المسلمين، وما وفيت لأمير المؤمنين، ولا نصحت للأمير
-أصلحه الله- فمعاذ الله أن يكون هذا من رأيي، ولا مما أدين الله به،

والسلام».[1]

پھر المہلب نے حجاج کو لکھا: ”اما بعد، مجھے امیر (حجاج) —اللہ ان کی اصلاح فرمائے— کی طرف سے ایک خط موصول ہوا۔ اس میں مجھ پر اس منحرف گروہ کی (طرف داری) کا الزام لگایا گیا تھا۔ امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کے خلاف اٹھوں اور اپنے ایک قاصد کو بطور شاہد (مشاہدے/ نگرانی کے لیے) بھی بھیجا۔ پس میں نے جو کچھ کیا (یا کروں گا) اس کے متعلق نگران سے پوچھا جائے گا۔ مگر خدا کی قسم! اگر میں ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود یا انہیں ان کی جگہ سے ہٹانے کی قوت رکھنے کے باوجود ایسا کرنے سے باز رہتا تو میں (ایسا کرنے کی وجہ سے) مسلمانوں کو دھوکہ (دینے کے جرم) کا مرتکب ہوتا۔ اس (سستی کے رویئے کی) وجہ سے امیر المومنین سے وفادار شمار نہ ہوتا اور (اگر یہ الزام درست تھا تو میں) امیر کو نصیحت (درست مشورہ) بھی نہ کرتا۔ اللہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ اللہ کی پناہ کا طلب گار ہوں کہ میری رائے ایسی ہو (یعنی طاقت کے باوجود لڑنے سے رک جاؤں یہ میری عادت نہیں) اور نہ ہی یہ میرے رب کا بتائے ہوئے حکم (دین) کے مطابق ہے (یعنی ایسا کیا تو قیامت کے روز اللہ کے سامنے کس منہ سے جاؤں گا)۔ والسلام!“[2]

کتاب الحجاج إلى المهلب

٦ كتب الحجاج إلى المهلب: «أما بعد: فإنك جبيت الخراج بالعلل، وتحصّنت بالخنادق، وطاولت القوم، وأنت أعزّ ناصرا، وأكثر عددا، وما أظنّ بك مع هذا معصية ولا جبنا ولكنك اتخذتهم أكلا، وكان بقاؤهم

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص149
وتاريخ الطبري، ج7، ص269

[2] اس قسم کی خط وکتاب سے جنگ کے وقت کے زمینی حقائق جاننے میں بہت مدد ملتی ہے۔

أيسر عليك من قتالهم، فناجزهم وإلا أنكرتنى، والسلام.»[1]

حجاج نے المہلب کو لکھا: ”اما بعد، آپ نے خراج جمع کیا اور خندقوں میں اپنے آپ کو محفوظ کیا اور لوگوں (یعنی دشمنوں) کی مدد کی۔ حالانکہ آپ کی سب سے زیادہ مدد کی گئی اور آپ کا لشکر تعداد میں بھی زیادہ ہے۔ میں آپ سے نافرمانی یا بزدلی کی توقع نہیں رکھتا۔ لیکن آپ نے انہیں (دشمن کو) اپنا (ذریعہ) نوالہ (خوراک) بنا لیا اور ان کا زندہ رہنا تمہارے لیے بہتر تھا کہ تم ان سے لڑ کر انہیں قتل کرتے۔ لہٰذا تم ان سے لڑو، ورنہ تم میرے نافرمان ٹھہرو گے۔ والسلام!“

كتب المهلب إلى الحجاج

فكتب المهلب إلى الحجاج: «أتانى كتابك تستبطئنى فى لقاء القوم، على أنك لا تظنّ بى معصية ولا جبنا، وقد عاتبتنى معاتبة الجبان، وأوعدتنى وعيد العاصى، فاسأل الجرّاح، والسلام»[2]

المہلب نے الحجاج کو (جواباً) لکھا: ”آپ کا خط مجھے موصول ہوا ہے۔ اس میں مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں دشمنوں کی طرف پیش قدمی (مقابلے) میں تاخیر کر رہا ہوں، حالانکہ آپ مجھے نافرمان یا بزدل نہیں سمجھتے۔ آپ نے مجھے بزدل کہہ کر ملامت کی ہے۔ اور آپ نے مجھے نافرمانی کرنے پر وعید سنائی ہے۔ پس آپ الجرّاح سے دریافت کر لیں۔ والسلام!“[3]

كتاب المهلب إلى الحجاج

كتب المهلب الى الحجاج: «أما بعد فإن الله قد ألقى بأس الخوارج بينهم،

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص150

[2] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص150

[3] فریقین میں اعتماد کا رشتہ کتنا ہی مضبوط ہو کبھی کبھی غیر جانبدار گواہی کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے ایسا کرنا معیوب بات نہیں بلکہ بہتر ہوتا ہے۔

فخلع عظمهم قطريّا وبايعوا عبد ربه الكبير، وبقيت عصابة منهم مع قطرى، فهم يقاتل بعضهم بعضا غدوّا وعشيّا، وقد رجوت أن يكون ذلك من أمرهم سبب هلاكهم إن شاء الله، والسلام».[1]

المہلب نے حجاج کو لکھا: ”اما بعد! اللہ تعالیٰ نے خوارج کی قوت کو ان کے درمیان رکھا تو اس نے ان کی ہڈیاں نکال دیں اور عبد رب کی بیعت کی اور ان میں سے ایک گروہ قطری کے ساتھ رہا۔ صبح و شام وہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور مجھے امید تھی کہ یہی ان کی تباہی کا سبب بنے گا۔ ان شاء اللہ اور والسلام!“

فكتب اليه الحجاج: «أما بعد، فقد بلغنى كتابك تذكر فيه اختلاف الخوارج بينها، فإذا أتاك كتابى هذا فناهضهم على حال اختلافهم وافتراقهم قبل أن يجتمعوا، فتكون مؤنتهم عليك أشدّ والسلام».[2]

حجاج نے اسے لکھا: ”اما بعد، مجھے آپ کا خط ملا ہے جس میں آپ نے خوارج کے درمیان باہمی اختلاف کا ذکر کیا ہے، لہٰذا اگر میرا یہ خط آپ کے پاس پہنچے تو ان سے مقابلہ کرنے سے قبل ان کے مابین اختلاف اور افتراق کو پروان چڑھانا کہ (ان کے متحد ہونے کی صورت میں) مقابلہ کرتے ہوئے آپ پر زیادہ بوجھ رہے گا۔ والسلام!“[3]

كتب إليه المهلب

۸ فكتب اليه: «أما بعد، فقد بلغنى كتاب الأمير، وكلّ ما فيه قد فهمت، ولست أرى أن أقاتلهم ما داموا يقتل بعضهم بعضا وينقص بعضهم عدد بعض، فإن تمّوا على ذلك فهو الذى نريد، وفيه هلاكهم، وإن اجتمعوا لم يجتمعوا إلا وقد رقّق بعضهم بعضا، فأناهضهم على تفئة

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص160

[2] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص160

[3] ان دو خطوط کی تحریر کا سبب اور پس منظر پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ذلك، وهم أهون ما كانوا، وأضعفه شوكة إن شاء الله والسلام.»[1]

”امیر محترم (آپ) کا مراسلہ مجھے ملا۔ جو کچھ اس میں مذکور تھا میں اسے سمجھ گیا۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ جب تک وہ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں اور اس طرح اپنی تعداد گھٹا رہے ہیں، میں تماشہ دیکھتا رہوں گا اور ان سے کچھ نہ بولوں گا اگر اسی طرح وہ ختم ہو گئے تو فہو المراد اور اسی میں ان کی مکمل تباہی ہے۔ اور اگر ان میں پھر اتحاد ہو گیا تو اس وقت وہ اس خانہ جنگی سے بہت کمزور ہو چکے ہوں گے۔ میں فوراً ہی ان پر حملہ کر دوں گا۔ اس وقت ان کی یہ طاقت و شوکت باقی نہیں رہے گی۔ اور ان شاء اللہ ان کا تباہ کرنا بہت ہی آسان ہو گا۔ والسلام!“[2]

كتاب الحجاج إلى المهلب

۹ كتب الحجاج إلى المهلب مع عبيد بن موَهَب: «أما بعد، فإنك تتراخى عن الحرب، حتى يأتيك رسلي، فيرجعون بعذرك، وذلك أنك تمسك حتى تبرأ الجراح، وتنسى القتلى، ويجمّ الناس، ثم تلقاهم فتحتمل منهم مثل ما يحتملون منك من وحشة القتل وألم الجراح، ولو كنت تلقاهم بذلك الجدّ لكان الداء قد حسم، والقرن قد قصم، ولعمرى ما أنت والقوم سواء، لأن من ورائك رجالا، وأمامك أموالا، وليس للقوم إلا ما معهم، ولا يدرك الوجيف بالدّبيب، ولا الظّفر بالتّعذير».[3]

”اما بعد، بات ہے کہ تم جنگ سے غافل رہو گے یہاں تک کہ میرے نمائندے تمہارے پاس آ جائیں اور عذر لے کر واپس آ جائیں، اس لیے کہ تم اس وقت تک ڈٹے رہو جب تک زخم ٹھیک نہ ہو جائیں۔ آپ مرنے والوں کو بھول جاؤ۔ لوگ جمع ہو جائیں، پھر تم ان سے لڑنا۔ ان سے بھی اسی طرح زخم برداشت کرو جیسا کہ وہ

---

[1] جمہرۃ رسائل العرب في عصور العربیۃ، ج2، ص161

[2] المہلب اس وقت Hybrid Warfare کا قائل تھا۔

[3] جمہرۃ رسائل العرب في عصور العربیۃ، ج2، ص163

تمہارے دیے ہوئے زخم سہتے ہیں۔ قتل و غارت گری اور زخموں کے درد کو اسی جرات سے برداشت کرو۔ اگر تم اس شدت سے ان کا مقابلہ کرو گے تو مسائل دور ہوئیں گے اور مشکل وقت کٹ جائے گا۔ مجھے میری جان کی قسم ہے! آپ اور آپ کے مد مقابل قوم برابر نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کے پیچھے (بہادر) لوگ ہیں اور آپ کے آگے بہت مال و دولت ہے، اور ان لوگوں کے پاس وہی ہے جو ان کے ساتھ ہے (یعنی آگے پیچھے کچھ نہیں)۔ اور جس طرح شکار کو رینگنے والے جانور کی مدد سے نہیں پکڑا جا سکتا (اسی طرح ٹال مٹول) کے بہانوں سے فتح حاصل نہیں ہو سکتی؟"

كتب المهلب إليه

وكما كتب المهلب إلى الحجاج مجيبا له عن ذلك: «أما بعد، فإني لم أعط رسلك على قول الحق أجرا، ولم أحتج منهم مع المشاهدة إلى تلقين، ذكرت أنى أجمّ القوم، ولا بدّ من راحة يستريح فيها الغالب، ويحتال فيها المغلوب، وذكرت أن فى ذلك الجمام ما ينسى القتلى وتبرأ منه الجراح، وهيهات أن ينسى ما بيننا وبينهم، تأبى ذلك قتلى لم تجنّ، وقروح لم تتقرّف، ونحن والقوم على حالة وهم يرقبون منا حالات، إن طمعوا حاربوا، وإن ملّوا وقفوا، وإن يئسوا انصرفوا، وعلينا أن نقاتلهم إذا قاتلوا، ونتحرّز إذا وقفوا، ونطلب إذا هربوا، فإن تركتنى والرأى، كان القرن مقصوما، والداء بإذن الله محسوما، وإن أعجلتنى لم أطعك ولم أعص، وجعلت وجهى إلى بابك، وأنا أعوذ بالله من سخط الله ومقت الناس.»[1]

المہلب نے بھی حجاج کو اس کے جواب میں خط لکھا: "اما بعد، میں نے آپ کے بھیجے گئے قاصدین کو سچ بولنے کا اجر نہیں دیا۔ نہ ہی میں انہیں مشاہدہ کرنے کے ساتھ تلقین کرنے کا محتاج ہوں۔ آپ نے ذکر کیا ہے کہ میں لوگوں کو جمع کر رہا ہوں اور

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص164

وہاں ایک عرصہ تک غالبین کے لیے لازمی پڑاؤ (بطور آرام) ہونا چاہیے اور شکست خوردہ دھوکہ دے سکے۔ اور آپ نے ذکر کیا کہ لشکر والے قتل ہونے والوں کو بھول جائیں اور اس طرح زخم بھر جائیں گے۔ جو کچھ ہمارے اور ان کے درمیان ہے اسے بھولنا ان کے لیے بعید نہیں ہے۔ مقتولین کو بھول جانا جن کا بدلہ نہ لیا گیا ہو اور ایسے زخم جو پھولے نہ ہوں (انہیں بھول جانا ناممکن ہے)۔ ہم اور ہمارے دشمن لوگ ایسی حالت میں ہیں کہ وہ ہمارے حالات کی (مسلسل) نگہبانی کر رہے ہیں، اگر وہ لالچی ہوں تو لڑتے، اگر وہ غضبناک ہیں تو وہ رک جاتے ہیں۔ اور اگر وہ مایوس ہوں تو وہ چھوڑ کر پلٹ جاتے ہیں، اور اگر وہ لڑیں تو ہمیں ان سے لڑنا ہے اور اگر وہ رک جائیں تو ہمیں بھی (ایک طرف رک کر) ہوشیار رہنا چاہیے۔ اگر وہ بھاگ نکلیں تو ہمیں ان کو تلاش کرنا چاہیے۔ اور اگر آپ مجھے میری رائے پر چھوڑ دیں تو بیماری دور ہو جائے گی (یعنی دشمن کی جانب سے درپیش مسائل ختم ہو جائیں گے) ان شاء اللہ اور اگر آپ جلدی کریں گے تو میں نہ آپ کی اطاعت کروں گا اور نہ ہی حد سے نکل جاؤں گا۔ میں اپنا چہرہ آپ کے دروازے کی طرف پھیر دوں گا اور میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب اور لوگوں کی نفرت سے۔"[1]

كتاب المهلب إلى الحجاج

⑩ كتب المهلب إلى الحجاج: بسم الله الرحمن الرحيم: الحمد لله الكافي بالإسلام فقد ما سواه الذي حكم بأن لا ينقطع المزيد منه حتى ينقطع الشكر من عباده. أما بعد، فقد كان من أمرنا ما قد بلغك، وكنا ونحن وعدونا على حالين مختلفين، يسرنا منهم أكثر مما يسوءنا، ويسوءهم منا أكثر مما يسرهم، على اشتداد شوكتهم، فقد كان علن أمرهم حتى ارتاعت له الفتاة، ونوم به الرضيع، فانتهزت منهم الفرصة في وقت إمكانها،

---

[1] سپہ سالار کی عسکری حکمت عملی اپنانے میں آزادی اور خود مختاری کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔

وأدنيت السواد من السواد، حتى تعارفت الوجوه، فلم نزل كذلك حتى بلغ الكتاب أجله: ﴿قُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[1]

المہلب نے حجاج کو لکھا: ”اللہ کے نام سے شروع جو رحمان اور رحیم ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اسلام کے ذریعے (نعمتوں کی) کفایت کی۔ اس کے سوا جو (نعمتوں کا) حکم ہوا ہے اس میں وہ کسی نعمت کو مزید کم نہیں فرمائے گا جب تک بندوں کی طرف سے شکر ختم نہ ہو جائے۔ اما بعد، پس جو ہمیں حکم دیا گیا تھا تحقیق اس کی خبر آپ تک پہنچ چکی ہو گی۔ ہم اور ہمارے مد مقابل (دشمن) مختلف حالات میں تھے ہمیں ان سے آسانیاں پہنچیں، بجائے کہ ہمیں ان سے تکلیف پہنچتی، اور انہیں ہم سے آسانیوں کی نسبت تکلیفیں زیادہ پہنچی ہیں حالانکہ وہ ہم سے زیادہ طاقت (غلبہ) رکھتے تھے۔ پس ان کے معاملات واضح ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے جوانیاں خوف زدہ ہو گئیں اور ان کے بچے سلا دیے گئے۔ پس گرفت پانے کی فرصت ملتے ہی (حملہ کیا گیا) اور ان پر اندھیرے سے اندھیروں کی طرف قریب کر دیا گیا یہاں تک کہ (فقط) چہرے پہچانے گئے۔ جنگ کے معاملات اسی طرح رہے (یعنی ہم ان پر حملہ کرتے گئے اور انہیں ابدی نیند سلاتے گئے) یہاں تک کہ لکھا ہوا فیصلہ (واقع ہو کر) اپنے متعین وقت (فتح کو) پہنچا۔ پس ظالم قوم کی جڑیں کٹ گئیں اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پرور دگار ہے۔“

كتاب المهلب إلى عبد الرحمن بن الأشعث

﴿11﴾ كتب المهلب إلى ابن الأشعث: «أما بعد، فإنك وضعت رجلك يا بن محمد في غرز طويل الغيّ على أمة محمد صلى الله عليه وسلم، الله الله

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص164

فانظر لنفسك لا تهلكها، ودماء المسلمين فلا تسفكها، والجماعة فلا تفرّقها، والبيعة فلا تنكثها، فإن قلت: أخاف الناس على نفسى، فالله أحقّ أن تخافه عليها من الناس، فلا تعرّضها لله فى سفك دم، ولا استحلال محرّم، والسلام عليك».[1]

"اما بعد، (اے عبد الرحمن !)[2] تم نے رسول اللہ ﷺ کی امت کے خلاف اپنا پاؤں سخت گمراہی وضلالت کی رکاب میں رکھا ہے۔ دیکھو خواہ مخواہ اپنی جان عزیز کو ورطہ ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مسلمانوں کے قیمتی خون کو نہ بہاؤ۔ اتحاد امت میں تفرقہ نہ ڈالو اور اپنے عہد واطاعت ووفاداری کو نہ توڑو۔ اگر تم یہ کہو کہ میں اپنے ساتھیوں سے خوفزدہ ہوں کہ مبادا وہی میری جان کے درپے ہو جائیں تو اللہ تعالی ان لوگوں کے مقابلہ میں اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اس لیے خون بہا کر یا محرمات کو حلال سمجھ کر تم اپنی جان کو اللہ کے سامنے مجرم نہ بناؤ۔ والسلام علیک۔"

وكتب المهلّب إلى الحجاج

۱۲ وكتب المهلب إلى الحجاج: «أما بعد: فإنّ أهل العراق قد أقبلوا إليك، وهم مثل السّيل المنحدر من عل، ليس شيء يردّه حتى ينتهي إلى قراره، وإن لأهل العراق شرّة في أوّل مخرجهم، وصبابة إلى أبنائهم ونسائهم، فليس شيء يردهم حتى يسقطوا إلى أهليهم، ويشمّوا أولادهم، ثم واقفهم عندها، فإن الله ناصرك عليهم إن شاء الله».[3]

المہلب نے حجاج کو حسب ذیل خط لکھا: "حمد وصلوٰۃ کے بعد اہل عراق آپ کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں ان کی مثال ایک ایسے سیلاب کی ہے جو بلندی سے پستی کی طرف آرہا ہو۔ اور جب تک کہ وہ ہموار سطح تک نہیں پہنچ جاتا کوئی شے اس

---

[1] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص194
تاريخ الطبري، ج8، ص10

[2] عبد الرحمٰن الاشعث متوفی 704ء اس نے حجاج کے خلاف ناکام بغاوت کی کوشش کی تھی۔

[3] جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، ج2، ص194

> کی روانی کو نہیں روک سکتی۔ بعینہ یہی مثال اہل عراق کی ہے- کاروائی کی ابتداء میں ان میں بہت زیادہ جوش و خروش ہوتا ہے اور اپنے اہل و عیال سے ملنے کا جنون ان کے سروں پر سوار ہوتا ہے۔ اس جوش کی حالت میں کوئی چیز انہیں روک نہیں سکتی۔ البتہ جب وہ اپنے اہل و عیال میں پہنچ جائیں اور ان میں گھل مل جائیں اس وقت آپ ان کے خلاف کارروائی کریں اور ان شاء اللہ ایسی صورت میں اللہ تعالی آپ کو ان پر فتح دینے والا ہے۔"[1]

المہلب بن ابی صفرہ کے یہ خطوط ہماری عسکری تاریخ کا ایک اہم ذخیرہ ہے ہر خط اپنے اندر عسکری حربوں کے کسی نہ کسی اہم پہلو کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتا نظر آتا ہے۔ سپہ سالار اور عسکری قیادت کے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں۔ سپہ سالار کی خود مختاری کتنی اہم اور ضروری ہوتی ہے۔ غلط فہمیاں کیسے دور ہو سکتی ہیں۔ دونوں قسم کی قیادت میں کھل کر اظہار رائے اور تبادلہ خیال کتنا اہم اور ضروری ہے۔ جزبات سے زیادہ حالات اور واقعات کا صحیح اور حقیقت پسندانہ جائزہ لینا کتنا اہم ہوتا ہے۔ یہ تمام پہلو ہم کو المہلب کے ان ایک درجن خطوط میں گہرائی اور عملی انداز میں بیان ہوئے نظر آتے ہیں۔

* * *

---

[1] مشکل سے مشکل صورت حال کا جائزہ لینا ضروری اور اس کے تدارک کے وقت کا صحیح تعین کرنا بھی نہایت اہم بات ہوتی ہے۔

المہلب کے خطبات

سپہ سالار کے علاوہ المہلب ایک بلیغ اللسان خطیب بھی تھا۔ موقعے کی مناسبت سے خطبات دیتا تھا۔ سپاہیوں کے جذبے بلند کرنا ہوں یا دشمن کو رعب میں لانا ہو، اپنی فتح پر اللہ کی نصرت کی حمد بیان کرنی ہو یا جنگی معاملات کی حقیقت پیش کرنی ہو، یہ باتیں اس کے خطبات سے بہت خوش اسلوبی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں سے کئی کا ذکر ہم اپنے اپنے مقام پر کر چکے ہیں۔ المہلب کے خطبات کا ایک نہایت ہی اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اس کے خطبات میں قرآنی تعلیمات اور صحابہ رسول ﷺ کے اقوال کی روح بھی رچی بسی اور سموئی نظر آتی ہیں۔ چند قابل ذکر خطبات بطور مثال درج کیے جا رہے ہیں۔

①— يأ أيها الناس انكم قد عرفتم مذهب هؤلاء الخوارج وانهم ان قدروا عليكم فتنوكم في دينكم وسفكوا دماءكم. فقاتلوهم على ما قاتل عليه أولهم. علي بن ابي طالب صلوات الله عليه. فلقد لقيهم قبلكم. الصابر المحتسب مسلم بن عبيس. والعجل المفرط عثمان بن عبيد الله. والمعصي المخالف حارثة بن بدر فقتلوا جمعياً. وقتلوا فألقوهم بجد وحد. فإنما هم مهنتكم وعبيدكم وعار عليكم ونقص في أحسابكم وأديانكم ان يغلبكم هؤلاء على فيئكم ويوطئوا حريمكم.[1]

اے لوگو، تم ان خارجیوں کے (باطل) عقائد کو جان چکے ہو، اور اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو تمہارے دین پر حملہ کر کے تمہارا خون بہائیں گے۔ تو ان خارجیوں سے اس

---

[1] الکامل فی اللغۃ والأدب، ج 3، ص 227

> اساس پر لڑو جس پر پہلے حضرت علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ ان کے خلاف لڑے تھے۔ صابر اور احتساب کرنے والے مسلم بن عبیس اور العجل المفوط عثمان بن عبید اللہ اور المعصی المخالَف حارثہ بن بدر اس راہ میں (خوارج سے لڑتے ہوئے راہِ عدم کے مسافر) بن گئے۔ اُنہوں نے اُن کو مار ڈالا تو اُنہیں سختی سے پھینک دیا۔ پس یاد رکھو کہ یہ خوارج حقیر اور آپ کے زیر دست غلام ہیں۔ دینی اور حسبی لحاظ سے تمہارے لیے باعث عار یعنی شرم اور کمزوری کا باعث ہو گا اگر یہ تم پر غالب آجائیں اور تمہارے حرموں کو پامال کریں۔

خوارج جیسے فتنہ کا مکمل قلع قمع المہلب کا ایک طرۂ امتیاز ہے اس فتنہ کے خاتمہ کی نظریاتی بنیاد اس نے حضرت علیؓ کے اقوال پر رکھی جس کا وہ ہمیشہ اپنے خطبات میں تذکرہ بھی کرتا رہتا تھا۔ مذکورہ بالا خطبہ اس کی ایک مثال ہے۔

مندرجہ ذیل خطبے کی بنیاد المہلب نے قرآن کی درج ذیل آیت پر رکھی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا:

> اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۱۴۰﴾[1]
>
> ”اگر تمہیں زخم (شکست) لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم میں سے گواہ بنائے اور خدا بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا۔“

---

[1] آل عمران، 140:3

اس قرآنی فسلفے کو المہلب نے اپنے خطبے میں احسن طریقے سے سمویا۔

اسی طرح المہلب نے کبھی فوج کی عددی اکثریت کو اہمیت نہیں دی اور قرآن کی مندجہ ذیل آیت ان کے ہمیشہ مدِّ نظر رہی۔

> كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾[1]
>
> ”وہ کہنے لگے بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اس قرآنی فلسفے کو ایک مقام پر المہلب نے اپنے خطبے کی بنیاد مندرجہ ذیل خطبے میں اس طرح بنایا:

> ۲— فحمد اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فإن الله ربما يكل الجمع الكثير إِلَى أنفسهم فيهزمون، وينزل النصر عَلَى الجمع اليسير فيظهرون، ولعمري مَا بكم الآن من قلة، إني لجماعتكم لراض، وإنكم لأنتم أهل الصبر، وفرسان أهل المصر، وما أحب أن أحدا ممن انهزم معكم، فإنهم لو كَانُوا فيكم مَا زادوكم إلا خبالا عزمت عَلَى كل امرئ مِنْكُمْ لما أخذ عشرة أحجار مَعَهُ، ثُمَّ امشوا بنا نحو عسكرهم، فإنهم الآن آمنون، وَقَدْ خرجت خيلهم في طلب إخوانكم، فو الله انى لأرجو الا ترجع إِلَيْهِم خيلهم حَتَّى تستبيحوا عسكرهم، وتقتلوا أميرهم.[2]
>
> اما بعد، اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت سے) بڑی جماعت کو ناکام کر دیتا ہے اور وہ ہار جاتے ہیں اور فتح چھوٹے گروہ کو نصیب آتی ہے اور وہ غالب آتے ہیں۔ میری جان کی قسم اب تم میں سے تھوڑے ہیں میں تمہارے اتحاد سے راضی ہوں۔ اور تم صبر کرنے والے لوگ ہو، مصر کے (فاتح) گھڑ سواروں میں سے ہو، اور میں نہیں چاہوں گا کہ شکست کھانے والوں میں سے کوئی بھی تمہارے ساتھ رہے۔ کیونکہ اگر وہ تمہارے

---

[1] البقرۃ، 249:2

[2] تاریخ الطبري = تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبري، ج5، ص619

درمیان رہے تو ذہنی تشویش کے سوا کچھ نہ کرتے۔ جب تم میں سے ہر ایک دس پتھر اپنے ساتھ لے گیا تو وہ ہمارے ساتھ اپنے لشکر کی طرف چل پڑے اب وہ محفوظ ہیں اور ان کے گھوڑے تمہارے بھائیوں کی تلاش میں نکلے ہیں خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ ان کے گھوڑے واپس نہیں آئیں گے۔ جب تک کہ تم ان کی فوج کو حلال نہ کر دو اور ان کے شہزادے کو قتل کر دو۔

اسی طرح فتح و نصرت کے موقعے پر بھی مہلب ہمیں قرآنی فلسفے کو بیان کرتا نظر آتا ہے جیسے اللہ عزوجل نے قرآن میں فرمایا:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾[1]

”اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾[2]

”تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

المہلب نے فتح میں اتحاد اور تقوی کی اہمیت کو مندرجہ ذیل انداز میں اپنے خطبے میں بیان کیا:

③— إنا والله ما كنا أشد على عدونا ولا أحد، ولكن دمغ الحق الباطل، وقهرت الجماعة الفتنة، والعاقبة للتقوى، وكان ما كرهناه من المطاولة

---

[1] الإسراء/ بني إسرائيل، 81:17

[2] البقرة، 216:2

خيراً مما أحببناه من العجلة.[1]

خدا کی قسم ہم نہ اپنے دشمن پر سخت تھے اور نہ ہی کسی اور پر، لیکن حق نے باطل کو مٹا دیا اور ہماری جماعت نے فتنہ (پرست گروپ پر قہر کی طرح نازل ہو کر) شکست دی۔ تقوی (اختیار کرنے والوں کے لیے اچھا) اختتام ہے۔ اور جس چیز کو ہم نے طویل (اور سخت) جدوجہد کی وجہ سے ناپسند کیا وہ بھلائی پر مبنی تھی بنسبت اس کے جسے ہم جلد بازی میں ترجیح دے رہے تھے۔

۴— والله ما بكم من قلة . وما ذهب عنكم إلا أهل الجبن والضعف والطمع والطبع. فان يمسسكم قرح فقد مس القوم قرح مثله. فسيروا الى عدوكم على بركة الله.[2]

اللہ کی قسم تم میں کسی قسم کی کم نہیں۔ صرف بزدل، کمزور، لالچی اور بدمزاج لوگ ہی آپ کو چھوڑ گئے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے تو آپ کے دشمنوں کو بھی اسی طرح کی تکلیف پہنچی ہے۔ لہٰذا اللہ کے فضل سے اپنے دشمن کی طرف پیش قدمی کرو۔

۵— إني قد استخلفت عليكم المغيرة وهو أبو صغيركم رقّة ورحمة، وابن كبيركم طاعة وبرّا وتبجيلا وأخو مثله مواساة ومناصحة، فلتحسن له طاعتكم وليلن له جانبكم، فو الله ما أردت صوابا قط إلا سبقني إليه.[3]

میں نے تم پر مغیرہ کو مقرر کیا ہے جو تمہارے چھوٹوں / بچوں کے ساتھ ان کے والد کی حیثیت میں نرمی اور رحمت والا، اور تمہارے بڑوں بزرگوں کے لیے

---

[1] الكامل في اللغة والأدب، ج3، ص289

[2] الكامل في اللغة والأدب، ج3، ص229

[3] الكامل في اللغة والأدب، ج3، ص239

فرمانبرداری، نیکی اور تعظیم میں بطور بیٹا اور اپنے ہم عمر افراد کے لیے تسلی دینے والا اور نصیحت کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کی اچھی اطاعت کریں اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں۔ پس اللہ کی قسم میں نے جب بھی کسی بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اس نے مجھ سے سبقت لی ہے۔

۶— إن الله تعالى قد أراحكم من أقران أربعة: قطريّ بن الفجاءة، و صالح بن مخراق، و عبيدة بن هلال، و سعد الطلائع؛ و إنما بين أيديكم عبد ربه في خشار من خشار الشيطان.[1]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار افراد سے آزادی بخشی ہے: قطری بن فجاءۃ، صالح بن مخراق، عبیدہ بن ہلال اور سعد الطائع۔ بے شک آپ کے سامنے (مدِ مقابل) ذلیل ترین شیاطین میں سے ایک عبد ربہ ہے۔

المہلب کی حکمت بھری باتیں

①— من جملة ما أوصى به (المهلّب) بنيه: يا بني استعقل الحاجب واستظرف الكاتب فإن حاجب الرجل وجهه وكاتبه لسانه.[2]

مہلب کی اپنے بیٹوں کو کی گئی وصیتوں میں سے یہ بھی ہے کہ: اے میرے بیٹے اپنے حاجب (بواب) عقل مند رکھو، اور اپنے کاتب کو صاحب ظرف بناؤ کہ کسی شخص کا حاجب (دربان) اس کے چہرے کی مانند ہوتا ہے جبکہ کاتب اس کی زبان کی مانند ہوتا ہے۔

②— العيش كله في الجليس الممتع.[3]
زندگی تو ساری دلی دوست کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

---

[1] الکامل في اللغة والأدب، ج3، ص280

[2] وفيات الأعيان، ج5، ص353

[3] الکامل في اللغة والأدب، ج1، ص190

③— الحياة خيرٌ من الموت، والثناءُ الحسنُ خيرٌ من الحياة، ولو أعطيت ما لم يعطه أحدُ لأحببتُ أن تكون لي أذنٌ أسمع بها ما يقال في غدٍّ إذا مِتُّ.[1]

زندگی موت سے بہتر ہے، اور (مرنے کے بعد ہماری) نیکی کا چرچا زندگی سے بھی بہتر ہے۔ اور اگر مجھے وہ اختیار دیا جائے جو کسی بھی شخص کو نہیں دیا گیا تو میں چاہوں گا کہ مجھے کان دیے جائیں جس سے میں مرنے کے بعد اپنے متعلق کی جانے والی باتیں سن سکوں۔

④— عجبت لمن يشتري المماليك بماله ولا يشتري الأحرار بمعروفه.[2]

مجھے تعجب ہوتا ہے ایسے افراد پر جو اپنے مال کے ذریعے غلام خریدتے ہیں اور اپنے نیک سلوک کے ذریعے آزاد افراد کو نہیں خریدتے۔

⑤— خير المجالس ما بعد فيه مدى الطرف وكثرت فيه فائدة الجليس.[3]

بہترین مجلس یا بیٹھک وہ ہوتی ہے جس میں نظر کی وسعت بڑھے اور جس میں اہل مجلس کے لیے فوائد بڑھیں.

⑥— قال المهلب لبنيه: يا بني لا يقعدن أحد منكم في السوق، فإن كنتم لا بد فاعلين فإلى زرّاد أو سرّاج أو ورّاق.[4]

المہلب نے اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے بیٹو تم میں سے کوئی بھی بازار میں نہ بیٹھے، اگر بامر مجبوری بیٹھنا لازمی ہو تو ہتھیار بنانے والے، (گھوڑے کی) زین بنانے والے، یا کتابیں تیار (یا نقل کرنے) والے (کتب خانہ) کے ہاں بیٹھا کرو۔

⑦— يعجبنى أن أرى عقل الرجل زائدا على لسانه ولا يعجبني أن أرى لسانه زائداً على

---

[1] جمهرة خطب العرب في عصور العربية الزاهرة، ج2، ص286

[2] السراج المنير شرح الجامع الصغير في حديث البشير النذير، ج3، ص308

[3] الكامل في اللغة والأدب، ج1، ص142

[4] عيون الأخبار، ابن قتيبة الدينوری، ج1، ص212

عقله.[1]

مجھے یہ بات پسند ہے کہ کسی بندے کی عقل اس کی زبان سے زیادہ ہو اور مجھے یہ بات ناپسند لگتی ہے کہ کسی کی زبان اس کی عقل سے زیادہ ہو۔

⑧— لو لم يكن في الاستبداد بالرأي إلا صون السر وتوفير العقل لوجب التمسك به.[2]

اگر کسی کی رائے (یا فیصلے) سے ظلم میں راز کی حفاظت اور استدلال کی فراہمی کے علاوہ کچھ نہ ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

⑨— اناة في عواقبها درك خير من عجلة في عواقبها فوت.[3]

ایسا حلم جس کے بعد خیر ہو ایسی عجلت یا جلدی سے بہتر ہے جس کے نتیجے میں ہلاکت ہو۔

⑩— ليس شيئ أنمى من بقية السيف.

ٹوٹی تلوار سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں۔

⑪— كان المهلب يقول لبنيه: يا بني أحسن ثيابكم ما كان على غيركم.[4]

المہلب اپنے بیٹے کو کہتا تھا کہ: اے میرے بیٹے اپنے کپڑے دوسرے لوگوں کے کپڑوں سے بہتر رکھا کرو۔

⑫— قيل للمهلب: بم أدركت ما أدركت؟ قال: بالعلم، قيل له: فإن غيرك قد علم أكثر ما علمت ولم يدرك ما أدركت، قال: ذلك علم حمل، وهذا علم استعمل.[5]

---

[1] عیون الحکم والمواعظ، علي بن محمد الليثي الواسطي، ص551

[2] محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء، جامع الكتب الإسلامية، ج1، ص47

[3] المستطرف في كل فن مستطرف، شهاب الدين الأبشيهي، ج1، ص309

[4] كتاب الآداب النافعة بالألفاظ المختارة الجامعة، ابن شمس الخلافة، ص4

[5] العقد الفريد، لابن عبد ربه، ج2، ص77

المہلب کو کہا گیا کہ آپ نے (فتوحات اور اخلاق میں) یہ مقام کیسے حاصل کیا؟ کہا کہ علم کے ذریعے۔ انہیں کہا گیا کہ دیگر افراد نے بھی تو آپ سے زیادہ علم حاصل کیا تھا مگر آپ کے مقام تک نہ پہنچ سکے۔ کہا کہ: ان کا علم فقط بار برداری تھا اور یہ علم استعمال کیا گیا۔

⑬— قيل للمهلب: بم نلت ما نلت- قال: بطاعة الحزم وعصيان الهوى.[1]

المہلب سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ مقام کیسے پایا تو انہوں کے کہا: ارادوں کی اطاعت اور خواہشات کی نافرمانی کے ذریعے۔

⑭— قال المهلب لبنيه: إذا وليتم فلينوا للمحسن واشتدوا على المريب فإن الناس للسلطان أهيب من للقرآن.[2]

المہلب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ: جب تمہیں کہیں ولایت ملے تو محسنین کے ساتھ نرمی کا سلوک برتنا، اور مشکوک لوگوں پر سختی کرنا، کیوں کے لوگ قرآن کی بجائے سلطان سے زیادہ خوف زدہ ہوتے ہیں۔

⑮— أدنى أخلاق الشريف كتمان السر وأعلى أخلاقه نسمان ما أسِرّ إليه.[3]

نیک بخت شخص کے کم از کم اخلاق راز کو چھپانا ہے اور اعلی اخلاق یہ ہے کہ جو راز دیے جائیں انہیں بھول جائے۔

⑯— إن من البلية أن يكون الرأي لمن يملكه دون من يبصره.[4]

یہ بھی مصیبت میں سے ہے کہ رائے دیکھنے (غور وفکر کرنے) والوں کو چھوڑ کر (فیصلہ) وہ دے جو (فقط) اختیار رکھتا ہے۔

---

[1] روضة المحبين ونزهة المشتاقين، ابن القيم، دار الكتب العلمية، بيروت، ص184

[2] الكامل في اللغة والأدب، ج1، ص214

[3] الكامل في اللغة والأدب، ج2، ص232

[4] الكامل في اللغة والأدب، ج3، ص268

⑰— من عجز عن جباية الخراج وهو عن قتال العدو أعجز.[1]

جو خراج جمع کرنے سے عاجز ہو، ہو دشمن کے خلاف قتال کرنے میں زیادہ کمزور (عاجز) ہوتا ہے۔

⑱— كان المهلب يقول لبنه: لا تبدءوهم بقتال حتى يبدءوكم، فيبغُوا عليكم فإنهم إذا بغوا نصرتم عليهم.[2]

المہلب اپنے بیٹوں کو کہتا تھا کہ: (دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے) قتال میں پہل نہ کرو یہاں تک کہ وہ شروعات کریں اور آپ پر حملہ کرنے کے لیے آئیں، پس جب (دشمن) حملہ کریں تو (اس وقت ان پر فتح یابی میں) تمہاری مدد کی جائے گی۔

⑲— قيل للمهلب ما تقول في العفو والعقوبة، قال: هما بمنزلة الجود والبخل فتمسك بأيهما شئت.[3]

المہلب سے پوچھا گیا کہ آپ معافی اور سزا کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ کہا یہ سخاوت اور بخل کی طرح ہیں، پس اب جسے چاہو اختیار کرو۔

* * *

---

[1] الكامل في اللغة والأدب، ج3، ص263

[2] الكامل في اللغة والأدب، ج3، ص271

[3] موسوعة الأخلاق الإسلامية، ج1، ص436،

مصادر و مراجع

مصادر و مراجع

1. الآداب النافعة بالألفاظ المختارة الجامعة ، ابن شمس الخلافة، جعفر بن محمد (شمس الخلافة) ابن مختار الأفضلي، أبو الفضل، الملقب مجد الملک (المتوفى: 622ه-)، مطبعہ السعادة بجوار محافظة مصر۔ 1931ء
2. اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، بار دوم، ط1422ھ/ 2001ء
3. أسد الغابة في معرفة الصحابة، المؤلف: أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير (المتوفى: 630ھ)، المحقق: علي محمد معوض - عادل أحمد عبد الموجود، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، سنة النشر: 1415ھ-1994م
4. الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، علامہ ابن حجر عسقلانی مکتبہ رحمانیہ
5. الإصابة في تمييز الصحابة، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852ھ)، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود و علی محمد معوض، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة: الأولى- 1415ھ
6. البحر الرائق شرح کنز الد قائق، علامہ عینی، الناشر: دار الكتاب الإسلامي، الطبعة: الثانية- بدون تاريخ
7. تاریخ ابن خلکان المعروف وفیات العیان وابناء الزمان، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی
8. تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، دار الاندلس، لاہور، پاکستان۔ 1426ھ
9. تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري، المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310ھ)، الناشر: دار التراث- بيروت، الطبعة: الثانية- 1387ھ
10. تاريخ خليفة بن خياط، أبو عمرو خليفة بن خياط بن خليفة الشيباني العصفري البصري، ت د. أكرم ضياء العمري، دار القلم دمشق، ومؤسسة الرسالة، بيروت، ط2، 1397ھ
11. تاریخ و تمدن ملتان: ابتدائے آفرینش سے عصر حاضر تک، از اخلاق احمد قادری، علم و عرفان پبلشرز، لاہور 2011ء،
12. تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف، المؤلف: جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزي (المتوفى: 742ھ)، المحقق: عبد الصمد شرف الدين، طبعة: المكتب الإسلامي، والدار القيّمة، الطبعة: الثانية: 1403ھ، 1983م
13. تحقيق ما للهند من مقولة مقبولة في العقل أو مرذولة، أبو الريحان محمد بن أحمد البيروني الخوارزمي البلدان، البلاذري، De Geoje، 1866م،

14. التعازي [والمراثي والمواعظ والوصايا]، محمد بن يزيد بن عبد الأكبر الثمالى الأزدي، أبو العباس، المعروف بالمبرد (المتوفى: 285هـ)، تقديم وتحقيق: إبراهيم محمد حسن الجمل، مراجعة: محمود سالم، الناشر: نهضة مصر للطباعة والنشر والتوزيع

15. الجامع الكبير - سنن الترمذي، المؤلف: محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي - بيروت، سنة النشر: 1998م

16. جمهرة خطب العرب في عصور العربية الزاهرة: أحمد زكي صفوت، الناشر: المكتبة العلمية بيروت - لبنان

17. جمهرة رسائل العرب في عصور العربية، أحمد زكي صفوت، المكتبة العلمية، بيروت

18. حدود العالم من المشرق إلى المغرب، مؤلف مجهول (توفي بعد 372هـ)، محقق ومترجم الكتاب (عن الفارسية): السيد يوسف الهادي، الدار الثقافية للنشر، القاهرة، 1432هـ

19. حیات حضرت امام ابو حنیفہ، مصنف ابوزُہرہ مصری، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز، فیصل آباد، تا 231

20. روضة الطالبين وعمدة المفتين، المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ)، تحقيق: زهير الشاويش، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت - دمشق - عمان

21. روضة المحبين ونزهة المشتاقين، ابن القيم، دار الكتب العلمية، بيروت

22. السراج المنير شرح الجامع الصغير في حديث البشير النذير، المؤلف: الشيخ علي بن الشيخ أحمد بن الشيخ نور الدين بن محمد بن الشيخ إبراهيم الشهير بالعزيزي، بدون تفاصيل نشر۔

23. سنن أبي داود، المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275هـ)، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت

24. السنن، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303هـ)، المحقق: د. فاروق حمادة، الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: الثانية، 1406هـ

25. شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدیدی، دار الکتب العربی، بغداد، 2007ء

26. صحابہ اکرام پاکستان میں، تحقیق وترتیب ضیاء اللہ خان جدون، نوار خان جدون ریسرچ سینٹر، بیسک گدون، صوابی، خیبر پختون خواہ

27. صحيح مسلم / المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

28. الطبعة: الأولى، 1404ھ

29. الطبعة: الثالثة، 1412ه-/ 1991م

30. الطبقات الکبری، ابن سعد، ناشر نفیس اکیڈمی، کراچی

31. العقد الفرید، أبو عمر، شهاب الدین أحمد بن محمد بن عبد ربه ابن حبیب ابن حدیر بن سالم المعروف بابن عبد ربه الأندلسي (المتوفی: 328ھ)، الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت

32. عیون الأخبار، أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتیبة الدینوري (المتوفی: 276ھ)، الناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت، تاریخ النشر: 1418ھ

33. عیون الحکم والمواعظ - علي بن محمد اللیثي الواسطي، موسوعہ فرہنگی، دار الحدیث قم، ایران 1376ھ

34. فتح الباری، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، الناشر: دار المعرفة - بیروت، 1379ھ

35. فتوح البلدان، احمد بن یحی بن جابر الشہیر البلاذری، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی

36. فتوح البلدان، أحمد بن یحیی بن جابر بن داود البَلَاذُري، دار ومکتبة الهلال، بیروت، 1988م

37. الکامل في التاریخ، أبو الحسن علي بن أبي الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیباني الجزري، عز الدین ابن الأثیر، ت عمر عبد السلام تدمري، دار الکتاب العربي، بیروت، ط1، 1417ھ / 1997م،

38. الکامل في اللغة والأدب، المؤلف: محمد بن یزید المبرد، أبو العباس (المتوفی: 285ه-)، المحقق: محمد أبو الفضل إبراهیم، الناشر: دار الفکر العربي – القاهرة، الطبعة: الطبعة الثالثة 1417ه-- 1997م

39. مجموع الفتاوی، المؤلف: تقي الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحراني (المتوفی: 728ھ)، المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، الناشر: مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف، المدینة النبویة، المملکة العربیة السعودیة، عام النشر: 1416ھ / 1995م

40. محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء، جامع الکتب الإسلامیة، أبو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانی (المتوفی: 502ھ)، الناشر: شرکة دار الأرقم بن أبي الأرقم – بیروت، الطبعة: الأولی، 1420ھ

41. المستطرف في کل فن مستطرف، المؤلف: شهاب الدین محمد بن أحمد بن منصور الأبشیهي أبو الفتح (المتوفی: 852ھ)، الناشر: عالم الکتب – بیروت، الطبعة: الأولی، 1419ھ 1

42. مسند أبي داود الطیالسي، المؤلف: أبو داود سلیمان بن داود بن الجارود الطیالسي البصری (المتوفی: 204ھ)، المحقق: الدکتور محمد بن عبد المحسن الترکي، الناشر: دار هجر – مصر، الطبعة: الأولی، 1419ھ - 1999م

43. مسند الإمام أحمد بن حنبل، المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ)، المحقق: أحمد محمد شاكر، الناشر: دار الحديث–القاهرة، الطبعة: الأولى، 1416هـ-1995م

44. مشکوۃ شریف کی شرح مظاہر حق، دار الاشاعت، کراچی، پاکستان۔ 2009ء۔

45. المعارف، المؤلف: أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (المتوفى: 276هـ)، تحقيق: ثروت عكاشة، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة، الطبعة: الثانية، 1992م

46. المعجم الاوسط، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360هـ)، المحقق: طارق بن عوض الله بن محمد, عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني

47. معجم البلدان، المؤلف: شهاب الدين أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله الرومي الحموي (المتوفى: 626هـ)، الناشر: دار صادر، بيروت، الطبعة: الثانية، 1995م

48. الملل والنحل، أبو الفتح محمد بن عبد الكريم بن أبى بكر أحمد الشهرستاني (المتوفى: 548هـ)، الناشر: مؤسسة الحلبي

49. موسوعة الأخلاق الإسلامية- الدرر السنية، مجموع من الباحثين۔ dorar.net، 1433هـ

50. میزان الاعتدال، امام شمس الدین الذہبی، مکتہ رحمانیہ

51. النبوات، ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى: 728هـ)، المحقق: عبد العزيز بن صالح الطويان، الناشر: أضواء السلف، الرياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1420هـ/2000م

52. وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، المؤلف: أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي (المتوفى: 681هـ)، المحقق: إحسان عباس، الناشر: دار صادر- بيروت

1. Al-Hind, the Making of the Indo-Islamic World
2. E.J.W. Gibb Memorial Trust, Cambridge, England, ISBN No. 0 906094 03 8,
3. Hudud al-'Alam, 'The Regions of the World', A Persion Geography, (372AH/982AD), Translated and Explained by V. Minorsky, 1970, 2nd Ed.

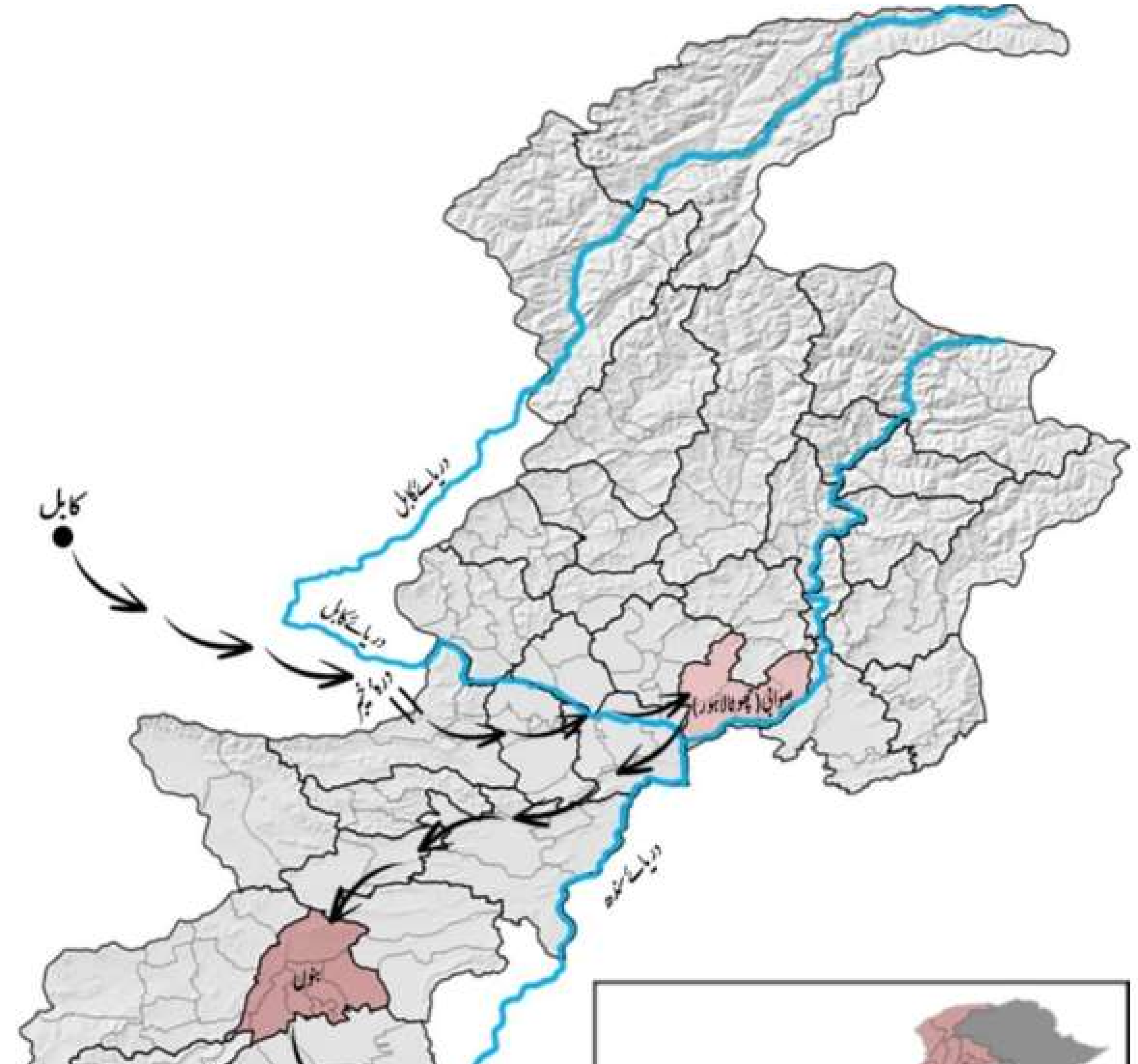
کابل
دریائے کابل
دریائے کابل
درہ خیبر
صوابی (چھوٹا لاہور)
بنوں
دریائے سندھ
ملتان کی طرف

اس نقشہ سے یہ پتہ چلتاہے کہ المہلب نے 43ھ میں کابل کی فتح کے بعد کابل کے مشرق میں صوابی (چھوٹا لاہور) تک اور جنوب مشرق میں بنوں سے ہوتے ہوئے ملتان کے علاقہ تک اسلام کی شمعیں روشن کیں جو کہ آج کے پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ کا دریائے کابل سے صوبے کی جنوبی سرحد تک کا علاقہ بنتاہے جس میں اس صوبے کے کئی اضلاع آتے ہیں۔

المهلب

پاکستان میں اسلام کو لایا ہے مہلب
تاریخِ اسلام کا عظیم سالار ہے مہلب

جن راستوں پہ آج بھی چلنا ہے مشکل
صدیوں پہلے وہاں سے گزرا ہے مہلب

ہو دراۂ خیبر یا ہو صحراء ملتان
ہر طرف گونج تیری سنائی دیتی ہے مہلب

مہران کی وادی سے قیقان کے در تک
جو بامراد و کامران رہا وہ ہے مہلب

اموی سالاروں میں یگانہ ہے مہلب
شکست و ناکامی سے بیگانہ ہے مہلب

عرب و عجم کے اتحاد کی علامت ہے مہلب
سیاست میں حق پرستی کی علامت ہے مہلب

جس "قول حق "سے باطل ہو مراد
ایسے فتنہ کو مٹاتا نظر آتا ہے مہلب

فتنہ خوارج کو کیا نابود بھی اس نے
یوں قولِ علیؓ کو نبھاتا نظر آتا ہے مہلب

انتشارِ عدو کے سبب جیتیں کئی جنگیں
الحرب خدعۃ کا عامل وداعی ہے مہلب

خطبات حماسی ہوں کہ ہو اولاد کو وصیت
حکمت سے بھرا ہم کو نظر آتا ہے مہلب

خوش بین ، دورس و سمجھدار ہے مہلب
خبر گیر ، خبر ساز و خبردار ہے مہلب

سرزمینِ پاکستان کا اولین جو ہے فاتح
تاریخ کے اوراق میں وہ کہلاتا ہے مہلب

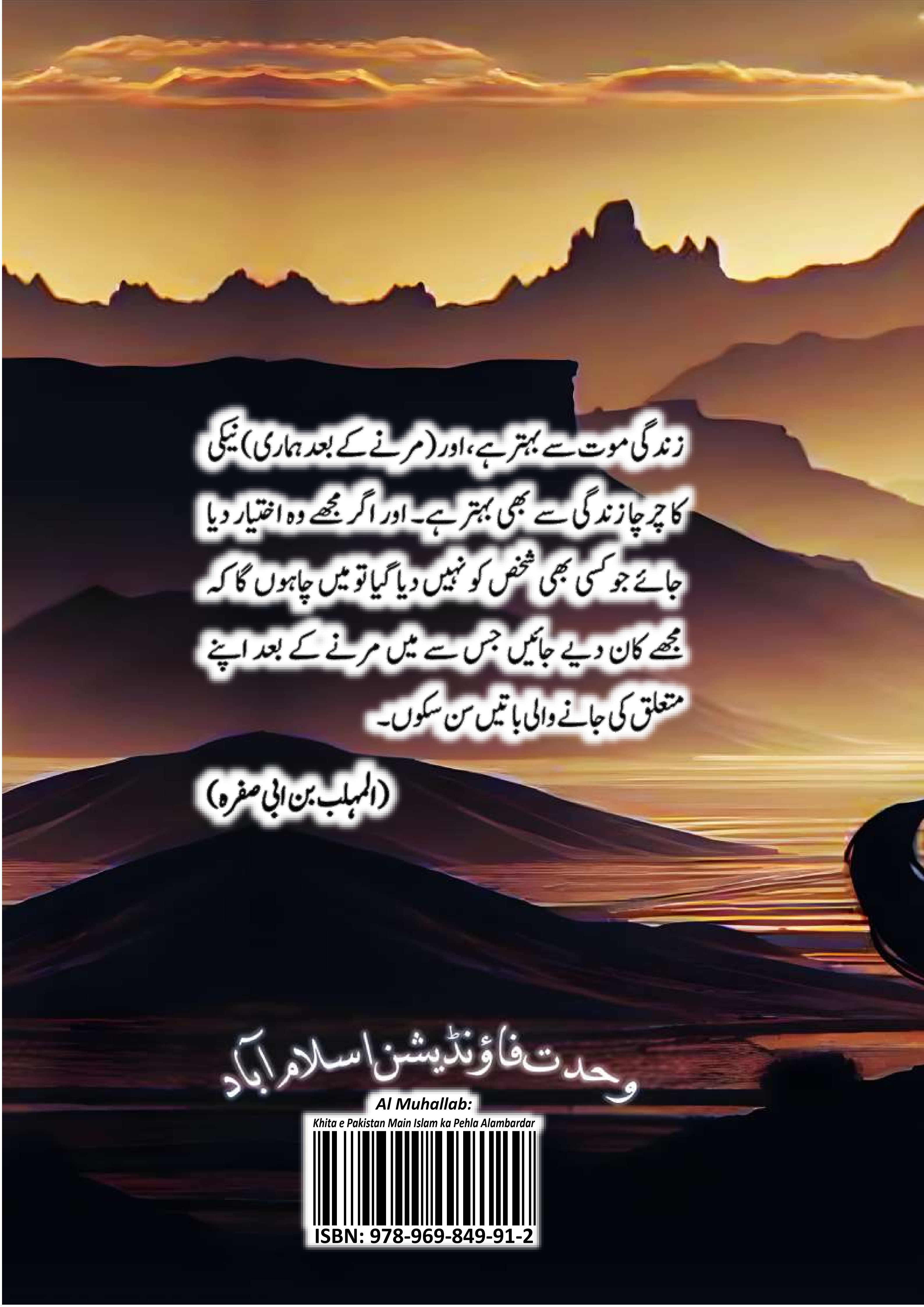

زندگی موت سے بہتر ہے، اور (مرنے کے بعد ہماری) نیکی کا چرچا زندگی سے بھی بہتر ہے۔ اور اگر مجھے وہ اختیار دیا جائے جو کسی بھی شخص کو نہیں دیا گیا تو میں چاہوں گا کہ مجھے کان دیے جائیں جس سے میں مرنے کے بعد اپنے متعلق کی جانے والی باتیں سن سکوں۔

(المہلب بن ابی صفرہ)

وحدت فاؤنڈیشن اسلام آباد

Al Muhallab:
Khita e Pakistan Main Islam ka Pehla Alambardar
ISBN: 978-969-849-91-2